

سچی کہانی

2014

WWW.PAKSOCIETY.COM

سچی کہانی لاہور

ستمبر 2014ء

قیمت = 60 روپے



جسکا آج تک لاٹری نمبر نہیں لگا وہ حضرات فوراً رابطہ کریں

زمین کا مسئلہ

جادو و نو

شکمل محبوب کو مائل کرنا

افسر کو مائل کرنا

کلی نمبر امریکہ سعودیہ انگلینڈ و غیرہ

پرائز نمبر

کاروباری بندش

کالے ظلم، سفلی ظلم، علم جعفر کے بے تاج بادشاہ تمناؤں کو خوشیوں میں بدلنے کا پیغام ہر کام بذریعہ موکلات جنات شیطانی قوتوں کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ علم ایک اہل حقیقت ہے مگر چلتا تب ہے جب کوئی چلانے والا ہو آؤ اس حقیقت سے میں آپ کو آشنا کروں

کالا جادو
کیا ہے؟

کوئی کام فی سبیل اللہ نہیں ہوتا ————— مگر کام کی شرط یہ گارنٹی ہے

ابھی آؤ ابھی آؤ آؤں۔ مقصد صرف انسانیت کی خدمت۔۔۔۔۔
روحانی مسیحا کا مقصد حیات۔۔۔۔۔ روٹھے کو متاثر کرتے ہو ہٹانا کرتے کو اٹھانا ڈوبے کو بچانا
ہندہ تاجیر تو کچھ بھی نہیں مگر اپنے چورگوں کے تاج کردہ جنات کے ذریعے ایک خاص عمل سے رستے ہوئے کام کرتا ہوں۔ تقدیر کو تہہ پیر سے بدل ڈالو یا یوکی گناہ ہے

علم کے ذریعے لوگوں کی خدمت کرنا ہمارا فرائضی کام ہے۔ محمد سے پہلے یہ کام ہرے اور انسانوں نے بھی کیا ہے آج بھی ہزاروں کی تعداد میں سرحد
پہن اور وہ محمد سے رابطہ کرنے کی فضیلت کا کام کوئی نہیں کا سکتا تھا جس سے ہم تہ پہنچیں گے ہم نے ان میں بھی اذیت کی ہے اس وقت باذیت
بھول جاتا ہوں جب کوئی انسان روح ہوا تو اس کو ہمارا ہوتا ہے تمام کئی جہنم بھائیوں کو رحمت نام ہے کہ انہیں مستوجب کو بھی ہوا کامیابی حاصل
کریں یا نہیں کو ممکن بنانے اور جاننا ہے انہیں بھی چھٹی ہے لہذا جتنے جانور ہیں ان کے کام ہیں یہ کام میں کامیابی حاصل کرنا یہ کام ہر کام میں
کو تپ یا نہیں سمجھتے ہیں ہرے ہی و سرحد و انسانوں کے ذریعہ کردہ جنات و نہات کے ذریعے ایک خاص عمل کی بدولت کامیابی پائی

سید راحت علی شاہ 0300-6483614

خوشحال، دہشتہ ناک، ہیبت ناک، پرانسر، حیرت ناک
جورائے نگر پر قبضہ کی اور جاسوسی گہائیوں کے مجموعہ
ماہنامہ سچی کہانی لاہور



ایڈیٹر: ایم۔ اے۔ زاہد
ایڈیٹر: طاہر امین
ایڈیٹر: محبت - محمد زور پٹیل (انگریزی)
ایڈیٹر: ایم۔ وانزر - حبیب یوسف ایڈووکیٹ (بائی ورت)



جلد نمبر 28 شمارہ نمبر 9
ستمبر 2014ء

ماہنامہ سچی کہانی نمبر 9
پیشہ: ملک میڈیکل سوسائٹی
قیمت فی شمارہ: 60 روپے
سالانہ قیمت: 600 روپے
1000 روپے

کچھ قلمی معاونین
ایڈیٹر: محمد رضوان قیوم
ایڈیٹر: مس کمر
ایڈیٹر: رامانی
ایڈیٹر: محمد شاہین بخٹی
ایڈیٹر: رفعت محمود
ایڈیٹر: نسیم اسحاق

مقام اشاعت: روٹ نمبر 1 کچی لاہور ایم۔ 2-A - دفتر - ریت نمبر 53 نور پارک ٹاؤن - کچی لاہور
مکتبہ سچی کہانی لاہور میں شائع ہونے والی تمام کچیاں اوقات مقام اور موضوع ہوتے ہیں۔ کسی قسم کی
مذمت یا تخریب ہوگی۔ اس سلسلے میں ادارہ سچی کہانی لاہور اور پتہ قریبی کوئی اور ادارہ یا شخصیات کو ذمہ دار نہیں سمجھے گا۔
کہانیوں اور اوقات کے بارے میں ہمیں کوئی تخریبی یا تہمتی شائع نہیں کریں گے۔ (ادارہ سچی کہانی لاہور)

نکاح و نکاحات و ملاقات کے لیے (Q)

ماہنامہ سچی کہانی لاہور 29 جنوری 2014ء - پتہ: ملک میڈیکل سوسائٹی لاہور - دہلی نمبر 0314-4008530

ماہنامہ نئی دہلی لاہور جلد نمبر 28 شمارہ نمبر 10

7	میری باتیں	ایم اسے زاہد
8	روح کی دہشت	مس کرن
18	جرم و فساد	محمد رضوان قیوم
32	پراسرار حویلی	داجنگ نیوی
42	چوبیسوں کا جرم	ایس۔ امتیاز احمد
48	چاندرا سیٹی	اشفاق انور
58	خون پینے والی	فرید بانو
72	ذاک بٹ	نسیم امتیاز
78	پاک افواج زندہ باد	فدا شاہین بھٹی
82	کالی لہری	ہفت محبہ
98	صرف ایک رات	امتیاز خانم
104	تیر ادیس چھوڑنے	راناثی
116	تخانو میں خواتین پر کیا مٹی ہے؟	حمید اطہر
122	زندگی	کاظم شاہ

اساتذہ سچی کہانی لاہور اکتوبر 2014ء

- 122 محبوبہ کا قاتل سنبل ناز
 130 واپس شعیب دین
 142 پیغامات اوزار
 145 روحانی دنیا سید راحت علی شاد
 156 پرانے پائندگی دنیا پانڈا باہو
 160 بیوی کیسر فتنہ مبینہ
 161 طب نبوی سے علاج حکیم شمس محمد امین
 171 قافیہ بدلتی اوارہ
 177 ناقابل فراموش واقعات اوارہ
 183 شہابہ کا دسترخوان شاہد پورین
 187 میری پسند نور امین مینی
 193 نرالیں نظمیں معیز بحر
 203 گلستان رودینہ کش
 208 سچی کہانی کوئٹہ اوارہ
 141 مانڈے کے ٹوکے عائشہ جمیل

قرآن مجید

قرآن مجید میں استہلال ہونے والے کل حروف تہجی 323760 ہیں۔

قرآن مجید میں استہلال ہونے والی کل ذریعہ 122 ہیں۔

قرآن مجید میں استہلال ہونے والے کل نکلے 10500.70 ہیں۔

قرآن مجید میں استہلال ہونے والے کل انکشاف 80430 ہیں۔

قرآن مجید میں استہلال ہونے والی کل غلطی 114 ہیں۔

قرآن مجید کی کل سورتیں 114 ہیں۔

قرآن مجید کی کل سورتیں 86 ہیں۔

قرآن مجید کی کل سورتیں 28 ہیں۔

قرآن مجید کی کل آیات 6666 ہیں۔

قرآن مجید کے کل رکوع 540 ہیں۔

قرآن مجید کے کل پارہ 30 ہیں۔

قرآن مجید کی کل ملازمت 7 ہیں۔

قرآن مجید کا کل عرصہ نزول 22 سال 4 ماہ 12 دن ہیں۔

قرآن مجید میں 26 نکلے، اگر کامیاب کر کے کیا گیا ہے۔

قرآن مجید میں 12 نکلے، اگر کامیاب کر کے کیا گیا ہے۔

قرآن مجید میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والا لفظ "آ" ہے جس کی تعداد 48800 ہے۔

قرآن مجید میں سب سے کم استعمال ہونے والا لفظ "ظ" ہے۔

قرآن مجید میں لفظ "اللہ" 2584 مرتبہ آیا ہے۔

قرآن مجید میں "محمد الرسول اللہ" 25 مرتبہ آیا ہے۔

قرآن مجید کی طولی سورۃ البقرہ ہے۔

قرآن مجید کی مختصر سورۃ النکوثر ہے۔

قرآن مجید کی سب سے پہلا نازل ہونے والی سورۃ "علق" ہے۔

قرآن مجید کی سورۃ النہم ہے۔

قرآن مجید کی سورۃ التہ ہے۔

قرآن مجید میں "وہ" سورۃ طہ کی ہے۔

قرآن مجید میں "ام القرآن" سورۃ فاتحہ کو کہتے ہیں۔

قرآن مجید کے لفظی معنی "پڑھاؤ" ہے۔

قرآن مجید شہدہ میں نازل ہوا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے 99 نامے گنرائی ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ را کریم کے 102 نامے گنرائی ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ را کریم کے 102 نامے گنرائی ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ را کریم کے 102 نامے گنرائی ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ را کریم کے 102 نامے گنرائی ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ را کریم کے 102 نامے گنرائی ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ را کریم کے 102 نامے گنرائی ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ را کریم کے 102 نامے گنرائی ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ را کریم کے 102 نامے گنرائی ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ را کریم کے 102 نامے گنرائی ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ را کریم کے 102 نامے گنرائی ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ را کریم کے 102 نامے گنرائی ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ را کریم کے 102 نامے گنرائی ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ را کریم کے 102 نامے گنرائی ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ را کریم کے 102 نامے گنرائی ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ را کریم کے 102 نامے گنرائی ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ را کریم کے 102 نامے گنرائی ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ را کریم کے 102 نامے گنرائی ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ را کریم کے 102 نامے گنرائی ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ را کریم کے 102 نامے گنرائی ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ را کریم کے 102 نامے گنرائی ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ را کریم کے 102 نامے گنرائی ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ را کریم کے 102 نامے گنرائی ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ را کریم کے 102 نامے گنرائی ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ را کریم کے 102 نامے گنرائی ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ را کریم کے 102 نامے گنرائی ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ را کریم کے 102 نامے گنرائی ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ را کریم کے 102 نامے گنرائی ہیں۔





طالبان کی اپنی فیملی سمیت آمد اور حکومت کی اربوں روپے کی امداد

ساتھ ہزار سے زائد بے گناہ لوگوں کے قاتل اور سینکڑوں بچوں کے اسکول تباہ کرنے والے طالبان اپنے خاندان اور فیملی کے ساتھ مظلوم بن کر پاکستان میں دس لاکھ کے قریب آچکے ہیں۔ ان کے خاندان کے سینکڑوں افراد ابھی تک پاک فوج کے ساتھ جنگ میں مصروف ہیں اور جبکہ ہماری حکومت ان کو اربوں روپے امداد دینے کے علاوہ ان کی حفاظت کر رہی ہے۔

پاکستان میں چولستان اور نقر کے علاوہ بہت سے ایسے علاقے موجود ہیں جہاں لوگوں کو پینے کے لیے صاف پانی تک میسر نہیں ہے اور حکومت نے ان کے لیے کچھ نہیں کیا جبکہ طالبان کے خاندانوں کے لیے تمام بنیادی سہولتیں ہنگامی بنیادوں میں پیدا کر دی گئی ہیں۔ جبکہ طالبان آج بھی پاک فوج کے نڈر بہادر جوانوں کو شہید کر رہے ہیں۔ یہ بات بھی ظاہر ہو چکی ہے کہ طالبان ہمارے دشمنوں کے آل کار ہیں اور ہمارے ملک کے آئین اور قانون کو تسلیم نہیں کرتے..... حکومت ان کے خاندانوں کو تحفظ اور امداد دے رہی ہے۔ ایسی صورت حال کے پیش نظر طالبان کی سرگرمیاں کبھی بھی ختم نہیں ہوں گی اور بے گناہ افراد ان کے ہاتھوں قتل ہوتے رہیں گے۔

پیشکش: ایچ۔ ایم۔

میں نے ڈھانچے کو دیکھا۔ سوکھی حوئی ہڈیاں گوشت سے ہر ہونٹیں تھیں۔
ان خادنگ ہی بدل گیا تھا۔ گورا گورا سفید گلابی آکٹنا خوبصورت بدن تھا

روح کی واپسی

کیسے..... مس کرن

آدم تھا۔ میں نے جابا میں لپک کر اس بدن کو پکڑ
لوں..... یہ میری ہنس تو تھا..... زندگی سے بھرپور
جوانی کی رعنائیوں سے سجا ہوا۔
نوی نے بکلیوں کے ساتھ آنکھ پدلی کھیلنے کی
پیش کش کی تو نہ جانے کیوں میں اس کے ساتھ باہر
نکل آئی۔

بھودی چٹانیں پانی میں نہا کر گھر رہی تھیں۔
جھوٹے جھوٹے منام گڑھے بھر گئے تھے۔ جل خصل ہو
رہے تھے اور حشرات الارض زمین کے سوراخوں سے
باہر نکل آئے تھے تا حد تک پانی کے دھویں کے سوا کچھ
نہیں تھا۔ میں آدمی کے ساتھ فضا میں چل رہی تھی۔ کہ
دھنساؤں نے مجھے مخاطب کیا۔

”بھئی! وہ دیکھو وہ کیا ہے؟“ میں نے اس کے
اشارے کی سمت دیکھا تو ایک بلند بالا سیاہ پہاڑ کے
دامن میں سوکھی ہوئی بڑیوں کا ایک چنبر پڑا ہوا تھا۔
اس کے نیچے پانی جی ہو چکا تھا اور وہ! دھرا دھر تیر رہا
تھا۔ نوی پھر پھر چڑا ہوا نیچے اتر گیا۔ وہ اس ڈھانچے
سے کچھ فاصلے پر پھرتی ایک چٹان پر بیٹھ گیا اور پانی
میں بہتے ہوئے اس ڈھانچے کو بنور دیکھنے لگا۔ کینہ
اسے دیکھ دیکھ کر فحش رہا تھا۔ میں اس کے نزدیک جا

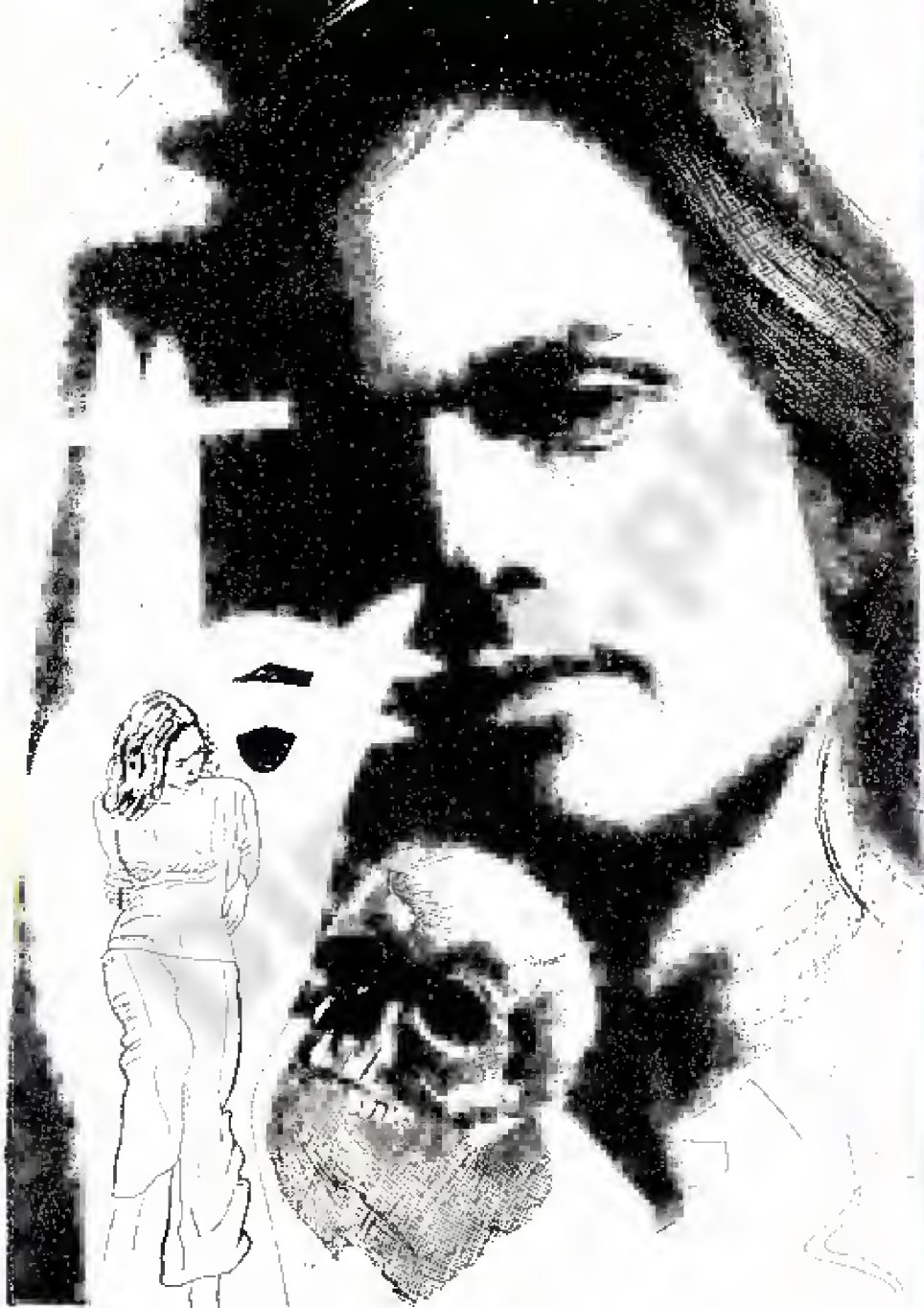
یہ ڈھانچہ..... یہ ڈھانچہ..... مجھے گڑے
ہوئے کچھ واقعات یاد آنے لگے اور میری نگاہیں پہاڑ
کی دیوار کے ساتھ ساتھ اوپر اٹھتی چلی گئیں۔ تب میں
نے پہاڑ کی اس چوٹی کو دیکھا جو بہت ہی بلند تھی اور
اس چوٹی پر مجھے کچھ نظر آیا۔

ہاں..... دو شاہد میں ہی تھی جو پہاڑ کی چوٹی پر
کھڑی اس کی گہرائیوں میں پھیلی اس وادی کو دیکھ
دیتی تھی۔ لیکن میرے نزدیک کوئی بھی نہ تھا۔ ”کون
ہے یہ.....؟“ میں نے الجھے ہوئے انداز میں سوچا۔
نب مجھے شاہد نظر آیا۔

”ادو ہاں.....“ وہ شاہد ہی تو تھا۔ شاہد میرا
شوہر..... میں نے خوشنود نگاہوں سے قرب و جوار
کے ماحول کو دیکھا اور تب ہی ایک بھیاںک حج میرے
کانوں میں بھرا گئی۔

اس دن بادشہ بودی تھی۔ موسم بے حد خوشگوار
تھا۔ آسمان پر سیاہ گھٹائیں اُمنڈ اُمنڈ کر رہی تھیں اور
جلیاں کرک رہی تھیں۔ یہ موسم بڑا بانفرا ہوتا ہے
اور ایسے موسم میں نہ جانے کیا کیفیت ہو جاتی ہے۔

ایک انسانی بدن اس پہاڑ کی چوٹی سے پیچوگر
رہا تھا۔ فضا میں لڑکھنیاں کھاتا ہوا گہرائیوں کی جانب



آپ کو دیکھتے فوراً اس خول سے نکل بھاگو۔ میں نے کہا اور نئی پھر بیٹے لگا۔

”تم تو بس شکی! انوکھی ہو۔۔۔۔۔ ارے یہ بدن کیا حیثیت رکھتے ہیں ہمارے لیے۔ جب چاہو چھوڑ دو اور اس سے نکل کر کسی دوسرے جسم میں داخل ہو جاؤ۔ لیکن ہر جگہ ایک ہی کیفیت ملتی ہے۔ شکی! مان لو میری بات ذرا تجربہ ہی سمجھو۔ دیکھیں تو سہی کہ اس جسم میں داخل ہو کر تمہاری کیا کیفیت ہوتی ہے؟“

نوی نے مجھے کچھ اس طرح مجبور کیا کہ میں تیار ہو گئی۔ آگے بڑھ کر میں نے اس پانی پر حیرتے ہوئے انسانی ڈھانچے کو پکڑ لیا۔ چاروں طرف سے اس کا جائزہ لیا اور پھر اسے پانی میں سے کھینچ لیا۔ اگرچہ برساتی نالہ پوری طرح بھر جاتا تو یہ پانی اس انسانی ڈھانچے کو لے کر نہ جانے کہاں سے کہاں پہنچ جاتا۔ بہر حال میں نے نوی کی ہدایت پر عمل کیا اور اس ڈھانچے میں داخل ہو گئی۔

عجیب سی محسوس کا احساس ہوا تھا۔ ڈھانچے میں داخل ہوتے ہی اس کے خلا پر ہونے لگے۔ ہڈیوں کے درمیان کھال پیدا ہونے لگی اور دیکھتے ہی دیکھتے میں اس حصار میں بند ہو گئی۔ میں نے چیخ کر نوی کو آواز دیں۔ لیکن نوی کے تہمتے میرے کانوں میں گونج رہے تھے۔ تب میں اٹھ کر بیٹھ گئی۔

”شریر آدمی بیٹھ ایسی ہی فضول حرکتیں کرتے رہتے ہوتے۔ میں باہر آ رہی ہوں۔“

”ارے نہیں۔۔۔۔۔ نہیں شکی! سنو تو سہی۔ آؤ اسکی کیا جلدی ہے جب چاہو اس سے باہر آ سکتی ہو۔ تم قیدی تو نہیں بن گئیں۔ دیکھو کسی انوکھی تبدیلیاں ہو

کھڑی ہوئی لیکن نہ جانے کیوں میرے ذہن پر ایک بوجھ سا طاری ہو گیا۔ میں خود کو مضطرب محسوس کر رہی تھی۔

نا دیدہ ہاتھ اس وجود کو نہ پکڑ سکے۔۔۔۔۔ میں نے دیکھا کہ وہ پہاڑ کے دامن میں بیٹھے ہوئے ایک برساتی نالے میں آ کر۔ یہی نالہ تھا جس میں اب بادش کی وجہ سے پانی بھر گیا تھا۔ اس وقت بھی شاید بادش ہو چکی تھی اور برساتی نالہ اپنے جوبن پر تھا۔ انسانی بدن اس نالے میں آ کر۔

میں اس سے الگ کھڑی ہوئی تھی اور میری نگاہوں میں ہنس کے آثار تھے۔ تب ہی نوی کی کریمہ چیخ نے مجھے دھچکایا۔ میں خیالات سے باہر آ گئی۔

”شکی۔۔۔۔۔ شکی! کیا سوچے لگیں۔۔۔۔۔“

”کچھ نہیں نوی! کوئی خاص بات نہیں۔“

”شکی! دیکھو یہ انسانی ڈھانچہ کس طرح پانی کی لہروں میں کھیل رہا ہے۔ شکی! آؤ کیوں نہ ایک تجربہ کریں۔“ نوی نے حسب معمول پھر ایک تجویز پیش کر دی۔

”کیسا تجربہ۔۔۔۔۔؟“ میں نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

”تم اس ڈھانچے میں داخل ہو جاؤ دیکھیں تو سہی اس کی کیا کیفیت ہوتی ہے۔۔۔۔۔؟“

”اوپر نہیں۔۔۔۔۔ میں ایسی غلط چیزوں کو پسند نہیں کرتی۔ اگر مجھے ایسا ہی کوئی بدن حاصل کرنا ہوتا تو تمہاری طرح کسی چکارہ رکابان حاصل کر لیتی اور فضا میں تمہارے ساتھ پرواز کرنے لگتی۔ لیکن مجھے ایسے منحوس بدن پسند نہیں ہیں۔ چھی۔۔۔۔۔ چھی! سہی! اپنے

مجھ سے یہ اخلاقی خدان کیا۔ تب میں نے لباس پہن لیا۔

”اب میں تمہارے پاس آسکتا ہوں.....؟“
نوی کی آواز ابھری اور میری اجازت سے وہ میرے پاس آگیا۔ اس نے شرارت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور اپنے نونکیلے بھیاک دانت نمایاں کر دیے۔
”تم میرا مذاق اڑا رہے ہو؟“ میں غصیلے انداز میں بولی۔

”.....نہیں فحشی! یقین کریں ایسی بات نہیں ہے۔ تم بہت خوبصورت نظر آ رہی ہو۔ کیا یہ تجربہ انوکھا نہیں تھا۔ سوچی ہوئی ہڈیوں کا تجربہ ایک دم سرسبز و شاداب ہو گیا۔“

”ہونا ہی تھا۔ سنی کے اس وجود میں روح کے سوا اور کیا ہوتا ہے۔ سادی شادابی روح کی ہوتی ہے۔ تم یہ لباس کہاں سے لے آئے.....؟“

”میری نہ پوچھو۔ میری دنیا ان کمندرات تک محدود نہیں ہے۔ میں فونہ جانے کہاں کہاں محو ہوتا ہوں۔ ان پہاڑوں سے مکہ دور سرسبز جنگلوں سے پرے ایک خوبصورت شہر آباد ہے۔ حسین عمارتوں کا شہر جہاں بے شمار لوگ رہتے ہیں۔“

”آ..... میں اس شہر کو جانتی ہوں۔ میں نے وہاں 20 سال گزارے ہیں۔ مجھے وہ شہر یاد ہے۔“
”کیا وہ تمہارا شہر تھا.....؟“

”ہاں..... وہ میرا شہر ہے۔“ مجھے اپنے دل میں حسرتیں ترپتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ نہ جانے کیا کیا یاد آتا جا رہا تھا..... ذہن کے در پہ کھل رہے تھے اور ان سے یادوں کی ہوا آ رہی تھی۔

وہی جس اس میں۔ اور اس پر تو گوشت آتا جا رہا ہے۔
بڑا دلچسپ تجربہ ہے شکی.....؟“

میں نے اعلانے کو دیکھا۔ سوچی ہوئی ہڈیاں گوشت سے پر ہو گئی تھیں۔ ان کا رنگ عی بدل گیا تھا۔ گودا گودا سفید گلابی آؤکتا خوبصورت بدن تھا..... لیکن لباس سے بے نیاز..... مجھے شرم آنے لگی۔ انوکھے ہوتے ہیں یہ بدن..... نہ جانے کیسے کیسے بوجھ لا لیتے ہیں خود پر۔

”نوی! کیسے! اپنا رخ بدل لو۔ ورنہ میں باہر آ جاؤں گی۔“

”میں سمجھ گیا۔ جیسے بے لباسی کا احساس ہو رہا ہے۔ انسانی بدن میں بس یہی خرابی ہے۔ وجود میں آتے ہی مصنوعی ضرورتوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ مگر ہم اس تجربے کو مکمل کریں گے۔ تم چند لمحے توقف کرو۔ میں ابھی تمہارے لیے لباس مہیا کرتا ہوں۔“

نوی نے اپنے بدن کو تولا اور دفعا میں بلند ہو گیا۔ میں برساتی تالے سے ہٹ کر اس چٹان پر آ بیٹھی جہاں تھوڑی دیر قبل نوی بیٹھا ہوا تھا۔ پانی کی بوندیں میرے بے لباس جسم کو بھگو رہی تھیں۔ لمبے لمبے بال زردی وین میں بھیک کر میری گردن اور سینے پر آ پڑے تھے۔ میں ان لمبے بالوں سے اپنے بدن کو چھپانے کی لگی..... حالانکہ یہاں کوئی نہیں تھا لیکن بس ایک احساس ایک فطری احساس مجھے شرم دلا رہا تھا۔
دفعا میں نوی اڑتا ہوا نظر آیا اور وہاں میں سٹ گئی۔

اس نے ایک لباس میرے اوپر ڈال دیا۔

”نوی! اب تم یہاں سے تھوڑی دیر چلے جاؤ تاکہ میں یہ لباس پہن لو۔“ میں نے کہا اور نوی نے

جی لگانے سے کیا فائدہ.....؟ تم بیٹھ لیسی ہی کوئی شرارت کرتے ہو لیکن یقین کر دو تمہاری یہ شرارت میرے لیے بڑی تکلیف دہ نہ ثابت ہوئی ہے۔ میں تمہیں بتاؤں نوئی! یہ بدن! یہ انسانی ڈھانچہ جو نہ جانے کتنے عرصے کے بعد تم نے مجھے دکھایا ہے میرا اچھا ہی ہے۔ ہاں..... میں اسے بھول چکی تھی۔ میں نہیں جانتی تھی کہ یہ کہاں پڑا ہوا تھا..... لیکن شاید میرا انتظار کر رہا تھا، وہ تمہاری شرارت نے مجھے ماضی کے تلخ یادوں میں ڈھکیل دیا۔ نوئی! انھیں اجازت دو کہ میں یہ ناپاک بدن چھوڑ دوں۔ جس کی کشائیں مجھ پر مسلط ہو گئی ہیں۔ مجھے دو آزادی پسند بے نوئی! جو مجھے فطرت کی جانب سے ملی ہے۔ ہاں..... میں آزاد رہنا چاہتی ہوں۔ میں یہ بدن چھوڑ رہی ہوں۔“

”ارے ارے سنو تو سہی! تم کیوں دیکھو یہ تو ہمارے دار و اختیار میں ہے۔ بھلا ہمیں یہ بدن چھوڑنے سے کون روک سکتا ہے۔ بدن چیزوں سے ہمارا مطابقت پکا ہے اب ہمیں کوئی بھی ان سے رابطہ رکھنے کے لیے مجبور نہیں کر سکتا۔ یہ تو بس ایک تحر ہے۔ ہے۔ ایک نغمہ تحر ہے جس کے بارے میں ہم عرصہ تک باتیں کرتے رہیں گے۔ آخر کوئی نہ کوئی موضوع تو تلاش کرنا ہی ہو گا۔ پرانی باتیں دوہراتے دوہراتے کتنا وقت بیت چکا ہے۔“

”ہاں..... نہ جانے کتنا شاید 25 سال پہلے ہی کی تو بات ہے۔ میں چھوٹی سی تھی میں۔ ہاں..... بڑا خوبصورت تھا میرا گھر۔ حسین ترین اور وہ بوز حاکم جواب نہ جانے کہاں ہے.....؟ اور اب سے پہلے مجھے یاد نہیں آیا جسے میں نے کہیں

”کیا تمہارے دل میں اس شہر کو دوبارہ دیکھنے کی آرزو نہیں ہے نہیں؟“ نوئی نے پوچھا اور پھر جلدی سے بڑا..... ”اب تو تمہارے سینے میں دل ہوگا؟“

”آرزو..... میں نے حسرت بھری آواز میں کہا۔

”کیوں..... کیا تمہارے احساسات نہیں جاگے؟ کیا تمہارا دل اب بھی مردہ ہے.....؟“

”نہیں نوئی!“

”اس شہر میں تمہارے اپنے لوگ ہوں گے۔ وہ سب وہں گئے جن کے درمیان تم رہی ہو؟“

”میرے اپنے.....“ میں حسرت بھری آواز میں بولی۔ ”نئے نوئی! مگر اب ان سے میرا کیا تعلق ہے۔ میرے اور ان کے رشتوں کے تو مارے دھاگے ٹوٹ چکے ہیں۔ میں فطرت سے بغاوت کی جرأت کہاں کر سکتی ہوں۔“

”بغاوت تو کوئی بھی نہیں۔ سکتا لیکن تغیر بنا۔ تجربہ دیکھو تو سہی! وہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ دیکھو تو سہی! ان میں سے کوئی نہیں یاد کرتا ہے یا سب بھول چکے ہیں۔ بس تغیر بنا۔ پھر ہم وہاں سے چلے آئیں گے۔ بالآخر ہمیں انہی کمزرات میں آ جانا ہوگا۔“

”ہاں کی! وہاں تیز ہو گئیں اور ذہن سکے درجوں میں گزراؤ۔ وہاں ماضی ابھرنے لگے۔ پھر میری آواز ابھری۔

”دل تو میرا بھی چاہتا ہے نوئی! مگر کیا کروں ان لوگوں کے درمیان جا کر..... کوئی بھی نہیں ہے میرا اور کوئی نہ تو اب ان میں میرا قسط کسی طور ممکن نہ تھا۔ دنیا سے برا مطابقت چکا ہے۔ پھر اس دنیا سے

اسے آبا۔ میں بڑی ہو چکی تھی اور میرے بدن کی رعنائیاں میری جوانی کی آمد کا اعلان کر رہی تھیں۔

سواں نے سوچا کہ دستور زبان نوہما ضروری ہے۔ مجھے بھی زندگی کے اس محور میں شامل کر دے جو ماہ و سال سے انسانوں کے گرد مسلط ہے۔ وہاں نے تلاش کیا مگر لمبے کسی ایسے نوجوان کو جو دولت مند نہ ہو اور میرے ساتھ اس کی کوئی بھی زندگی گزارنے پسند کر لے۔ حالانکہ میرا باپ اس ہندو دولت مند تھا کہ اگر وہ چاہتا تو میرے لیے بہت سے ایشیائی گھرانے مل سکتے تھے۔ ایسے گھرانے جو خوشی مجھے اپنا لیتے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ شکل و صورت میں ان میں سنگین فرق نہیں تھا۔ ایک بھی اور لڑکی ہونے کے ساتھ ساتھ دولت منی رکھتی تھی۔ جس کی ضرورت ہر شخص کو ہوتی ہے۔ لیکن نہ جانے میرے باپ کی سوچ کبھی تھی۔ وہ صرف ایسا لڑکا چاہتا تھا جو اس کی بیٹی کے ساتھ اسی کے گھر میں رہ سکے۔ ات اپنی بیٹی سے جدا نہ ہونا چاہے اور یہ نوجوان شاہ تھا۔ وہ تارنی فرم کا نیچر ایک ڈائسورٹ اور انارٹ نوجوان۔ میرے باپ کی نگاہ اس پر پڑی اور جب اسے معلوم ہوا کہ شاہ اس کا بیٹا نہیں تھا تو وہ بہت خوش ہوا اور اس نے دل میں سوچا کہ وہ شاہ کو شیشے میں اتار لے گا۔ یہ شخص ان کے تصورات کے عین مطابق تھا۔

پھر یوں ہوئے لگا کہ شاہ ہمارے گھر آنے لگا۔ وہ فرم کے کاموں سے ہی آتا تھا۔ ہمارا سا ڈراما سنا۔ میرے والد اپنے ملازمین کے ساتھ بہت سخت تھے اور ان کے ساتھ ملازم ان کی سخت مزاحی سے واقف تھے اس لیے ان سے خوف زدہ

تلاش نہیں کیا۔ زمین کے تالے وہ میرا باپ تھا۔ مجھ سے بے پناہ محبت کرتا تھا۔ مجھے دیکھ دیکھ کر جیتا تھا اس کی آنکھوں سے محبت طوفان بن کر اُمٹنی تھی اور میں اس طوفان میں ڈوب جا رہی تھی۔ بے پناہ چاہتا تھا مجھے اور میں بھی اسے اتنا ہی چاہتی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی نوئی! کہ اسے میری ماں سے پیار تھا۔ اتنا چاہتا تھا وہ میری ماں کو۔ اس نے ان کا ساتھ چھوڑا تو وہ کوئی سال تک ہسپتال میں داخل رہا۔ نیم دیوانہ ہو گیا تھا وہ اور اگر میں اپنی ماں کے خدو خال اٹھانے نہ کہتی تو شاید اس کی یہ دیوانگی اسے بہت پہلے موت ملی ہوتی۔ لیکن ڈاکٹروں نے مجھے اس کے سامنے پیش کیا شاید یہ کوئی نفسیاتی علاج تھا اور شیشے کو وہ پھر سے لی اٹھا۔ اس نے اپنی تمام محنتیں میرے لیے وقف کر دیں۔ بددہری محبت تھی۔ میرے خدو خال اس کی محبوبہ سے ملنے تھے اور میں اس کی بیٹی تھی۔ یہ دونوں نصیبیں مجھے حاصل ہو گئیں اور وہ زندگی کی جانب لوٹ آیا۔

وہ دولت مند آدمی تھا۔ دولت کی کمی نہ تھی۔ اس کے ملازموں نے اس کا کاروبار ان کی عدم موجودگی میں بڑی بہتاداری سے سنبھال رکھا تھا اور بعد میں بھی یہی ہوا۔

اس کی محبتیں میرے لیے وقف تھیں اور وہ مجھے دیکھ دیکھ کر جیتا تھا۔ زندگی میں کبھی اس نے کسی دوسری عورت کی آواز نہ سنی۔ بس میری ذات کا ایک ایک لمحہ اس کی زندگی تھا اور میں بھی اس محبت کرنے والے باپ کو بے پناہ چاہتی تھی۔

سو پھر یوں ہوا۔ زمانے کی ضرورتوں کا خیال

رہے تھے۔ صاحب کی وجہ سے۔ میں ان کے علاوہ کسی اور سے

معرعہ نہیں ہوتا اور پھر آپ تو ذرا سنی کی چیز ہی نہیں ہیں۔

”بے تکلف ہونا چاہتے ہیں؟“ میں نے اسے گھور کر کہا۔

”ہرج بھی کہا ہے۔ صرف اتنا بتا دیں کہ سبھ صاحب کتنی دیر میں آئیں گے؟ کہ میرے رکنے کا

دواں پیدا ہو جائے یوں بھی بہت ضروری کام ہے ان سے۔“

”مگر میں آپ سے بے تکلف نہیں ہو سکتی۔“

”میں مجبور نہیں کروں گا آپ کو۔“

”ذرا جلدی ایک گھنٹے میں آجائیں گے۔ انہوں نے مجھے فون کیا تھا۔“

”گو یا میرا اندازہ درست نکلا۔ آپ کس ایرائیم میں۔“

”آپ ذرا تک روم میں ان کا انتظار کریں۔ اندر چلے جائیں۔“

”اور۔۔۔ وہاں محض ہوگی۔ آپ اجازت دیں تو میں اس بیچ پر بیٹھ جاؤں؟“ اس نے ایک طرف

اشارہ کر کے کہا اور میں تاک سیکر ذکرِ غاوش ہو گئی۔ وہ مسکراتا ہوا بیچ کی طرف بڑھ گیا تھا۔ میں پھر چیل

فندی کرنے لگی۔ لیکن آہن اسی کی طرف تھا۔ تب اس کی آواز ابھری۔

”آپ میرا قرض نہیں ادا کریں گے کس ایرائیم؟“

”کیا۔۔۔؟“ میں نے غصے میں پوچھا۔

”میں نے آپ کو اپنا نام بتایا ہے۔ آپ پر بھی

پھر ایک شام میں نے اس خوفزدہ نوجوان کو دیکھا۔ میں اس وقت اپنی کونجی کے لان پر جھلندی

کر رہی تھی۔ میرے والد گھر پر موجود نہیں تھے۔ وہ

نیلے رنگ کی ایک کار سے اترا۔ شرعی رنگ کے

خوابسورت لباس میں لباس چھریات بدن کا لاکھ

سیا سیاہ بالوں کے خشک مجھے اس کے دودھ جیسے سفید

چہرے پر خوب سج رہے تھے۔ بڑی بانی سیاہ آنکھوں

میں جوانی کی جگہاں مزب رنی تھیں۔ وہ میری طرف

بھی آ گیا۔

”معاف کیجئے گا۔ سبھ ایرائیم صاحب گھر پر

موجود ہیں؟“

”آپ کو انظر آ رہے ہیں؟“ میں نے سوال کیا

اور میرے سوال پر وہ ڈکھلا گیا۔

”م۔۔۔ میں معافی چاہتا ہوں۔ آپ کو ذرا مزب

کہا۔“ اس نے کہا۔

”کتنی بار معافی مانگیں گے آپ؟“ میں نے

پوچھا اور وہ میری گہری سانسیں لینے لگا۔

”پھر والا۔“

”آپ کون ہیں؟“

”مینہ ایرائیم میر طرف نہیں ہوں۔“ میں اس کی

کفایت سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔

”میں ایرائیم ہیں؟“ وہ مسکرایا۔

”اس میں مسکراؤ کی کیا بات ہے؟“

”دیکھئے قانون! مجھے اندازہ نہ چکا ہے کہ سبھ

صاحب گھر پر نفرت نہیں رکھتے۔ اس سے قبل اگر

آپ نے مجھے کسی مذہب جو اس کیا ہے تو وہ صرف سبھ

دوسرے دن مجھے اس کا فون آیا وہی شرارت بھری باتیں..... ویسی ہی گفتگو مجھے اس کی گفتگو دلچسپ معلوم ہوئی تھی۔ پھر وہ اکثر ہاؤس آتا رہا..... ڈیڈی اسے بہت زیادہ لفت دینے لگے تھے۔ شاید ڈیڈی نے اس سے کوئی بات بھی کر لی تھی اور اسے اجازت دے دی تھی کہ وہ مجھ سے مکمل مل جائے۔

ایک آدھ ڈیڈی نے خود بھی مجھ سے اس کے ساتھ جانے کی سفارش کی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میں اس سے مانوس ہونے لگی..... غالباً یہی میرے ڈیڈی کا مقصد تھا۔ انہوں نے اس کی گہرائیوں میں جانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ بس اپنے طور پر فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ ان کے خیالات پر پورا اترتا ہے۔ میں چونکہ زندگی کے اس رخ سے واقف نہیں تھی اس لیے یہ پہلا شخص میری دلچسپی کا باعث بن گیا اور جب ڈیڈی نے اس کے ہاؤس میں مجھ سے سوال کیا تو میرے چہرے پر شرم کے تاثرات پھیل گئے۔

”کیسا لگتا ہے وہ تمہیں.....؟“ ڈیڈی مجھ نے سے پوچھا۔

”عجب سوال ہے ڈیڈی! ایک شریف آدمی ہے اچھا ہے اور بس۔“ میں نے جواب دیا اور ڈیڈی سنجیدہ ہو گئے۔ پھر پر خیال انداز میں بولے۔

”دراصل تمہی بیٹے اتم میری ولی واردات سے اچھی طرح واقف ہو۔ ہم ان ختم آلود ہتھوں کی چانپ نہیں جائیں گے۔ جن کا ہماری زندگی سے گہرا تعلق ہے۔ لیکن اتفاقاً تمہیں ضرور دیکھنا پسند کروں گا کہ تمہارے علاوہ میری زندگی میں کچھ بھی نہیں ہے۔“

فرض ہو گیا ہے کہ آپ اپنا نام مجھے بتائیں۔ یہ ایک طرح کا اطلاقی فرض ہے۔“ اسی وقت ایک ملازم ہاؤس میں آ گیا۔

”نیکس لی بی! چائے لگا دوں..... یا صاحب کا انتظار کریں گی؟“

”انتظار کروں گی۔“ میں نے جواب دیا۔

”شاید باؤ! آپ کے لیے چائے لے آؤں؟“ ملازم ات پچا تھا۔

”ضرور فضل بھائی! میں انتظار نہیں کروں گا۔“ اس نے جواب دیا وہ ملازم چلا گیا۔

میں اسے گھومتی وہی پھر بولی۔

”یہ فضل تمہیں کیسے جانتا ہے.....؟“

”میں اکثر یہاں آتا رہتا ہوں کس بھی! خادم ہوں آپ کا۔“

”سینہ صاحب کی فرم کا فیبر ہوں۔“ اس نے جواب دیا۔

ملازم کی وجہ سے اسے میرا نام معلوم ہو گیا تھا۔

کینہ مجھے جلاتا رہا..... چائے پیتا رہا..... اس دوران میں نے اس سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ جیسے ہی اس نے چائے ختم کیا ڈیڈی آ گئے۔ وہ وقت سے پہلے ہی آ گئے تھے۔ میں کسی تدریج پر ہو گئی تھی لیکن ڈیڈی کا

ہاؤس بے حد خوشگوار تھا۔ وہ اس سے بات کرنے لگے۔ انہوں نے اسے اودھانے سے منگوا لیا تھی۔

کافی دیر تک وہ بیٹھا رہا..... کچھ دیر کا وہ باری گفتگو ہوئی اور پھر ڈیڈی سے اجازت لے کر چلا گیا۔

میرے ذہن پر اس کا کوئی خاص تاثر نہیں تھا لیکن اس کے جانے کے بعد ڈیڈی اس کی تعریفیں کرتے رہے۔ وہ اس سے بہت متاثر تھے۔

”کبھی تکلیف دے بات ہے شعی! ہم لوگ اپنی بڑی دولت اتنی وسیع جاغیر کے مالک ہیں لیکن شادی کے بعد ایک بار بھی اس کا موقع نہیں ملا کہ ملک سے باہر جانے..... دینا دیکھتے..... مہرے دل میں بڑی آرزو ہے کہ میں ملک ملک کی سیر کروں۔“

”تو ڈیڈی سے بات کرو۔“

”میں بات کروں؟ میں تمہیں ایک بات بتا دوں شعی! لیکن شرط یہ ہے کہ تم محسوس نہیں کرو گی؟“

”کیا بات ہے؟“

”پہلے وعدہ کرو کہ تم کبیدہ خاطر نہ ہو گی اور نہ ہی میری طرف سے کسی ظلمتی کا شکار۔“

”چلو وعدہ؟“

”نہارے ڈیڈی نے نہارے ساتھ میری شادی کر کے ایک گھر دارا خرید لیا ہے وہی مثالی روایت قائم کر رہے ہیں جو گھر دارا دوں کے ساتھ کی جانی ہے۔ میں آج بھی ان کی فرم کا خیر ہوں اور جتنے وہ حیثیت حاصل نہیں ہے جو کہ ہونی چاہیے تھی۔“

”تمہیں کہاں اس کا احساس ہوتا ہے شاید؟“

میں نے سوال کیا۔

”ہر جگہ..... مجھے بناؤ تمہارا شوہر ہونے کے باوجود کسی چیز پر حق ہے؟ میں تو اپنی ہند کی ایک کار بھی نہیں خرید سکتا۔“

”تم اپنی پسند کی چار کاریں خرید لو شاید! میں تمہیں رقم دوں گی۔“

”تم دو گی تا..... بہ فرنی ہے مجھ میں اور تم میں شعی!“ وہ نئی سے مسکرایا۔

”تم ان باتوں کو محسوس مت کرو شاید! میں

شادی ایک اہم فریضہ ہے اور میں جانتا ہوں کہ مجھے ایک نہ ایک دن یہ فریضہ پورا کرنا ہے۔ البتہ میری خواہش تھی بیٹے! کہ اب کوئی نوجوان مجھے مل جائے جو تمہارے معیار پر بھی پورا اترے اور میں اسے اپنے ساتھ رکھ سکوں۔ شاید اس سلسلے میں میرے لیے باعث دلچسپ ہے۔ وہ تجاہے اور کوئی بھی نہیں ہے اس کا۔ اگر تم پسند کرو تو میں اس سے نہاری زندگی کے بارے میں بات چیت کروں۔“ میں نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن ڈیڈی نے خود ہی میری مرضی کا بغین کر لیا تھا۔ مجھے خاموش باکرہ وہ بولے۔

”تو میں یہ سمجھوں کہ تمہیں کوئی اعتراض نہیں

ہے؟“

”میں نے آپ کی کسی بات پر کبھی اعتراض نہیں کیا ڈیڈی!“ میں نے مسکرا کر کہا۔

اور پھر شاید میری زندگی میں داخل ہو گیا۔ کھنڈر اور شوخ سانو جوان۔ اس نے مجھے بتا دیا کہ۔

”وہ زندگی میں محرومیوں کا شکار رہا ہے۔ کوئی بھی نہیں ہے اس کا اور میرے مل جانے سے اسے دلی مسرت ہوئی ہے۔“

چنانچہ میں فلوں ول سے اس کی شریک زندگی بن گئی۔ میں نے اپنی تمام محبت اس پر بھرا کر دی اور شاید ہم میں کھل مل گیا۔

ڈیڈی نے اسے ہر سہولت فراہم کر دی تھی۔ اب وہ ان فرم کا غیر بلکہ ایک طرح سے مالک تھا۔ البتہ ڈیڈی اصول پرست آدمی تھے۔ اخراجات کے معاملے میں وہ ہمیشہ ہی سنجیدہ رہے تھے اور ایک حد تک پسند کرنے لگے لیکن بہ دور شاید کو پسند نہیں تھی۔

”ارے نہیں..... بھی! میں تو مذاق کر رہا تھا۔

ٹھیک ہے تم دونوں محکوم آؤ۔ میں تمہارا انتظار کروں گا۔“

”نہیں ڈیڈی! میں آپ کے بغیر نہیں جاؤں گی۔

یہ میرا فیصلہ ہے۔“ میں نے کہا اور ڈیڈی ہنسنے لگے۔

بہر حال ڈیڈی نے اسے کچھ اختیار دے دیے

اور وہ خوش ہو گیا۔ چند ہفتوں کے بعد اس نے دوبارہ

باہر جانے کی ضد شروع کر دی۔

”میں کب منع کرتی ہوں شاید! لیکن ہم ڈیڈی

کو بھی ساتھ لے جائیں گے۔“

”کیا.....؟“ اس نے حیرت سے کہا۔

”ہاں..... میں ڈیڈی کو تنہا نہیں چھوڑوں گی۔“

”تو پھر کیسے جانے کی کیا ضرورت ہے؟ یہاں

کیا برا ہے.....؟“ اس نے تلخ لہجہ میں کہا۔

”کیا تم ڈیڈی کو نا پسند کرتے ہو شاید.....؟“

”یہ بات نہیں ہے ننھی! بس ہمیں وہ آزادی

نہیں مل سکے گی۔ بات یہ ہے کہ میں اپنی طور پر آج

بھی خود کو ان کا ملازم سمجھتا ہوں اور ان سے بے تکلف

نہیں ہو پاتا۔“

”بہر حال جیسا تم پسند کرو۔“

ہم نے باہر جانے کا پروگرام بنالیا۔ خود ہی

ڈیڈی ہمارے ساتھ جانے پر تیار نہیں ہوئے تھے۔ ہم

دنیا دیکھنے نکل گئے۔ استقبال روم میں سن لئڈن سوئٹرز

لینڈ اور نہ جانے کہاں کہاں ڈیڈی اس دوران مجھے یاد

آتے رہے تھے۔ مجھے ان کی کوئی خبر نہیں ملی تھی۔

(جاری ہے)

✽✽✽

ڈیڈی سے بات کروں گی۔“

”نہیں ننھی! میری سکی ہوگی۔ تم ان سے کوئی

بات نہ کرنا۔“ اس نے کہا اور میں خاموش ہو گئی لیکن

میں نے بعد میں ڈیڈی سے اس موضوع پر بات کی

اور ڈیڈی مسکرائے لگے۔

”شوہر کی حمایت میں لڑنے آئی ہے مجھ سے

پہلی! یہ بتا کہ میں اس دولت کا کیا کروں گا..... میرے

کس کام آئے گی..... یہ تم دونوں کے لیے ہی تو ہے۔

لیکن کچھ توقف کرو۔ شاید بہت اچھا لڑکا ہے لیکن

بہر حال انجینی ہے۔ پہلے اسے پرکھ لوں۔ یہ کام جاری

ہے۔ میرے چند خاص آدمی اس کی نگرانی کر رہے

ہیں۔ اس کے بعد سب کچھ تم دونوں کو سونپ دوں

گا۔“

عجیب بات ہے ڈیڈی! آپ اب اسے پرکھ

رہے ہیں۔ جب وہ میری تقدیر کا مالک بن چکا ہے۔

میں کبھی ہوں وہ اچھا انسان ہے۔ کوئی خرابی نہیں ہے

اس میں۔ اسے کسی محرومی کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔“

”مگر وہ کیا چاہتا ہے.....؟“

”اسے کوئی حیثیت دی جائے۔ وہ اپنی مرضی

سے کچھ نہیں کر سکتا۔ وہ ملک سے باہر جانا چاہتا ہے۔

دنیا دیکھنا چاہتا ہے۔“

”تم بھی اس کے ساتھ جاؤ گی؟“

”ہاں..... ڈیڈی!“

”اور میں.....؟“ ڈیڈی نے درود پھرے لہجے

میں پوچھا۔ میں ایک دم خاموش ہو گئی۔ مجھے احساس

ہو گیا تھا کہ میں نے خود مرضی کی ہے۔

”آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں گے ڈیڈی!“

مجنون بتایا کہ ایک بایا خلیہ خود کو کو سختی باہنی
کے غنڈوں نے غلامی کا الزام لگا کر بڑی بے رحمی سے شہید کر دیا
تھا۔ حالانکہ وہ غلام نہیں و شاہ تھے اور ان کا جرم ہی و قابضانہا تھا

جرم و وفا

سیر سردارانِ قیوم

اس کہانی کا پتہ ہو سکتا ہے کچھ لوگ یہ کہہ کر انھیں کہ ان گھڑت اور کا اس ہے۔ اپنی رائے قائم
کر۔ نہ میں ہر کوئی آتا ہوں ہے۔ پوچھا ہے اور یہاں ایسے ایسے عجیب و غریب اور نقل کو پھندا ہے
والے واقعات لڑنا دے رہے ہیں ان کی قتل کوئی تو یہ بد پیش نہیں لگتی۔ یہ کہانی مجھے چا چا رہی
سعید نے سنا لی اور اللہ کو۔ ہضرا نظر جان کہ کیا کہ اس میں ذرا بھی سہاوت نہیں ہے ان کی یہ نظارہ فوق
الاعقل کہانی میں انھیں کی زبانی پیش کر رہا ہوں۔

ہندو کے کارخانے میں بطور اکاؤنٹنٹ کام کرتا تھا۔
ان ہندوستانہ کام پیش پانڈے تھوڑا سا ان کے کارخانے
میں بہت سن سے بوراں بانی جاتی تھیں۔
تیار تے گھر کے افراد میں میری والدہ والدہ
اور مجھ سے چھوٹی بہن انجم تھی۔ والد صاحب کو بی
اچھی تھوڑا ملتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ہم لوگ خاص خوشحال
زندگی گزار رہے تھے۔ والد صاحب نے بے غنتی اور ایماندار
تھے اور کام کے معاملے میں کبھی کوتاہی کے مرتکب
نہیں ہوئے تھے۔ اسی وجہ سے سچے پیش پانڈے نے
ان کو اپنے کارخانے میں زیادہ سے زیادہ سبقتیں
دے رکھی تھیں۔ ہم دونوں بہن بھائی اکثر والد صاحب
سے ضد کیا کرتے تھے کہ وہ ہمیں چنا گاٹک کی سیر
کرائیں۔ انہوں نے ہم سے وعدہ کیا کہ جلد ہی وہ
ہمیں سیر و تفریح کے لیے چنا گاٹک بلوائیں گے۔

ستو ڈھاکہ پوری امت مسلمہ کے لیے اور
خاص طور پر پاکستان کے لیے ستو غرض کے بعد
بہت بڑا سنا ہے۔ انہوں ہم نے اتنے بڑے ایسے
سے کوئی سبق نہیں سیکھا۔ پاکستان کا ہونے والا
تکمران اس عظیم سانحہ کو پس پشت ڈال گیا اور فرقہ
رفتہ ہم نے اسے بھلا دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب
بہارت نے دہلی کارواں بلوچستان میں شروع
کر دی ہیں اور اس کو پاکستان سے الگ کرنے کی
سازشیں کر رہا ہے۔ اللہ پاکستان کو ہر قسم کے بیرونی
اور اندرونی خطرات سے محفوظ رکھے۔ آمین!

ستو ڈھاکہ سے چند ماہ پہلے 1970ء میں
چنا گاٹک کے علاقہ منغل پور میں گیا تھا۔ ویسے میری
پیدائش مرن اور اوپلینڈی کے سنگھم پر وائے گاؤں
چھتری کی ہے۔ میرا باپ راجہ عباس چنا گاٹک میں ایک



ایک اویز عمر شخص تھا۔

”بابا بلیم خوند کر بڑے کام کا بندہ ہے۔“ والد صاحب بتلانے لگے۔ ”یہ میرا ہر کام کرتا ہے مثلاً کھانا پکا، ہمارا دوا بنچھا، کپڑے دھوئے اور استری کرتا وغیرہ۔ یہ میری تنہائی کا ساتھی بھی ہے۔ یہ بارہا جتا بہت اچھا ہے اور خاص طور پر بچھل پکانے میں ماہر ہے۔“ ہماری اتنی تعریفیں سن کر بابا بلیم خوند کر کود پھینے کی خواہش بڑھ گئی۔ والد صاحب نے بتایا کہ۔

اور پھر والد صاحب نے اپنا وعدہ پورا کرتے ہوئے ہمیں تبدیلی آپ، ہوا اور میر و قنبرج کے لیے چٹا کائیک بلو ایا، پیش پاندے نے ان کو کارخانے سے ملحق ایک خوبصورت گوارہ روے دکھا تھا۔ اس میں تین کمرے، کچن اور باتھ روم وغیرہ تھے۔ ایک چھوٹے خاندان کے لیے یہ بہت مناسب گوارہ تھا۔ مگر یلو کام کاج اور رکھنا پیکانے کے لیے انہوں نے ایک بنگالی کو اپنے ساتھ رکھا ہوا تھا جس کا نام بابا بلیم خوند کر تھا۔ وہ

یہی وجہ ہے کہ وہاں عام بنگالیوں کی خوراک زیادہ تر
بھلی کاسرلن اور ابلے ہوئے چاول ہیں۔ اکثر پھیروں
نے بڑی بڑی کشتیوں پر ہی اپنے گھر بنا رکھے ہوتے
ہیں اور وہ ساری زندگی پانی کے سینے پر گزار دیتے ہیں۔
تین چار گھنٹے خوب آرام کر کے ہم تازہ دم
ہو گئے۔ رات کھانے کا وقت ہو گیا تھا۔ بابا کلیم خوند کر
نے ہمارے لیے خاص طور پر بھلی تیار کی تھی۔ واقعی
اس سے پہلے ہم نے اتنی لذت بھلی نہیں کھائی تھی۔
پہنٹ بھرنے کے باوجود ذہن نہیں بھری تھی۔

بابا کلیم خوند کر بڑی دلچسپ اور نہ کشش شخصیت
کا مالک تھا۔ وہ ہمارے ساتھ پس گھل مل گیا جیسے وہ
ہمارا سا چاچا ہو۔ وہ ہمارے ساتھ بالکل بچہ بن کر
کھیلتا تھا اور بڑی مزے مزے کی باتیں سنانا تھا جو
ہمارے لیے نئی اور دلچسپی تھیں۔ شام کو وہ ہمیں بازار
لے گیا اور اناس کا تازہ جوس پلایا۔

والد صاحب نے ہمیں بتایا کہ۔
”بابا کلیم خوند کر کی ایک خوبی بتاؤ وہ بھول گئے
تھے۔ وہ یہ کہ بابا کلیم خوند کر بہت اچھا کہانی گو بھی ہے
لہذا اس سے کہانیاں ضرور سننا۔“ مجھے کہانیاں سننے
کا جنون کی حد تک شوق تھا۔ رات ہوئی اور سونے
کا وقت ہوتا تھا۔ میں نے ضد کی کہ۔

”میں تو بابا کلیم خوند کر سے کہانی سنو گا اور پھر
ان کے پاس ہی سو جاؤں گا۔“ یہ سن کر والدہ کو فخر
آ گیا اور انہوں نے اسے اچھا نہیں سمجھا مگر والد صاحب
نے مجھے بابا کلیم خوند کر سے کہانی سننے اور ان کے پاس
سونے کی اجازت دے دی۔

بابا کلیم خوند کر کا کمرد بڑا صاف ستھرا تھا۔ میں

”وہ کھانے پینے کا کچھ سامان لینے گیا ہوا ہے
اور آئے والا ہی ہو گا۔“

کچھ دیر بعد بابا کلیم خوند کر آ گیا۔ وہ گھسے ہوئے
بدن کا مضبوط آدمی تھا۔ اس کا قد عام بنگالیوں کی
طرح چھوٹا تھا اور رنگت بھی سائوٹی تھی۔ والد صاحب
نے ہمارا اس کے ساتھ تعارف کر لیا۔ وہ ہم سے بہت
خوش ہو کر ملا۔

”آپ کا والد میرے بھائیوں کی طرح ہے
بچو؟“ بابا کلیم خوند کر نے خوش دلی سے کہا۔ ”تم مجھے اپنا
تایا بچا سمجھو۔“

”تمہارے بیوی بچے کہاں ہیں بھائی؟“
امی نے اس سے پوچھا۔

اس سوال کو سن کر یک دم بابا خوند کر اوس ہو گیا۔
اس موقع پر والد صاحب نے مداخلت کرتے ہوئے
ہمیں بتا دیا کہ۔

”اس بے چارے کے بڑی بچے کئی سال پہلے
کشتی کے ایک حادثے میں ہلاک ہو گئے تھے۔ یہ
صدمہ اتنا بڑا تھا کہ اس کے بعد بابا کلیم خوند کر نے
دنیا سے بالکل منہ موڑ لیا اور پھر شادی بھی نہ کی۔“
والد صاحب نے بتایا کہ۔ ”مشرقی پاکستان ندی ناواں
کا دہس ہے۔ جس طرح ہمارے پاس ہمیں دہسین
چلتی ہیں وہاں مختلف علاقوں میں آنے جانے کے
لیے کشتیاں لائنیں اور منبر چلتے تھے۔“

پہلا دن تو ہم نے آرام کرنے اور وہاں کے
بارے میں معلومات حاصل کرنے میں گزارا۔ وہاں
ندی ناواں دریا وغیرہ زیادہ ہونے کی وجہ سے چاول
کی خوب فصل ہوتی ہے اور پھلی بکثرت پائی جاتی ہے۔

تھے۔ اس کے ساتھ ہی میرے کانوں میں عجیب سی آواز گونجنے لگی۔ آواز بہت واضح نہیں تھی لیکن پورے کمرے میں گونج رہی تھی۔ ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے کمرے میں بہت سی کہیاں یا بھڑکیاں آ رہی ہیں۔

میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کمرے میں نظر دوڑائی مگر کچھ دکھائی نہ دیا جبکہ جھنڈا سٹیل سلسل گونج رہی تھی اور چاروں طرف سے آتی محسوس ہوتی تھی۔ چاچا کلیم خوند کرچھر کے کسی بے جان وجود کی طرح ساکت تھے۔ میں نے ان کو ہچکچاتا مناسب نہ سمجھا اور پھر سو گیا۔

صبح میری آنکھ کھلی تو بابا کلیم خوند کر اپنے بستر پر موجود نہیں تھا۔ میں نے اٹھ کر انہیں تلاش کیا تو وہ بارہمی خانے میں موجود تھے۔ مجھے دیکھ کر انہوں نے کہا کہ۔

”جلدی سے نہا دھو کر آ جاؤ میں تمہارے لیے باداموں دیکھی تھی اور شہد سے ایک خاص قسم کا حلوہ تیار کر رہا ہوں۔ ایسا حلوہ تم نے زندگی میں کبھی نہیں کھایا ہوگا۔“

جب ناشتے کے ساتھ بابا کلیم خوند کرنے گرما گرم حلوہ لاکر میز پر رکھا تو کمرہ اشتہا انگیز خوشبو سے مہک اٹھا۔ سب نے جی بھر کر یہ حلوہ کھایا۔

”یہ حلوہ خالص دیکھی تھی اور خالص شہد سے بنا لگتا ہے۔“ میری والدہ نے کہا۔ ”یہ چیز تو خالص حالت میں اوجھڑنے سے بھی نہیں ملتیں۔ کہاں سے لائے ہو۔۔۔۔۔؟“

”میرے اندر دیکھی تھی اور شہد کو پر کھنے کی خصوصی صلاحیت موجود ہے۔“ بابا کلیم خوند کرنے کہا۔ ”میں

نے ان کے پاس جا کر بتایا کہ۔

”میں کہانی سننے آیا ہوں اور ان کے پاس ہی سوؤں گا۔“ یہ سن کر وہ بہت خوش ہوئے اور مجھے بنگال کی مشہور مٹھائی کھلائی۔ اس کے بعد انہوں نے ایک بڑی دلچسپ کہانی سنائی شروع کر دی۔ ان کا انداز ایسا سحر انگیز اور دل موہ لینے والا تھا کہ میں کہانی کے سحر میں گم ہو گیا۔

میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ بابا کلیم خوند کر کہانی تو مجھے سنار ہے تھے لیکن ان کی نظریں سلسل سانس والی کمزری پر لگی ہوئی تھیں۔ ان کا انداز ایسا تھا جیسے انہیں توقع ہو کہ ابھی کمزری کھلے گی اور کوئی محبوب چہرہ نظر آئے گا۔ ان کی پوری توجہ کمزری پر مرکوز تھی مگر اس کے باوجود کہانی کے سلسل اور دلچسپی میں کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ میں حیران رہ گیا کہ بھلا ایک شخص ایک ہی وقت میں اپنے ذہن کو دو طرف کیسے متوجہ رکھ سکتا ہے۔۔۔۔۔؟

میں نے بابا کلیم خوند کر سے پوچھا کہ۔

”وہ کمزری کی طرف اتنے غور سے کیا دیکھ رہے ہیں جبکہ مجھے وہاں کچھ بھی نظر نہیں آ رہا۔۔۔۔۔؟“ انہوں نے مسکرا کر مجھے بال دیار کہانی کہا آگے بڑھاتے گئے۔ کہانی سننے سننے مجھ پر زندگی سی چھانے لگی اور میں نہ جانے کب نیند کی آغوش میں چلا گیا۔

پچھتیس رات کا وہ کون سا وقت تھا جب میری آنکھ کھل گئی۔ مجھے بیٹاباب کی حاجت محسوس ہو رہی تھی۔ میں اٹھا تو میری نظر بابا کلیم خوند کر پر پڑی۔ میں دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ ابھی تک سوئے نہیں تھے اور سلسل اسی کمزری کی طرف تنگی لگا کر دیکھ رہے

کھینچتے تھے۔ بابا کلیم خوند کرنے میرا ہاتھ کچڑیا۔

”میں ان کے سانگیں رکشوں سے بچنا بیٹے!“ انہوں نے کہا۔ ”یہ اگر لنگ چائیں تو انسان کی ہڈی پیلی ہلا دیتے ہیں اور اس کا درد بڑی مشکل سے جاتا ہے۔“

وہاں کا بازار بہت بڑا تھا اور ہر قسم کی دکانیں موجود تھیں۔ بازار میں بہت سے دکانداران کے دوست تھے اور وہ آواز دے کر ان کو بازار سے تھے۔ کئی دکانداران نے یہ سن کر کہ میں مغربی پاکستان سے آیا ہوں مجھے گولیاں ٹاٹیاں اور دیگر تحائف بھی دیئے۔ یہ برکال کی خاص سوغاتیں تھیں۔

اب آہستہ آہستہ میری اور بابا کلیم خوند کر کی افسیت بڑھ گئی اور ہم عمر میں اتنا فرق ہونے کے باوجود بے تکلف دوستوں کی طرح رہتے تھے۔ میں روزانہ رات کو بابا کلیم خوند کر سے کہانی سناتا۔ اس دوران کبھی کبھی کمبلیوں کی جھنجھٹ بھی سنائی دیتی تھی لیکن نظر کچھ نہ آتا تھا۔ میں نے کئی بار اس آواز کا ذکر بابا سے کیا لیکن وہ بات ٹال جاتے۔ یہ ناریہ آواز میرے خواہوں پر سوار ہو گئی تھی اور میں اس راز کو ناش کرنے کے لیے بے چین ہو گیا۔

ایک دن بڑی عجیب بات ہوئی۔ میں حسب معمول بابا کلیم خوند کر کے ساتھ سیر کرتا: داچنا کا گت کی پھلی مار گیت میں طرح طرح کی پھلیاں دیکھ رہا تھا اور بابا کلیم خوند کر مجھے پھلیوں کی مختلف اقسام کے متعلق بتا رہے تھے۔ ابا تک بابا کلیم خوند کر چلتے چلتے رک گئے اور فضا میں کچھ سننے کی کوشش کرنے لگے۔

”کیا ہوا چاچا...؟“ میں نے حیران ہو کر پوچھا۔

دور سے ہی شہد کی رنگت دیکھ کر اور خوشبو سونگھ کر بتا سکتا ہوں کہ شہد خالص ہے یا نہیں۔ میں شہد دوست ہوں۔“

میری آنکھوں میں رات والا منظر گھوم گیا اور جھنجھٹا ہٹ کی پر اسرار آواز یاد آ گئی۔

”ہاں امی جان!“ میں نے کہا۔ ”رات کو دانی میں نے کمرے میں شہد کی کھیلوں کی آوازیں سنی تھیں۔“

ہم سب اس بات پر سب ہنس دیئے اور کسی نے اسے سنجیدگی سے نہ لیا۔ بابا کلیم خوند کر بھی مسکراتے ہوئے باورچی خانے میں چلے گئے۔

”مجھے تو یہ شخص بڑا پر اسرار لگ رہا ہے۔“ بابا کلیم خوند کر کے ہانے کے بعد والدہ نے میرے والد سے مخاطب ہو کر کہا۔ ”اس میں کوئی عجیب بات ضرور ہے جو میں محسوس کرتی ہوں لیکن بیان نہیں کر سکتی۔“ میں تو کہتی ہوں کہ ”میرے کوس کے پاس سونے کے لیے نہ بیجا کریں۔“

یہ تمہارا نام ہے۔“ والدہ صاحب نے میری والدہ کو قہقہہ دیتے ہوئے کہا۔ ”یہ بہت شریف اور بے ضرر سارا دمی ہے اور پھر تم نے کون سا یہاں مبینوں رہنا ہے۔ صرف چند دنوں کی تو بات ہے۔“

ہات آئی گئی ہو گئی۔

”اؤ تمہیں یہاں کے بازار کی سیر کراؤں۔“ ناشتہ کے بعد بابا کلیم خوند کر نے مجھ سے کہا۔

میں ان سے ساتھ چل پڑا۔ بازار میں بہت دشا تھا۔ وہاں کی نام چڑ سانگیں رکشے تھے اور اس کے علاوہ ایسے رکشے بھی تھے جنہیں چاندور کی بجائے انسان

”یہ بے دانا انسانوں سے اتنے دوست ہیں۔“ بابا نے فخر سے کہا۔ ”یہ میرے استاد کے اور نادار دوست ہیں۔“ انہوں نے ایک کبھی کو پکڑ کر چوما۔ پھر دوسری کو چوما۔ دونوں کھیاں بابا کے کان کے پاس آکر ”بھن بھن“ کرنے لگیں جیسے ان کے کان میں باتیں کر رہی ہوں۔ اس کے جواب میں بابا کے منہ سے بھی عجیب گنگناہٹ اُبھرنے لگی۔ یکے بعد دیگرے دونوں کھیاں فضا میں بلند ہوئیں اور جنگل کی طرف چلی گئیں۔

اس دن بابا نے بچے خوب گولیاں ڈالیں اور کھلونے لے کر دیے اور سیر کرائی۔ والہیں پر انہوں نے مجھے سمجھایا کہ۔

”شہد کی مکھیوں سے دوستی والی بات ایک راز ہے جو کسی کو معلوم نہیں ہے۔“

”میرا یہ راز تجھیں والہ ہی رکھنا ہے۔“ بابا نے کہا۔ ”تم کسی کو بھی حتیٰ کہ اپنے والدین کو بھی یہ بات نہ بتانا۔“ میں نے ان سے وعدہ کر لیا کہ یہ بات کسی کو نہیں بتاؤں گا۔

ایک دن ہم ایک جنگل سے واپس آ رہے تھے۔ اسی اواز اور اچھمی برساتی تھی۔ ایک سانپ نے رکشہ والا انجم کو کھڑک مار گئے۔ انجم زخمی ہو گیا۔ انجم جھپٹیں مار مار کر روئی تھی۔ بابا فیم خوند کر کے گھر پہنچے تھے شہد اور موسم سے بنی ہوئی کوئی روایتاثر دماغ پر لگائی تو تھوڑی دیر بعد ہی درد خائب ہو گیا۔

اب روزانہ رات کا یہ معمول بن گیا تھا کہ کہانی سنانے کے بعد بابا اپنی دوست شہد کی مکھیوں کو ڈالنا۔ کھیاں بڑے دلہانہ انداز میں اس کے پیروں پر بیٹھ

”خاموش رہو۔“ انہوں نے پراسرار سے انداز میں ایک ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”میرے دوست آنے والے ہیں۔“

”کون سے دوست۔۔۔؟“ میں نے حیرانی سے چاروں طرف نظر دوڑاتے ہوئے کہا۔ ”بچے تو کوئی نظر نہیں آ رہا۔“

”تم چند منٹ خاموش کھڑے رہو۔“ انہوں نے ذرا سخت لہجے میں کہا۔ ”پھر تم خود اس اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے۔۔۔ سامنے کی طرف نظر جما کر رکھو اور ڈرائیو نہیں۔“

میں نے حیران و پریشان ہو کر ان کی بات پر عمل کیا اور اس طرف دیکھنے لگا جدھر بابا کلیم خوند کر نے کہا تھا۔ مجھے فوری طور پر نظر تو کچھ نہ آیا لیکن جھنجھٹا ہمت کی آواز میں سنائی دینے لگی جو آہستہ آہستہ میرے قریب آ رہی تھی۔ پھر مجھے شہد کی مکھیاں نظر آئیں جن کا قد و قامت شہد کی عام مکھیوں سے بہت بڑا تھا۔ ان مکھیوں کے بڑے بڑے ہونے سے جھنجھٹا ہمت کی آواز میں نکل رہی تھی۔ دونوں مکھیوں نے قریب آ کر فضا میں گول چکر میں گھومنا شروع کر دیا۔

”آ جاؤ۔۔۔ آ جاؤ۔۔۔!“ بابا کلیم خوند کر کے منہ سے سرگوشی فضا آواز نکلی۔ ”یہ میرا دوست ہے۔“

اس کا فوری رد عمل ہوا اور دونوں کھیاں آ کر بابا کلیم خوند کر منہ پر بیٹھ گئیں اور اٹھکیلیاں کرنے لگیں۔

”یہ ہیں میرے دوست۔۔۔۔۔!“ بابا نے میری طرف دیکھ کر کہا۔ ”جن کا ذکر میں نے کیا تھا۔“

”یہ تو شہد کی مکھیاں ہیں بابا!“ میں نے حیرانی سے کہا۔ ”انسان کے دوست تو انسان ہوتے ہیں۔“

بیوی بچے کے ذوب کر ہلاک ہو جانے کے بعد میرا دل دنیا سے اچاٹ ہو گیا اور میں آبادی سے دور جنگلوں میں پھرنے لگا۔ ایک دن میں ایسے ہی ایک ویران علاقے میں پھر رہا تھا کہ مجھے ایک عجیب و غریب انسان نظر آیا۔ اس کے بدن پر لباس کے نام پر صرف ایک لٹوٹ تھا۔ سر اور داڑھی کے بال بے تحاشہ بڑھے ہوئے تھے۔ وہ اس وقت بڑی مشکل میں پھنسا ہوا تھا۔ اس کا نچلا بھڑا ایک درخت کے تنے کے نیچے دبا ہوا تھا اور اس کے نیچے سے نکلنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ ایک اور عجیب بات میں نے دیکھی کہ اس گرسے ہوئے سادھو کے سر کے اوپر بزاروں نہیں لاکھوں شہد کی مکھیاں بھینٹا رہی تھیں۔ میرے ذہن میں خیال آیا کہ یہ سادھو شہد اتا دتے ہوئے گر پڑا ہوگا۔ جتنا جس درخت پر وہ چڑھا تھا وہ کمر در اوڑھنے والا ہوگا۔ اب یہ سادھو اسی درخت کے نیچے آگیا تھا۔ میں اُن کی مذکر بنا چاہتا تھا لیکن مکھیوں کے ڈر سے آگے نہیں جاتا تھا کہیں مکھیاں اس سادھو کو چھوڑ کر مجھ پر حملہ آور نہ ہو جائیں۔ اسی وقت سادھو کی نظر مجھ پر پڑی تو اس نے کراہتے ہوئے کہا کہ۔

”مجھے یہاں نے نکالو۔“ میں نے اسے بتایا کہ۔

”میں مکھیوں کی وجہ سے آپ کے قریب نہیں آ سکتا۔“

”ان سے نہ ڈرو بالکل!“ اس سادھو نے کہا۔

”یہ میری دشمن نہیں دوست ہیں۔ یہ تمہیں کچھ نہیں کہیں گی۔“ میں اس کی بات سن کر حیران دو گیا کہ بھلا شہد کی مکھیاں بھی کسی کی دوست ہو سکتی ہیں۔ ضرور اس بوڑھے کا دماغ چل گیا ہے۔

جانتیں..... کبھی آنکھوں پر تو کبھی ناک پر۔ یوں لگتا تھا کہ جیسے وہ کھیل رہی ہوں۔ میں بڑی دلچسپی سے اس انوکھے اور دلچسپ لٹاؤے کا مشاہدہ کرتا۔ اس دوران مکھیاں بھینٹا ہٹ کی مخصوص آواز نکالتی تھیں اور بابا سلیم خوند کر بھی منہ سے عجیب سی گنگناہٹ بھری آواز نکالتے دجے جیسے ان سے اُن کی زبان میں باتیں کر رہے ہوں۔

ایک روز بابا کہنے لگے کہ۔

”میں تمہاری ان کے ساتھ دوستی کر دیتا ہوں۔ یہ بڑی اچھی دوست ثابت ہوں گی۔“ پھر انہوں نے گنگنا کر مکھیوں سے کچھ کہا..... تو مکھیاں ان کے چہرے سے اُور کف ناس ایک دائرے میں گھومیں اور پھر میری طرف آئیں پھر وہ دونوں میرے گالوں پر آکر بیٹھ گئیں۔

مجھے جبر جبری سی آگئی۔ میرا دل چاہا کہ ان کو ہاتھ مار کر آوازوں اور مگر بابا جیسے میرے دل کی بات جان گئے تھے۔

”ابامت کرنا جی!“ انہوں نے شفقت سے کہا۔ ”اس طرح یہ نا داخل ہو جائیں گی اور پھر تم سے دوستی نہیں کریں گی۔ ابھی یہ خود ہی اُڑ جائیں گیں۔“ اور پھر ایسا ہی ہوا۔ یہ زرا دیر بعد دونوں مکھیاں خود ہی اُڑ کر بابا کے پاس چلی گئیں۔ بابا نے بتایا کہ۔

”اب یہ تمہاری دوست بن گئیں ہیں۔“ میں نے بابا سے پوچھا کہ۔

”انہوں نے مکھیوں سے دوستی کس طرح کر لی اور ان کی زبان کیسے سکھ لی.....؟“

”یہ بڑی پرانی بات۔“ بابا نے کہا.....

سے کھیں سے دوستی کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ۔

”اس کے پاس ایک خاص قسم کا علم ہے جو اس کے گردنے سے دیا تھا۔ اس کی وجہ سے شہد کی مکیاں دوست بن جاتی ہیں۔“ پھر سادھو نے میری دوستی بھی شہد کی مکھیوں سے کرا دی۔ میں تقریباً تین مہینے تک اس سادھو کے ساتھ جنگلوں میں پھرنا رہا۔ اسی دوران سادھو نے مجھے بھی یہ علم سکھا دیا۔ اب میں جب چاہوں شہد کی مکھیوں سے رابطہ کر سکتا ہوں۔“ بابا نے آخر میں کہا۔ ”ان کا بتایا ہوا شہد حاصل کر سکتا ہوں۔ میں نے اس سادھو سے اور بھی بہت سا علم حاصل کیا جو بہت کام آتا ہے۔“

میں بابا کی سحر انگیز داستان سن کر حیرت زدہ رہ گیا۔

ہم تین ماہ کے لئے چنا گانگ گئے تھے۔ دو ماہ گزرنے کے باوجود میں نہ چلا۔ وہ بنگال میں ہمارے قیام کا تیسرا مہینہ تھا جب مجھے والد صاحب کچھ پریشان نظر آئے۔ وہ اکثر بابا سے ملک کے خراب ہوتے حالات کے بارے میں بات چیت کرتے۔

ایک دن میں نے سادھو بابا سے کہہ رہے تھے کہ۔

”اب حالات بہت خراب ہو چکے ہیں تم کل ہی جا کر بچوں کی داپھی کے ٹکٹ پٹی آئی اے بے بے بک کراؤ۔“

یہ اسی دن شام کا ذکر ہے جب بابا کلیم خود کر بازار سے کچھ سامان لینے گئے تو بڑی مایوسی اور گھبراہٹ میں واپس آئے اور بتایا کہ۔

پیشانی کبابی 25 ستمبر 2014ء

”میں جانتا ہوں تم میری بات کا یقین نہ کر دے گے۔“ سادھو نے کہا۔ ”لیکن تمہیں یقین کرنا پڑے گا۔“ میں ان کو دودھ جانے کا حکم دیتا ہوں۔“ اس کے ساتھ ہی اس نے مکھیوں کی جھنڈا ہٹ کے انداز میں منہ سے آواز نکالی شروع کر دی اور پھر میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب مکھیوں کا وہ بادل آہستہ آہستہ بلند ہونے لگا اور خاص بلندی پر جا کر ایک جگہ اڑنے لگا۔

”اب تو تمہیں یقین آ سکتا ہوگا۔۔۔۔۔؟“ سادھو کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ”میری مدد کرو۔“ میں اڑتے اڑتے سادھو کے پاس گیا اور اس کو تنے کے نیچے سے نکالنے کی کوشش کرنے لگا مگر یہ بڑا مشکل کام تھا۔ اچانک مجھے ایک طرف ایک لاشی پڑی نظر آئی جو یقیناً اسی سادھو کی تھی۔ میں نے لاشی کا ایک سرا درخت کے تنے کے نیچے ڈال کر پوری قوت سے اٹھایا تو درخت کا تنہ تو اڈ پر اٹھ گیا۔ سادھو رازدیکہ کرتے کے نیچے سے نکل آیا۔ اسے کوئی زیادہ چوٹ نہیں لگی تھی۔

اس سادھو نے میرا شکریہ ادا کیا اور مجھ سے پوچھا کہ۔

”میں اس جنگل دیرانے میں کیسے آ نکلا ہوں؟“ میں نے اس کو اپنی دکھ بھری کہانی سنائی تو اس نے مجھے تسلی دلا دیا اور کہا کہ۔

”ہمیشہ اودھانے کی رضا میں راضی رہنا سیکھو ہمیشہ خوش رہو گے۔“

میں چند دن اس سادھو کے ساتھ ہی رہا اور اس کی خدمت کرتا رہا۔ میں نے باتوں باتوں میں سادھو

اقت۔ پہلے بابا کلیم خوند کر گور کا بڑا دور وارہ کھول کر
بغیر جانے کہیں چلے گئے۔ ان کا یہ اندام ہمارے
والد صاحب اور والدہ کے لیے بے حد شوش ناک تھا
اور ان کے ذہن میں طرح طرح کے رسوت آنے
لگے۔

”نچے کلیم خوند کر پر شک ہے۔“ والدہ نے گھبرائی
ہوئی آواز میں کہا۔ ”وہ بنگالی غدار ہے اور ہمارے
صوت کا بندوبست کرنے کے لیے کتنی ہتھی کے بنیوں
کے پاس چلا گیا ہے۔ آخر اس کی رگوں میں بھی بنگالی
خون زور رہا ہے۔“ والد صاحب نے والدہ کو تسلیہ کرتے
ہوئے کہا۔

”مہرا دل نہ جانے کہیں کسی خطرے کی گواہی
دے رہا ہے۔ میرا بچہ یہی خیال ہے کہ کلیم خوند کر کسی
بد نیتی سے ہمیں جھوڑ کر چلا گیا ہے۔“

”اے یہ حالات میں ہم کہاں جا سیں؟“ والدہ
نے انجم کو اپنی آغوش میں لیتے ہوئے کہا۔ ”ہر طرف
دشمنوں کا ہاتھ ہے کتنی ہتھی کے غنڈے بچاؤں
کے خون کے پاتے پورے ہیں۔“

والد صاحب اور والدہ باپو کلیم خوند کر کے خلاف
طرح طرح کے شکوک کا اظہار کرتے رہے تھے لیکن جانے
کہیں میرا ذہن اور دل باپو کلیم خوند کر کے خلاف کوئی
بات تسلیم کرنے کو تیار نہیں تھا۔ ابھی یہ باتیں دور ہی
تھیں کہ بابا کلیم خوند کر گھبرائے ہوئے گھر میں داخل
ہوئے۔ ان کی سانس پھول رہی تھی۔ ان کا کپیلر کچھ
کریمیں تھی طور پر براہِ طینان، دھجبا کر دیکتی ہتھی کے
ارندوں کو اپنے ساتھ نہیں لائے تھے لیکن براہِ طینان
اس وقت پریشانی میں بدل گیا جب بابا کلیم خوند کر نے

”سالات بے حد خطرناک نوعیت اختیار کر چکے
ہیں اور ہندوؤں کے بنگالی اہل بیت غیر بنگالیوں خاص طور
پر سرکاری ملازمین اور عہدے داروں کا قتل عام۔ یہ
دروئی سے کر رہے ہیں۔ آپ کے لیے بہت خطرہ
ہے۔ راجہ صاحب!“ بابا کلیم خوند کر نے کہا۔ ”گنتی
پانڈے اور دوسرے ہندو آپ اور آپ کے بچوں کے
قتل کے منصوبے بنا رہے ہیں۔ آپ ابھی گھر سے
باہر نکلیں اور چند روز کھینکھینکے رہیں۔ میں باہر
کے حالات پر نظر رکھوں گا اور جیسے ہی بہتر جبری نظر
آئی آپ کو کسی محفوظ مقام پر پہنچاؤں گا۔“

سالات بہتر نوٹ ہوئے بلکہ خراب سے خراب
ترہ ہونے لگے۔ کچھ ایسوں کی غلطیاں اور کچھ بھارت
کی سازشوں نے مل کر بنگالیوں اور غیر بنگالیوں کے
دشمنی فرسٹ کی ایسی فلیج پیدا کر دی جس کو پاناٹا ممکن
ہو گیا۔ آئے روز ایسی خبریں آنے لگیں کہ فلاں جگہ
بنجالیوں کے تہذیب کو قتل کر کے زندہ جاوہر کیا۔ ہم
سبے ہوئے سارا دل گھر میں دیکھ رہے تھے۔ کتنی ہتھی
کے سر پھرے فوجیان ہر طرف دندا تے پھرے رہتے
تھے۔ بابا کلیم خوند کر چونکہ بنگالی تھے۔ اس لیے وہ باہر
آتے جانے رہے تھے۔

ایک دن رہا بازارت آرہے تھے کہ کتنی ہتھی
کے غنڈوں نے انہیں روک کر کہا کہ۔
”تمہارے ساتھ جو بنگالی چھپے ہوئے ہیں ان
سے کہو دینا کہ اب ان کی باری ہے وہ ہمارے ہیں۔“ تب
جسکی سن کر ہمارا خون خشک ہو گیا۔

مجھے وہ دن اتنی طرح یاد ہے۔ 13 نومبر کی
ایک سرد صبح جب صبح بھری نماز سے نثر یا آدھا

بھاگ نکلے۔ بابا کلیم خود کرا آگے آگے اور ہم دیوانہ وار ان کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔

”تم نہیں کہاں لے جا رہے ہو بھائی!“ والدہ نے پھولی سانسوں میں پوچھا۔

”یہاں سے آگے تھوڑا انگلیں ہے۔“ بابا کلیم خود کرنے کہا۔ ”اس جنگ کو عبور کریں گے تو آگے

بڑی سڑک آئے گی۔ اس کو پار کریں گے تو آگے فوجیوں نے ایک کھپ ہار کھابے جہاں غیر جنگیوں کو پناہ مل جاتی ہے۔ میں صبح سویرے یہی معلومات

حاصل کر کے آیا ہوں۔ یہ فاصلہ بہت زیادہ نہیں ہے لیکن اس وقت اس کو عبور کرنا پلی صراط پر چلنے سے کم

نہیں ہے۔ ہمارے پاس اپنی جان بچانے کے لیے اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں۔“

ہم لوگ زندہ گی میں کبھی اس طرح نہیں بھاگے ہوں گے جس طرح اس وقت بھاگ رہے تھے۔

موت ہمارے مقابلے میں تھی۔ آگے زندہ گی تھی پیچھے موت۔ از یادہ مشکل والدہ کو خوش آ رہی تھی۔ وہ

بھاگنے میں بڑی وقت محسوس کر رہی تھیں لیکن موت کا خوف انہیں بھگا رہا تھا۔

جگہ میں ہم جنگاتی علاقے میں داخل ہو گئے۔ جنگالیوں کو ہمارے فرا کا علم دیا گیا تھا اور وہ ہمارا مقابلہ کر رہے تھے۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ ہمیں جی کر

بٹھائیں دینا چاہتے تھے۔ ابھی ہم نے آواز دیا ہی تھا کہ وہ گولیاں اپنے پیچھے توڑ رہے تھے۔ ہم نے فوجی کے فائدے پر ہنسے کھڑے تھے۔

”سب کچھ اسی طرح ہوتا ہے والد صاحب نے فوجی کے فائدے پر ہنسے کھڑے تھے۔

”سب کچھ اسی طرح ہوتا ہے والد صاحب نے فوجی کے فائدے پر ہنسے کھڑے تھے۔

”سب لوگ ضروری سامان بکڑا اور نکلنے کی تیاری کر لو۔ میں اپنے کانوں سے سن کر آ رہا ہوں۔“

”جگہ کی فاصلہ سے تمہارا گھر اونٹنے کا پر وگرام بنا رہے تھے اور کچھ دیر میں اس طرف آنے والے

ہیں۔ جلدی کرو، بس تھمتی چیزیں بکڑا اور نکل چلو۔“

”یہ کیا بکواس کر رہے ہو تم؟“ والد صاحب نے غصے سے کہا۔ ”مجھے معلوم ہے تم بھی ان بد معاشرلوں کے ساتھ

پر ہے۔“

”بکواس میں نہیں تم کر رہے ہو راجہ عباس!“ بابا کلیم خود کرنے ایک دم بدلی ہوئی آواز میں کہنا۔

”تمہیں سامان کی پڑی ہوئی ہے اپنی اور بچوں کی جان کی فکر کرو۔ بدگمانی کرو گے تو سامان کے ساتھ

ساتھ جان سے بھی جاؤ گے۔“

”لیکن ہم کہاں جائیں کلیم خود کر بھائی!“ والدہ نے سسکتے ہوئے پوچھا۔

”اگر مجھ پر اعتبار ہے۔“ بابا کلیم خود کرنے جھپٹتی ہوئی آواز میں کہا۔ ”تو میرے پیچھے آ جاؤ ورنہ جو تم

لوگوں کے دل میں آتا ہے کرو۔ میں تو چاہا تمہاری وجہ سے وہ میری جان کے بھی دشمن بن گئے ہیں۔“

اتنے میں کہیں دور سے شہر اپنے دل کے شہر خرابے کی آوازیں آنے لگیں جو لوہے کی لچھریوں کی آوازیں تھیں۔ یہ آوازیں ہمارے دلوں کو ہلکانی تھیں۔

اب والد صاحب کے پاس بابا کلیم خود کر پر اعتبار کرنے کے علاوہ کوئی اور چارہ نہ تھا۔ ہم سب چند ضروری چیزیں لے کر بھرا ہوا گھر چھوڑ کر بابا کلیم خود کر کے پیچھے

میں ان سے باتیں کرنے لگے۔ پھر جس غزری سے کھیاں آئی تھیں اسی تیزی سے جنگل میں داخل ہو گئیں۔
 ”یہ میرے دفا دار دوست تھے راجہ عباس!“ بابا نے والد صاحب کو مخاطب کر کے کہا۔ ”یہ تیری اور تیرے خاندان کی زندگی بچائیں گے۔“
 اسی اثنا میں مکتی بانی کے غنڈوں نے آکر ہمیں گھیرے میں لے لیا۔

”ان ہتھیابیوں کو ہمارے حوالے کر دو حکیم خوند کرا۔“ ایک غنڈے نے لٹکار کر کہا۔ ”تو اپنی جان بچا کر بھاگ جا۔“

”میں نے ان کا نمک کھایا ہے۔“ بابا نے گرجدار آواز میں کہا۔ ”اور میں نمک حرام نہیں ہوں۔ میں ان کو بچانے کے لیے اپنی جان دے دوں گا۔“

”تو خدا ہے حکیم خوند کرا“ غنڈوں کے سر غنڈ نے کہا۔ ”لگتا ہے تیری رگوں میں نکالی پاپ کا خون نہیں ہے۔ تو اکیلا ہمیں کبے روک سکے گا۔ ان کی خاطر تو بھی جان سے جائے گا۔ چل بھاگ یہاں سے۔“

بابا نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور اس سست میں دیکھنے لگے جس طرف ان کی دوست کھیاں گئی تھیں۔ پھر ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے لاکھوں کی تعداد میں شہد کی مکھیاں کا ایک پادل نمودار ہوا اور وہ حسوں میں بٹ گیا۔ دونوں حسوں کے ساتھ ایک ایک بڑی مکھی بھی جیسے ان کی کمانہ کر رہی ہو۔ یہ دونوں جسے ہمارے اوپر آکر غمیر گئے۔ والدہ والدہ اور انجم بھی ہوئی نظروں سے بہ سب کچھ دیکھ رہے تھے جبکہ مکتی بانی کے غنڈے کچھ حیران اور پریشان ہو

جان کنی کے ان لحاظ میں ایک دم بابا حکیم خوند کرا رک گئے اور ہم سب کو بھی رکسنے کا کہا۔

”بہ کیا کر رہے ہو؟“ والد صاحب کو غصے سے کہا۔ ”اس طرف تو ہم سب مارے جائیں گے۔“
 ”کوئی فائدہ نہیں راجہ صاحب!“ بابا حکیم خوند کرا نے پراسرار سے انداز سے کہا۔ ”ہم ان سے بچ کر نہیں نکل سکیں گے۔ اب مجھے کچھ اور ہی کرنا پڑے گا۔“

مکتی بانی کے دونوں غنڈے تلواریں اور دوسرے ہتھیار لہراتے ہوئے ہمارے قریب آ رہے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ بنگلہ زبان میں نعرے بھی لگا رہے تھے۔ ”ہمارا بھاشا ہمارا بھاشا۔ بنگلہ بھاشا موت کو اتنا قریب دیکھ کر میں گھبرا گیا۔“

”بابا! خدا کے لیے ہمیں بچالو۔“ میں نے خوف سے بابا حکیم خوند کرا سے چمت کر کہا۔

”فکر نہ کر بیٹا!“ بابا حکیم خوند کرا نے ہنسی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھا اور زندگی ہوئی آواز میں کہا۔

”بابا! اور اس کے دوستوں کے ہوتے ہوئے یہ غنڈے تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔“ اس کے ساتھ ہی بابا نے آنکھیں بند کر لیں اور منہ ہی منہ میں کچھ بیڑوانے لگے۔ میں سمجھ گیا کہ وہ اپنی دوست شہد کی مکھیوں کو بلارہے ہیں۔ میں مطمئن ہو گیا جبکہ والدہ والدہ یوں حیرت سے بابا کو دیکھ رہے تھے جیسے اس کا دماغ چل گیا ہو۔

چند لمحوں بعد بابا کی دوست بڑی بڑی کھیاں گولی کی رفتار سے جھمکنائی ہوئی کسی طرف سے آئیں اور بابا کے چہرے کا طواغف کرنے لگیں۔ بابا ہنستا ہنستا

”جھ سے برداشت نہ ہو سکا اور میں ”بابا.....!“

بابا.....!“ کہتے ہوئے ان کے پیچھے دوڑ پڑا۔ وہ میری آواز سن کر رگڑ گئے اور دونوں گھٹنے زمین پر ٹیک کر دوڑاؤ ہو گئے۔ میں ان کے سینے سے لگ کر ہلک ہلک کوروں لگا۔ بابا مجھے سینے سے لگا کر سسکنے لگے۔

”اب تم اپنے والدین کے ساتھ چلے جاؤ دوست!“ انہوں نے مجھے الگ کرتے ہوئے کہا۔ ”جب حالات اچھے ہوں گے تو پھر یہاں آنا۔ میں تمہارا انتظار کروں گا۔“

میں بچے دل کے ساتھ بابا کو الوداع کہہ کر آگیا۔ پھر ہم گرتے پڑتے کھپ تک پہنچ گئے۔ وہاں سے ہم کیسے پاکستان پہنچے۔ یہ ایک الگ کہانی ہے جو پھر کبھی سناؤں گا۔

پھر وہ ساخ ہوا کہ ہمارا ایک بازو کٹ کر الگ ہو گیا۔

پھر کافی عرصے بعد جب بچھ دیس کے ساتھ رابطے بحال ہوئے تو میں نے بابا کلیم خوند کر کا پتہ کرانے کی کوشش کی۔ مجھے بتایا گیا کہ۔

”بابا کلیم خوند کر کو کتنی باہنی کے غنڈوں نے غدار کی کا اصرام لگا کر بڑی بے رحمی سے شہید کر دیا تھا۔ حالانکہ وہ غدار نہیں دغا دار تھے اور ان کا جرم ہی دغا نہانا تھا۔“

میں اس دن بہت زیادہ رو دیا تھا۔ وہ صحیح معنوں میں ایک سچے اور دغا دار دوست تھے اور وہ سچی بھانے کی خاطر انہوں نے اپنی جان قربان کر دی تھی۔ اللہ ان کو جوار رحمت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین

❦❦

بابا کلیم خوند کر نے پھر آنکھیں بند کر لیں اور بڑاوانے لگے۔ بیس ایک جرمانہ منظر دیکھنے کو ملا۔ کھیلوں کا گروہ دونوں طرف سے مکتی باہنی کے غنڈوں پر ٹوٹ پڑا۔ غنڈے دردناک آوازوں میں چیخے چلاتے بھاگتے لگے..... ذرا سی دیر میں غنڈوں کا پیر ہجوم سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ نکلا۔ کھیلوں نے دردناک ان کا پیچھا کیا اور واپس آکر ہمارے سروں پر منڈلائے لگیں۔

بابا کلیم خوند کر نے میری طرف دیکھا اور مسکرا کر مجھے اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ میں ان سے لپٹ کر ہلکنے لگے۔ ”اب کیوں روتے ہو بابا کی جان!“ انہوں نے رندمی ہوئی آواز میں کہا اور پھر میرا منہ چوم کر بولے۔ ”جائے اللہ تیری زندگی کی حفاظت کرے اور تیری عمر طویل ہو۔“

”ایک بات یاد رکھنا راجہ عباس!“ وہ میرے والد سے مخاطب ہو کر بولے۔ ”اول تو کسی کو دوست بناؤ اگر بناؤ تو پھر ایسا دوست بناؤ جو تجھ سے اور دغا دار ہو۔ پھر اس دوست پر اعتبار بھی کر دو۔ تم تو آزمائش کے پہلے مرحلے پر ہی ڈالواں ڈول ہو گئے اور مجھ پر شک کرنے لگے۔ میرا دل چاہتا تھا کہ تمہیں تمہارے حال پر چھوڑ کر چلا جاؤں لیکن تمہارے اس بیٹے نے مجھے دوست بنایا تھا۔ صرف اس کی وجہ سے میں نے تمہارا ساتھ دیا۔ جاؤ تمہیں اور تمہارے بچوں کو زندگی مبارک ہو۔“ بابا کلیم خوند کر نے پھر مجھے پیار کیا بھیجی آنکھوں کے ساتھ ایک طرف چل پڑا۔ کھیلوں کا سیاہ بادل اس کے سر پر سایہ کئے ہوئے ساتھ ساتھ اڑ رہا تھا۔

دنیا کی بہترین خوفناک پراسرار و بہشت ناک

حیرت ناک و وحشت ناک دل کو ہلا کر رو لگتے

کھترے کر دینے والی کہانیوں کا مجموعہ

ماہنامہ سچی کہانی لاہور

ماہنامہ سچی کہانی نے بہت جلد قارئین میں بے پناہ مقبولیت حاصل کر لی

اس لیے اس کی پہلی سہ ماہی "تقریباً 100000" کاپیاں فروخت ہو چکی ہیں۔

اس کی دوسری سہ ماہی مقبولیت حاصل کر چکی ہے اور آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی

پڑاوتیں تمام مقبولیت حاصل کر لیں تو اپنی سہ ماہیات و شمارتیں منسلک پتے پر

اس کی سہ ماہی بھی بھیج دیجئے۔

نرخ اشتہارات

15000 روپے	پچاس اشتہاری نکل
12000 روپے	ایک سو پچاس اشتہاری نکل
10000 روپے	ایک سو پچاس اشتہاری نکل
4000 روپے	ایک سو پچاس اشتہاری نکل
2000 روپے	ایک سو پچاس اشتہاری نکل

اس کی سہ ماہی کو بھیج کر اپنی اشتہارات شائع کروا چاہتے ہیں تو

ماہنامہ سچی کہانی کو نوٹس دے کر ان کے ذریعہ اپنا اشتہار ہمیں ارسال کریں۔ اپنے

اشتہارات پر مقرر نرخ بھیج کر ارسال کریں۔

ایک سال کے لیے اشتہارات پر 20% فی صد رعایت دی جائے گی۔

رابطہ: ماہنامہ سچی کہانی 29 حبیب پورک جہانگیر آباد لاہور

0314-4008530

دل بڑھانے کا
ایک نیا طریقہ

- کیا چھوٹا قدرتی احساس کمتری میں مبتلا کر دیتا ہے؟
- چھوٹے تندرکمزور صحت کی وجہ سے اکثر بچے بچوں کے رشتے نہیں ہو پاتے۔
- چھوٹے تندرکمزور صحت کی وجہ سے نوکری نہیں مل پاتی۔
- چھوٹے قد کی وجہ سے لڑکیاں اسسٹریٹوں اور سٹور ہر کے طعنوں کا نشانہ بنتی ہیں۔
- چھوٹا قدرکمزور صحت بچوں کی صلاحیتوں کو زنگ لگا دیتا ہے۔ تو پریشان ہونا چھوڑیے

آپ میڈلسن کا ساتھ دیں • میڈلسن آپ کا ساتھ دے گی

بچوں کے چھوٹے قد سے پریشان نہ ہوں 30 سال تک کے لڑکے لڑکیاں اپنے قد میں اضافہ کر سکتے ہیں جو ان ہو نیوالے لڑکے لڑکیوں کو پروٹین کی بہت ضرورت ہوتی ہے اس کی کمی کی وجہ سے قدر بڑھنا رک جاتا ہے صرف 10 فیصد بار فونز کی کمی میڈیٹی سے ایسا ہوتا ہے۔ اس دوران طبیات زیادہ

کریں • تاکہ
بڑھوتری
جلد ممکن
ہو سکے۔

ایڈیل لائٹ ٹیبلٹ

قدر بڑھانے کا ایڈیل

12 سے 18 سال تک عمر: قد میں 6 انچ اضافہ
19 سے 24 سال تک عمر: قد میں 4 انچ کا جاس
25 سے 30 سال تک عمر: قد میں 2 انچ اضافہ

اچھے قدر بڑھانا ہے حد آسان

وقت میں یقینی اضافہ

چھوٹے قد والوں کے لئے لمبی خوشی ہے

0313-5022903

گرتے بال، سکری خشکی، چہرے پر کیلی
جھانیاں، داغ، دھبے، فالٹو بال، کمالی
رنگت، جوڑوں کا درد، گردن پتھری معدن
دماغ ہر قسم کی کمزوری کا مکمل علاج

کورس ہڈی V.P روانہ کیا جاتا ہے خرچہ 50 روپے
صبح 11 بجے سے 6 بجے تک کر کے VP منگوا سکتے ہیں

0313-5022903 - 0334-0709800

WWW.DEVA.PK.COM

اپنی صحت کے بارے میں مفت کتابچہ منگوانے کیلئے اپنا نام پتہ SMS کریں
0313-5022903

قسط نمبر 4

پیرائے دار شہریت

کچھ..... واجد نگینتوی

”تمہیں جھوٹ بولتے شرم نہیں آتی۔ صاف صاف کیوں نہیں کہتے کہ اب چوری Steal کرتا ہوں“ سی آئی ڈی انسپکٹر سید واجد حسین نقوی کا پارو اونچا ہو گیا۔

”انسپکٹر صاحب! آپ یقین کریں یا نہ کریں لیکن یہ حقیقت ہے کہ مجھے نہ جھوٹ بولنے کی عادت Habit of fatelling lif ہے اور نہ چوری کی۔ جو بات جج جج قحقی دو میں نے آپ کو بتادی۔ اب اگر آپ کی یہی خواہش Desire ہے کہ میں جیل Prison جاؤں تو خوشی حاضر ہوں۔ جو میرے حق میں اچھا ہے کہ کچھ عرصہ تک تو فکر معاش سے آزاد ہو جاؤں گا“ مجرم پچو کا لہجہ کافی جوشیلا Excited ہو گیا تھا ”کیا مطلب؟“ سی آئی ڈی انسپکٹر سید واجد حسین نقوی نے قد دو میسے لہجے سے پوچھا۔

”مطلب یہ کہ باب بدرالدین کی وفات کے بعد مجھے تعلیمی سلسلے کو ترک کرنا پڑا۔ کچھ دنوں تک گھر کے اٹارنے نے میرا اور بیوہ ماں کا ساتھ دیا۔ آخر میں ماں کو جو خے کا سہارا دینا پڑا اور کچھ محلے محلے کے بچے اور بچیاں الف بے تے پڑھنے آ جاتی ہیں لیکن ان سب کی مجموعی آمدنی Total Income والدہ بہتو کے ہی گزارہ کے لئے کافی ہوتی ہے۔ جس کے نتیجے میں کسی وقت ”چولہا Stove جلا ہے ورنہ

گھل رہنا“ کے خان بہادر ڈپٹی سید زباب علی ترمذی صاحب نے پولیس چوکی تجنیز سول لائن میں باقاعدہ رپورٹ تقریب میں ہنگامہ بھریا کر نے والوں کے خلاف لکھوائی تھی۔ اس لئے ساجد حسین سید واجد حسین نقوی کے سراغ لگائے مجرم کو گرفتار Arrest کر کے سی آئی ڈی انسپکٹر سید واجد حسین نقوی کے دو برد چیش کرنے میں پولیس کو کسی خاص وقت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔

سی آئی ڈی آفس میں داخل ہونے والے بارودی کاٹشیل سید محمد ضیاء نقوی نے سی آئی ڈی انسپکٹر سید واجد حسین نقوی کو سلوٹ Salute دیا اور جھکڑی پیچے مجرم پچو کو میز کے سامنے کر کے خود پیچھے ہٹ گیا۔

”تمہارا نام؟“ سی آئی ڈی انسپکٹر سید واجد حسین نقوی نے مجرم پچو پر ایک گہری نظر ڈالتے ہوئے سختی سے پوچھا۔

”جی! مجھے پچو کہتے ہیں مجرم نے کافی شائستہ لہجے میں جواب دیا ہوں اور کام کیا کرتے ہو؟“ سی آئی ڈی انسپکٹر سید واجد حسین نقوی لہجہ کی گراہٹ اب نری میں تبدیل ہو چکی تھی۔

”پہلے پرائمری اسکول محلہ بارودی کا طالب علم تھا۔ اب بیکا دیوں اور زیادہ وقت یاد باؤزی میں گزارتا ہوں“ پچو نے بڑی سادگی سے جواب دیا۔



لڑکے اپنے ہی اسکول بھاسٹروں سے ٹیوشن پڑھتے
ہیں تاکہ پاس ہونے میں آسانی رہے۔
اسٹران صاحبان بھی کیا کریں؟ سہیل کو
پینچ بنگلے ہے پھارے اپنی ٹیکل آمدنی Low
Income میں نہ جانے کس طرح کتبے
Family کی پرورش کرتے ہیں۔ اپنی طویل
داستان Long Story کہنے کے بعد چوڑے
ایک لمبی ٹھنڈی سانس لی۔ چوکی دروہری کہانی کو سطر

بعض دفعہ پانی پی کر غصے کر سوتا پڑتا ہے۔ میں خود تو
پانی، پیکول Matric بھی پاس نہیں۔ آج کل تو
لوچی تعلیم Higher Educated والوں تک
کو ملازمت نہیں ملتی۔ بیکاری
Unemployment ملک میں کس قدر پھیلی
ہوئی ہے یہ بات تو آپ خوب اچھی طرح سے
جانتے ہو گئے ملازمت تو درکنار مجھے پرائیویٹ
ٹیوشن Private Tutition تک نہیں ملتی
کیونکہ اسکولوں میں ایک عام رواج سا ہو گیا ہے کہ

سے طعہ ہوتا پڑتا ہے۔

سی آئی ڈی انسپکٹر سید داہد حسین فتویٰ نے ایسی سے کل حالات سننے ہوئے سوال کیا "اچھا تو سب ٹھیک ہے لیکن گل رعنا والا معاملہ کیا ہے؟"

"بات بڑی معمولی سی تھی کہنے ہوئے شرم بھی آتی ہے اور ہنسی بھی ہوا ہے کہ ہمارے ایک ساتھی اشتیاق نے اپنے جسے کینٹائی کڑے کی طشتری جیب کرنے کے علاوہ سالن کی بھی صفائی کر دی۔ بس انہی ذرا سی بات پر دونوں میں تو 'میں میں ہونے لگی فزیت ابھی خاصی دھج سستی تک پہنچ گئی۔ گرم خون Hot Blood جو ٹھہرا۔ ہم ان لوگوں کے ان کے گھر گئے۔ خیر ہمت اتنی میں سمجھ کر، ہاں سے نو دو گیارہ ہو گئے۔" پوچھنے بڑی مشکل سے اپنی بات پر قابو پانے ہوئے کہا۔

"اچھا سب بات تو صاف ہوئی لیکن محمد سلیمان فتویٰ ایہ اے اہل اہل کی جیڑ میں گھنڈی صاحب کے گھر میں داخل ہونے والا سمیان کون ہو سکتا ہے؟" سی آئی ڈی انسپکٹر سید داہد حسین فتویٰ نے پوچھا اس کے چہرہ اور لبوں پر مسکراہٹ نمود کرائی تھی۔ دو ہمارے کلب کا سب سے بہادر ممبر اقبال ہے کبھی کبھی بھوک کی شدت سے جتاہ ہو کر بغیر کسی خاص فخریب کے بھی ان نہ مان میں جبراً سمیان بن جاتا ہے لیکن آج تک رکاز کا قائم ہے کہ کبھی کوئی چیز باز بروسی نہیں وصول کی۔ صرف خوب سیر ہو کر کھانا ضرور کھانا ہے۔" پوچھنے بات ختم کی۔

"خیر بات یہاں تک نودان میں مل سکتی ہے کہ اب خاموشی کے ساتھ امیر لوگوں کی فزریات میں کھائیں نہیں لیکن گھر کے اندر داخل ہونے والا

سی آئی ڈی انسپکٹر سید داہد حسین فتویٰ یہ بھول گیا Forgot کہ وہ سی آئی ڈی انسپکٹر ہے اور پوچھ مجرم اسے پوچھ پڑس آگیا اس نے ہانڈ کے اشارے سے پوچھ کو کرسی پر بیٹھ جانے کے لئے کہا اور نرمی سے گل رعنا والے قصہ کا معلوم کیا۔

"حضور والا اصل میں حقیقت یہ ہے کہ ہم کچھ لاوارث اور پریشان حال نوجوانوں نے مل کر ایک کلب قائم کر رکھا ہے۔ جس کا مقصد ہے۔ یتیم Orphans اور یتیموں Widows کی ہے موت خدمت کرنا۔ ان کے لئے ضرورت پڑنے پر روسا اور والدین لوگوں سے چھوٹے موٹے چندے اکٹھے کرنا اور ان کے وگہر کاموں میں ہاتھ ملانا۔

اس کے علاوہ ہم شہر کے تمام بڑے لوگوں کی ان فزریات میں حصہ لینے ہیں جو کھانے سے متعلق ہوتی ہیں۔ اس کے لئے ہمیں پہلے سے باخبر ہونا پڑتا ہے۔ بڑے لوگوں کے یہاں شرکت کرنے والوں کی تعداد اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ مدعو کے Invited اور بغیر مدعو کے With out invited لوگوں کی شناخت Identity نہیں کی جاسکتی۔ اس طرح سے ہم کلب کے نوجوانوں Youngers کا خوراک کا مسئلہ Problem of food کسی حد تک حل ہو جاتا ہے کیونکہ رئیس لوگوں کے ہاں آئے دن کچھ نہ کچھ ہوتا ہی رہتا ہے۔ جس میں شہر کے فداوت لے کر حاکم تک موجود ہوتے ہیں ہماری پارٹی کا کوئی جوان جوری با کسی غلط کام میں بھی حصہ نہیں لیتا کیونکہ ایسا ثابت ہو جانے پر اسے ممبری سے خارج ہوتا پڑتا ہے ہم سب نوجوان تلاش و روزگار میں سرگرداں رہتے ہیں۔ ملاومت ملنے پر کلب کی ممبری

ڈی انسپکٹر واجد بھی محفوظ ہوئے بنادرہ سکا۔

”آؤی دلچسپ معلوم ہوتے ہو۔ میری طرف سے تم سب کلب کے ممبران کو کھلی چھوٹ ہے۔ جب ضرورت سمجھو میرے یہاں کھانے پر آ سکتے ہو“

”بہت بہت شکریہ۔ انسپکٹر صاحب“ اور اصغر عرف پو کے سلام کر کے رخصت ہونے کے بعد سارجنٹ سید ساجد حسین نقوی نے اپنی عافیت اسی میں سمجھی کہ وہ خود بھی وقت سے پہلے آفس سے رخصت ہو گیا اور نہ دفتر والوں کا تنہا مشق بننے میں کوئی کسر نہ رہی تھی۔

شب کی نیت ناک تاریکی کی سینہ چیرتی ہوئی ایک فلک شکاف چمک پڑی ہوئی۔ سی آئی ڈی انسپکٹر سید واجد حسین نقوی جو بڑی گہری نیند Fast Sleep سویا ہوا تھا۔ ایک ہی جست Jump میں پلنگ سے نیچے کود پڑا۔ وہ بے قدموں کی چاپ Sound of slowly Walking وہ سن پڑا تھا۔ جو ہندرج اب کم ہوئی جاری تھی۔ موقع کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے اس نے نہایت ہوشیاری سے ہاتھ بڑھا کر اپنے پلنگ کے سرہانے والی پاکٹ Pouch Storch کو اٹھا لیا۔ نارنج کی مدہم روشنی میں اس نے کمرے کا جائزہ لینا شروع کیا۔ سب ہی چیزیں بدستور ٹریٹ سے رکھی ہوئی تھیں اور چند ساعت پہلے کی چمک کو یاد کر کے اسے اپنی ماں سیدہ کنیز چغتائی زوجہ سید واجد حسین نقوی کا خیال آیا۔

اور بڑی بے یقینی سے اس نے ماں سیدہ کنیز چغتائی کے پلنگ پر نارنج کی روشنی ڈالنے کے ساتھ ساتھ اپنی نظریں دوزخ میں اور۔۔۔ اور۔۔۔ وہ خود بھی

معاذہ نازک ہے اور قابل گرفت بھی۔ اس بار تو میں تم سب کو معاف کئے دیتا ہوں اور میری طرف سے اقبال کو بھی تنبیہ Warning کر دیتا۔ کہ آئندہ وہ اس قسم کی کوئی بھی شرارت Activity نہ کرے“

”دیوان جی! ان کے ہاتھوں سے ہتھکڑی کھول دو اور ان کو جانے دو“ سی آئی ڈی انسپکٹر سید واجد حسین نقوی نے حکم Order دیا۔

کاننیل رضوان نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور سلوٹ دے کر باہر نکل گیا اور سارجنٹ سید ساجد حسین نقوی جو کافی منہمک ہو کر یہ سب کچھ بہت دیر سے سن اور دیکھ رہا تھا بڑا برا کر بولا۔ ارے ارے انسپکٹر صاحب! آپ نے میرا مطلب کہ من گھڑت جھوٹی داستان پر یقین کر لیا اور مجرم کو صاف بیچ نکلتے کا موقع فراہم کر رہے ہیں پھر تو آپ نے خوب جاسوسی کی چیڑ زاپ کی آواز سن کر سی آئی ڈی انسپکٹر سید واجد حسین نقوی کچھ دیر کے لئے گھبرا گیا۔ پو کے ہاتھ میں پستول تھا جو اس نے اپنی سلی چٹلون کی جیب سے نکالا تھا۔

”دیکھا دیکھا“ میں نہ کہتا تھا سارجنٹ سید ساجد حسین نقوی نے اپنی لاکھڑائی زبان میں جملہ اچھورا کیا۔

سی آئی ڈی انسپکٹر سید واجد حسین نقوی صاحب ڈر گئے پو جس کا اصل نام اصغر تھا نے ایک زوردار قہقہہ بلند کرتے ہوئے اپنا پستول اچھال کر میز پر پھینکا۔

سی آئی ڈی انسپکٹر سید واجد حسین نقوی نے پستول اٹھا کر بغور دیکھا بالکل اصل کی نقل تھا لیکن مصنوعی صرف پچوں کا کھلونا اس مذاق سے سی آئی

کھلی ہوئی ملی۔ اس سے جیستر بھی بہا تھا تو ہو چکا تھا جبکہ رب سے پہلی شب وہ یہاں سو رہا ہوا تھا اور نہ جانے کیا سوچ کر وہ نیزی سے باہر نکل گیا۔

ناؤج کی مدد سے اس نے کافی چھان بین کی لیکن معاملہ مغربی رہا۔ دابھی پر اس نے محسوس کیا کہ اس سیدہ کنیز چھٹی جاگ گئی ہے۔ کروٹ بدلتے ہوئے ماں نے جو جھانکنا یا ہے بنا دیا؟

”کچھ نہیں“ کچھ نہیں یوں ہی ذرا پشیمان Urine کرنے اٹھا۔ غصہ سی آئی ڈی انجیکٹر سیدہ اجد حسین نفوی نے اس وقت ماں سیدہ کنیز چھٹی کو پریشان کرنا مناسب نہیں سمجھا He did not thing to disturb his mother گھڑی پر ایک اچھتی سی نگاہ ڈالی۔

نہیں بچ کر نینتیں سیکند ہوئے تھے۔ صبح کی نموداری اب دور نہیں ہے۔ یہ سوچ کر اس نے پولیس کو مطلع کرنا اس وقت مناسب نہیں سمجھا۔ خادمہ زلیخا کی لاش کو بغیر بلائے جانے پادرو سے انجی طرح ڈھک دیا۔

لائٹ آف Light off کر کے اس نے سونے کی عاکام کوشش کی۔ نیند کا کوس پڑ نہیں تھا۔ طبیعت سخت پریشان تھی۔ آج کا واقعہ کوئی معمولی بات نہ تھی۔

اگرچی سی آئی ڈی انجیکٹر سیدہ اجد حسین نفوی نے اچھی طرح یہ اندازہ کر لیا تھا۔ کہ خادمہ زلیخا کا ہارٹ فیل Heart fail ہو گیا تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ خادمہ زلیخا نے کسی ایسی خطرناک چیز کو دیکھا ہوگا جس کے رد عمل میں اس کا ہارٹ فیل ہو گیا۔ اگر صرف قدرتی موت ہوتی تو جیج کا

Bending of انکھنوں کے بل ankle سرک کر ماں سیدہ کنیز چھٹی تک جا پہنچا۔ ماں..... ماں..... جاؤ سے منہ ڈھکا ہوا تھا۔ اس کا دل دھک دھک کرنے لگا اور اس نے گھٹنے کے بل بیٹھ کر جاؤ کا پوالت دیا۔ تاکہ قریب ہاتھ رینے سے یہ محسوس ہوا کہ سانس ٹھیک چل رہی تھی غفلت کی فیند سوئی ہوئی تھی۔ یہ معلوم کر کے کہ ماں سیدہ کنیز چھٹی بخیریت ہے اسے سکون Peace ہوا۔

ماں سیدہ کنیز چھٹی کی طرف سے اپنا اطمینان کرنے کے بعد دو کھڑا ہو گیا۔ گھر سے میں سنا تھا۔ کچھ سوچتے، دے اس نے سوچ پور Switch Board کی طرف ہاتھ بڑھا کر لائٹ آن Light on کر دی۔

اس کی آنکھیں پھٹی کی بھنی رہ گئیں۔ خادمہ زلیخا اپنے بستر پر عجیب حالت میں پڑی ہوئی تھی۔ ایک ہاتھ پٹنگ سے نیچے بھول رہا تھا۔ چہرہ پر پڑمردگی اور خوف کے لمبے لمبے تاثرات نمایاں تھے آنکھیں کھلی کی کھلی دو گئی تھیں۔ بڑی پھرتی سے آگے بڑھ کر اس نے خادمہ زلیخا کی نینوں کا جائزہ لیا۔

روح کبھی کی پرواز کر چکی تھی اور اب سی آئی ڈی انجیکٹر سیدہ اجد حسین نفوی کے سامنے ایک ٹھنڈی لاش Cold dead body پڑی ہوئی تھی۔ کچھ دیر کے لئے اسے ایسا محسوس Feel ہوا۔ جسے کہہ خواب Dream ہو۔ یہ سب کچھ اس کے لئے غیر متوقع تھا لیکن کب تک؟ اسے حقیقت کی دنیا میں دابھی آتا پڑا۔ اسے سامنے کے کواؤں کی کنڈی

انہیں ہو جانا ایک فطری عمل تھا۔ اس نے سوچا آہ
بہادی کتنی خدمت مگر ارمی۔ اور وفا دار بھی نہ جانے
کیوں اس کی آنکھوں میں بوزہمی خاوسہ زلیخاں کے
لئے آنسو Tears اُلٹ آئے۔

”نہیں، نہیں“ آج میں اوجھار نہیں دوں گا۔ میری
ابھی بولی بھی نہیں ہوئی، پھل فروش سلمان نے اپنا
قلبی فیصلہ سناتے ہوئے کہا: ”صرف آج اودو۔۔۔“
ساربنٹ سید ساجد حسین نقوی نے منہ سناٹے ہوئے
کہا: ”اجی سرکار! آپ تو روز ہی ایسا کہتے ہو۔“ پھل
فروش سلمان نے برا سامنہ بناتے ہوئے کہا۔

سرکار کا لفظ سن کر ساربنٹ سید ساجد حسین نقوی
کو اپنی پوزیشن کا خیال آ گیا۔ جانتا ہے میں کون
ہوں؟ ذرا کڑک دار آواز سے ساربنٹ سید ساجد
حسین نقوی نے دریافت کیا: ”جی نہیں جو رہیں نے
آپ کو یوں ہی سڑکوں پر چلک منگ کر چلنے دیکھا
ہے۔“ پھل فروش سلمان نے بڑی سادگی سے جواب
دیا۔ ”میں میں اودا اپنے اودو گوسا منے کے نقوی پبلک
لیج ٹینے کے جھوکرے اور چھو کر یوں کو پا کر دوسوڑ
میں آ گیا۔

”میں شاعر ہوں اور ادیب بھی I am
poet and writer۔ ایک تاریخی روایات
ہے کہ شاعر اور ادیب ہٹکے ہوتا ہے۔ اگر میں تیرے
پیچھے پھل کھا کر ادا نہیں کرتا تو اس کا بالکل غم نہ کر میں
تیرے پھلوں کے بارے میں قصیدے لکھوں گا۔
نظمیں کہوں گا۔ اپنے دوستوں سے بھی یہی کام
کراؤں گا۔ پھر تجھے ان کو بیچنے کے لئے صبح سے
شام ایک جوئے شیر لانا نہیں ہوگا۔ ہاتھ کے ہاتھ
تیرے تمام پھل بک جایا کریں گے۔

سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایسی موت میں دل کی
کمزوری، Weakness of heart کا دخل
ضرور ہو سکتا ہے لیکن بڑھاپے کو پودے طود پر الزام
Blame نہیں دیا جاسکتا۔ خاوسہ زلیخاں اوجھڑ عمر
ضرور تھی لیکن ابھی اس پر رعشہ طاری ہو جانے والی
کیفیت نہیں پائی جاتی تھی۔

سی آئی ڈی انسپکٹر سید واجد حسین نقوی کے ذہن
میں ایک بات نے سر ابھارا۔ بات میں کسی حد تک
ذول بھی تھا۔ سی آئی ڈی انسپکٹر سید واجد حسین نقوی
کے زیر تحقیق آج کل صرف ایک ہی کیس تھا۔ اودوہ
تھا جگہ شہر Nagina City میں ہونے والی پر
اسرار چوریوں کا پتہ لگانے کا معاملہ اودوہ صاف
عیاں تھا کہ ان چوریوں کے پس منظر کوئی منظم گروہ
کام کر رہا تھا۔ آج کے واقعہ سے بھروسوں کے خطر
ناک اداؤں کا پتہ لگتا تھا۔ اس کا مطلب صاف ہے
کہ بھروسوں کے حوصلے کس قدر بڑھ چکے تھے۔ ضرور
آج کوئی زبردست چال چلنے والے ہو گئے۔ جسے
خاوسہ زلیخاں کی چیخ نے ناکام بنا دیا۔

سی آئی ڈی انسپکٹر سید واجد حسین نقوی بڑے دل
Coward نہیں تھا لیکن دشمن Enemy کی
اس جرات پر غصہ سے دانت پیسنے لگا۔ اس کا دماغ
Mind تھوڑے وقفہ کے لئے آند دباؤں ہو
چکا تھا کہ اس کا دل چاہا کہ سب بھرم اس کے سامنے
گھڑے ہوں اودوہ ان سب کو اپنی گولی کا نشانہ بنا
دے۔

سی آئی ڈی انسپکٹر سید واجد حسین نقوی کے دل
میں بھی ایک گوشت پوست کا دل تھا۔ خاوسہ زلیخاں
کاٹی عرصہ سے اس کے ساتھ رہ رہی تھی۔ اس سے

مرتیں اگھائل ہی ہو جاتیں۔ پھر میں ان کو سو فی ۱۱
کر کسی کھلی ہوئی جگہ مزہ زار میں چلنے کی ضد کرتا ہوں
بس مزہ ہی تو آ جاتا اور ایک ٹھنڈی سانس بھرتے
ہوئے سار جنت سید ساجد حسین نقوی نے کہا کہ
”بائے یہ تھی ہماری قسمت وصال پار ہوتا۔“

لیکن اگر سار جنت سید ساجد حسین نقوی فوراً سا
مستقبل بن گیا ہوتا تو وصال بار تو نہیں البتہ وصال
سوت ضرور ہو جاتا۔ وہ سامنے سے آنے والے ایک
تیز رفتار ٹرک سے ہال بال بچا تھا۔ ٹرک اس بڑی
رفتاری سے جا رہا تھا کہ سار جنت سید ساجد حسین
نقوی اس کے خسروٹ کرنے میں بھی ناکام رہا آج
اس نے سوچا صبح سے ہی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑ رہا ہے
پہلے پھل کھانے سے ناکام رہا۔ بھر کالج کی
چھوڑ کر یوں سے معاشرۂ لڑانے سے ناکام رہا اور اب
ٹرک کے نمبر دیکھنے میں لیکن اس نے سوچا کہ وہ ابھی
ابھی موت Death سے بھی ناکام رہا ہے۔ اگر وہ
ٹرک کے نیچے آ کر کھل گیا ہوتا تو اس کے بال بچوں کا
کہا: دتا۔

اس کی جذباتی سن کی زوہ شہنشاہی عرف ہونا کیا ہوتا۔ اب اسے شاعری اور ادیب کی عظمتوں کا حقیقت میں قائل ہونا پڑا۔ کیا ہوا اگر زندگی میں پریشان رہتا ہے۔ مرنے کے بعد تو نام باقی رہتا ہی ہے۔ اس نے سوچا کہ سارا حث ہو کہ اس نے کتنی حفاقت کا ثبوت دیا ہے۔ اسے تو شاعری ہی ہونا چاہئے تھا۔ آہ آہ آہ کتنا مزہ آتا جب مشاعروں میں کٹائی ہو۔ یونہی سبھیوں کے لئے اس کے آفرگراف نکالتے اور لڑکیاں اسے چاٹ جانے والی نظروں سے اس نے چاروں طرف منڈلاتیں۔ اس وقت زندگی

تیری اتنی شہرت Publicity ہوگی کہ خریدار پہلے سے ہی قطار Row میں کھڑے تیرے آنے کا انتظار کیا کرینگے۔ چھوکرے اور چھوکرہوں کے بے تحاشہ قبضوں کو کنٹرول اس نے مزید کہا، تو بالکل ٹھیک نہ کر۔ میں تیرے اوپر بھی مضامین کی بھرمار کروں گا۔ تیرے اوپر اتنا لکھوں گا اور اپنے دوستوں سے لکھواؤں گا کہ تیری بھی ایک تاریخی حیثیت ہو جائے گی اور بانٹا ہے پھر کیا ہوگا؟“ ساراجت سید ساجد حسین نقوی نے پھل فروش سلمان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا۔

”احبابِ پلاڈ کھا بیٹے اور فاتح ہوگا۔“ ایک من چلنے والے فقیر چست کیا پھر تو بھی نہیں سرسکا تو امراد جا ریگا۔ سچ کہنا ہوں لافانی ہو جائیگا‘ سار جٹ سید ساجد حسین نقوی کو اپنے لفظوں کا اسٹاک ختم ہوتے معلوم ہو رہا تھا۔ سامنے سے ایک شناسا سب انسپکٹر آف پولیس Subinspector of police کو آتا دیکھ کر پول کھٹنے سے پہلے اس نے خیرت اسی میں سمجھی کہ چلنا پنا۔

سارنٹ سید ساجد حسین فتویٰ کو پھیل دالے پر
 جاتا تو آ رہا تھا۔ سالے نے موڈ Muod کا
 سٹیٹا ماس کر دیا اور اس کم بخت سب انسپکٹر کے بچے کو
 ابھی پھینکا تھا فتویٰ ترکیبوں سے آج وہ فتویٰ پبلک کالج
 کی جھوکریوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں کامیاب
 ہوا تھا۔

کتنی عقیدت سے ہی نہیں محبت کی نگاہوں سے
سناٹیاں نکال رہی تھیں۔ کچھ دیر بعد یہ یقین تھا کہ مجمع
تہ کوئی نہ کوئی غزل یا نظم کی فرمائش کرے گا اور میں بھی
دردِ فزک و اوروں کی کلام سنا سکتا دو تین نو ذہن دار

شاخ سے ایک کروڑ کی چورنی سمیٹ کر 11 فروری 2003ء اپنے خصوصی پریس رپورٹ کے ذریعہ معلوم ہوا ہے کہ گزشتہ شب کے بارو بجے کے بعد حملہ بارہ وری میں واقع تھین ہونین بینک کی شاخ سے ایک کروڑ کی بیلٹ کی زبردست چورنی ہوئی۔ تعطلات اس طرح سے بہان کی جاتی ہیں کہ بارہ بجے ڈپٹی تبدیلی ہونے پر جب نیا سنٹری Guard پہرہ دے رہا تھا۔

لب سڑک گزرتے ہوئے ایک راگبیر نے اس سے اوقت دریافت کیا۔ شکر یہ ادا کرنے کے ساتھ سگریٹ کی بھی پیشکش کی۔ جسے سنٹری Guard نے بال مفت دل بے رحم کے صدق بخوشی قبول کر لیا لیکن سگریٹ کی رشوت سنٹری کے لئے بڑی جھنگی ثابت ہوئی۔ دو چار سی لمبے لمبے کس لینے کے بعد گارڈ کو پہلے اپنا سرور بعد میں دنیا گھومتی معلوم ہوئی۔ چوری بڑا پید لٹب کی گئی۔ ایک کروڑ روپہ نقد Cash تھا۔ بانی کے سمیٹنے Jewellery وغیرہ لئے۔ ابھی چورنی کے سلسلے کا کوئی سراغ نہیں مل سکا ہے اور معاملہ پولیس کے زیر تحقیق ہے۔

سی آئی ڈی انسپلر سید واجد حسین نقوی کو اس چورنی سے زیادہ عجیب Wonder اس بات پر تھا کہ بارہ وری پولیس اسٹیشن کے انچارج سید اقبال سمیٹیں زیدی نے ابھی تک اسے آگاہ نہیں کیا تھا۔ سی آئی انسپلر سید واجد حسین نقوی نے غزنی پر نظر دوڑائی۔ سات بجے کوٹھی پر کیڑے بند ملی گئے اور دفتر خالی خالی کو روانہ ہو گیا۔

اسے میں وہ سوچ میں ہی ڈوبا رہا۔ دفتر ٹپٹنے کی صیبت سے پہلا کام اس نے یہی کیا کہ بارہ وری

کتنی رنگین ہوتی اور رنگینی کا خیال آتے ہی اس کے بدن میں ایک جھرجھری آگئی اور اس نے دیکھا کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو چکا تھا اور اس کی ذہن بہتر شد شہنشاہی عرف ہو اس کے کھوئے پن کی لذت اٹھا رہی تھیں۔

موسم Weather صبح سے ہی خوشگوار تھا ہوا میں لہراتے بادل Moving clouds کے نکلنے اور ٹپکی پھواروں مل کر ایک حسین اسزاج پیدا کر رہے تھے۔ سامنے کی تینوں کھڑکیوں کے پٹ کھولے سی آئی ڈی انسپلر سید واجد حسین نقوی موسم کی رنگینوں سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

نواب سید قاسم حسین زیدی جاگیردار صاحب کے ملازم عز بنے آج کا تازہ اخبار لا کر کرسی آئی ڈی انسپلر سید واجد حسین نقوی کو تھاوا اخبار کے ہاکر کی کافی احتیاط کے باوجود کاغذ میل سا گیا تھا۔ آج کل پڑھے لکھے لوگوں Educated people کیلئے اخبار جی زندگی کا ایک جزو سا بن گیا ہے۔ سی آئی ڈی انسپلر سید واجد حسین نقوی بھی کتاب اور اخبار Book and news paper کے معاملے میں کافی چمور تھا۔

روزنامہ تھین تاخیر کیونکہ ایک لوکل اخبار تھا۔ اس لئے یہاں پر ہونے والی وارداتیں اور دوسرے واقعات کو اخبار میں اہم سرخیوں کے ساتھ شائع کیا جا۔

صفحہ اول Front page پر ہی شاخ ہونے والی ایک سرخی نے سی آئی ڈی انسپلر سید واجد حسین نقوی کو کچھ دیر کے لئے حیرت Astonish کر دیا۔ جو کہ مندرجہ ذیل تھی۔ ”تھین ہونین بینک کی

سے بالا تھا۔ اچھی عادت و خوش اخلاقی ہونے کے علاوہ اپنے فرض منصبی کو سلیقے سے انجام دینا سید محمد اقبال سبطین رضوی کی خوبی تھی۔

سید محمد اقبال سبطین رضوی حمینہ خاتون بارہ درہی کے پولیس اسٹیشن انچارج سے مطہر ہونے کے بعد ہی آئی ڈی انسپکٹر سید داہد حسین نقوی نے حمینہ یونین بینک کے گارڈ Guard افضال کے متعلق جہان بین شردی کی۔ جس کا پورا نام سید افضال حسین زیدی تھا۔ بسلسلہ ملازمت دس سال سے حمینہ ضلع بجنور پولی انڈیا میں مقیم تھا۔ شردی کے دو تین پورھی گزر حوالہ کے ایک ڈاکٹر سید محمد حسن مہدی کے پاس بطور کپیوڈر رہا۔ اس کے بعد شیر کے ایک رئیس سید محمد سبطین زیدی ایم اے ایل ایل بی علیگ کے گھر ملازمت کی اذباب پانچ سال سے نہایت ایمان داری کے ساتھ حمینہ یونین بینک کی چوکیداری کے فرائض انجام دے رہا تھا اس کے متعلق کسی بھی نشہ آور اشیا کو استعمال کرنے کا مجھ کو کوئی ثبوت نہیں ملا۔

جو کہ Gambling یا سڑکی لٹ نہ ہونے کی وجہ سے غیر ضروری خرچ Unnecessary expenses کی ضرورت نہیں پیش آتی تھی۔ دو بچوں فطکین اور مسعود راہب کی بیوی احمدی بیگم پر مشتمل کل گریستی زندگی Domestic Life تھی۔

تین بڑا ماہوار میں افضال اپنے اخراجات کا تفصیل تھا۔ حمینہ یونین بینک کی ذمہ داری Duty کے بعد گھر اور گھر کے کاموں Domestic affairs میں مصروف رہتا۔ غرضیکہ کوئی بات سی آئی ڈی انسپکٹر سید داہد حسین نقوی کو ایسی نہیں ملی جو سید محمد اقبال سبطین رضوی اور افضال پر شبہ کرنے

پولیس اسٹیشن کے انچارج سے ٹیلیفون پر گفتگو کرنی چاہی مظلوم ہو ۱۱ انچارج آج کل چھٹی پر ہیں۔

بہر حال اب سی آئی ڈی انسپکٹر سید داہد حسین نقوی کے سامنے دو مشکوک Suspicious بانٹیں تھیں۔ ایک بارہ درہی چوک کے انچارج کا چھٹی پر ہونا اور دوسرے اس رات میں بینک پر پہرہ دینے والے سفری کا بیان۔

اگرچہ یہ تو صاف ظاہر تھا کہ چوری بڑے منظم طریقے پر ہوتی تھی۔ اس سے قیاس Imagine کی کیا جاسکتا ہے کہ اس نقب زنی میں بھی بھینچتی چوری کرنے والے گردہ کا ہاتھ رہا ہو۔

لیکن ایک اچھے جاسوس Detective ہونے کے لحاظ سے آئی ڈی انسپکٹر سید داہد حسین نقوی کے لئے واردات کے ہر پہلو کو اچھی طرح سے دیکھ بھال کرنا To look after فرض ہو جاتا ہے۔

سب سے پہلے اس نے حمینہ خاتون بارہ درہی چوکی کے انچارج سید محمد اقبال سبطین رضوی کے بارے میں انکوائری Enquiry شردی کی اور کسی خاص پریشانی کے بغیر سید محمد اقبال سبطین رضوی کے کردار Character کے بارے میں ساری باتیں سمجھا ہو گئیں۔ سید محمد اقبال سبطین رضوی کی ملازمت Service پچیس سال سے اوپر ہو گئی تھی لیکن ایک بھی واقعہ Event اس دوران ایسا نہیں ہوا تھا۔

جس سے کہ سید محمد اقبال سبطین رضوی کے کردار پر حریف آتا۔ عام طور سے پولیس کے ملازمان کے بارے میں کوئی اچھی رائے قائم نہیں کی جاتی لیکن سید محمد اقبال سبطین رضوی پولیس کی بہت سی برائیوں

کا جواز ہوتی۔

نفوی کوٹھی آگئی۔

”اجی! میں تمہاری طرح جھگ دل
Warrowmind تو ہوں نہیں اچھی چیز کی
تعریف منہ سے کرنی پڑتی ہے۔“

”تو پھر تم نے میرا جیون کیوں شراب کیا۔ زندگی
بھر کنوارے رتے روزانہ بازاری عورتوں اور مہتر
دایوں کے سنگ‘ زوجہ محترمہ شہنشاہی عرف ہونے
زوج ہو کر کہا۔

”سات بچوں کی ماں ہو کر بھی تمہیں مجھ سے
شکایت Complaint ہے اب کوئی تم نئی نوٹلی
دہن تو ہو نہیں کہ ہر وقت تمہارے گلے میں پاہیں
ڈالے رہوں اور ناتواں رخسے برداشت کرتا رہوں۔“

سار جنت سید ساجد حسین نفوی بھی جو سوز میں
آگیا تھا۔ زوجہ محترمہ شہنشاہی عرف ہونے کی بات کاٹ
کر بولا۔

”اگر مجھ سے اتنا ہی اکتا گئے ہو تو صاف صاف
کیوں نہیں کہہ دیتے۔ میں اپنے سیکے چل جاؤ گی۔“
شہنشاہی عرف ہونے کو دھک جانے والے انداز میں کہنے
لگی۔

”میں نہیں میرے جیون کی آشنا زیادہ مت ستایا
کر دیر اول پہلے ہی کافی دکھا ہوا ہے۔ تو نہیں جانتی
کہ میں تجھ سے کتنی محبت کرتا ہوں۔ دفتر والوں کو ایک
یہ شکایت ہے کہ میں کوئی کام دل لگا کر نہیں کرتا۔
کہوں تو کیسے؟ تو جو ہر وقت میرے دھیان میں ہی
رہتی ہے۔“ سار جنت سید ساجد حسین نفوی نے
شہنشاہی عرف ہونے کو سنا چا باجو کہ اس کی نفسیات سے
واقف ہو چکا تھا۔

(جاری ہے)

www.paksociety.com

شہنشاہی کہانی 41 ستمبر 2014ء

رنگی آنکھیں ستواں ناک اور سیٹ جیسا گول
گول چہرہ رنگ گندی تھا۔ سولہ سال کی الیز وڈ شیرہ
جب ڈرائیو ایما دارا کر اور اپنے گولیوں کو منک منک کر
چلتی تو رنگین مزاج سار جنت سید ساجد حسین نفوی کو
ایسا معلوم ہوتا جیسے جنت سے کوئی حور اتر آئی ہو۔

”ہائے کم بخت اس لیے کچلے لباس Dirty
dress میں بھی کیا قیامت ڈھا رہی ہے۔“

”ہوں کیا کہا؟“ محترمہ زوجہ شہنشاہی عرف ہونے
نے وضاحت چاہی کچھ بھی نہیں۔ میں ڈرائیو ڈرامہ
کی ریپرسل کر رہا ہوں۔“ سار جنت سید ساجد حسین
نفوی نے ہوش کی دوا کرتے ہوئے کیا۔ سب سمجھتی
ہوں تمہارے کرواتے شرم نہیں آئی۔ اگر وہ بہترانی
شبو کی پٹی نے گی تو کیا کہے گی۔ آدمی درجن سے
زائد سات بچوں کے باپ ہو کر بھی مزاج میں ابھی
چھبیلایا نہ باقی ہے۔“ تم ہمیشہ الٹ مطلب لیتی ہو میرا
مقصد یہ کہ بات کا غلط مطلب کیوں نکالتی ہو۔“

سار جنت سید ساجد حسین نفوی نے شہنشاہی
عرف ہونے کی بات کو اچکتے ہوئے کہا۔ جیسے میرے منہ
پر تو آنکھیں ہی نہیں۔ سامنے سے آتی جھنگن کی چھو
کرنی کو دیکھ کر ہی ڈرامہ کی ریپرسل یاد آتی ہے۔“
شہنشاہی عرف ہونے کو خوشوار لگا ہوں سے باری باری
سار جنت سید ساجد حسین نفوی اور بہترانی شبو کی لڑکی
جیل کو دیکھتے ہوئے کہا۔ اگر اس کی ماں کو پتہ چل گیا
تو کام کرتا بھی چھوڑ دے گی پھر یا تو پاخانہ کی صفائی
اپنے ہاتھ سے کرتا۔ یا جنگل کی سیر کرنے کو جانا۔ تب
محبت کا مزہ معلوم ہوگا۔“ اور اس جیسے Warning
کو سن کر نہ جانے کیوں سار جنت سید ساجد حسین

وڈ چوہے خدا کی بنیاد 2 فن سے زائد نمبر
ہمیں اپنی خوانخواہ آنکھوں سے ٹھہور دھے تھے

چوہوں کا جزیرہ

کچھ..... ایس۔ امتیاز احمد

ہیں..... لیٹ سکتے ہیں اور بیٹھ سکتے ہیں۔

دوسری منزل پر گودا تھا جس میں کھانے پینے کا سامان وافر مقدار میں موجود تھا۔ مقصد یہ تھا کہ اگر کسی وجہ سے ساحل سے کوئی موٹر بوت 15 دن تک نہ آ سکے تب بھی رکھوالے گزارا کر سکیں۔ اس روشنی کے بیٹار کے ہم 3 رکھوالے تھے۔ جن میں اور ڈیوڈ ڈیوڈ ایڈ کپر تھا اور چونکہ ہم دونوں سے بڑا تھا اس لیے ہم اس کی عزت بھی کرتے تھے۔

ایک رات ایسا ہوا کہ ڈیوڈ نے جس کی اس رات ڈیوٹی تھی مجھے اور جم کو آواز دی۔ ہم پہلی آواز پر اچھل کر اٹھے اور آن کی آن میں 30 سے 32 سیز حیاں پہلا لگ کر آخری منزل پر پہنچے۔ گیلری میں ڈیوڈ کھڑا ایک جہاز کو دیکھ رہا تھا جو چنار کی ٹھوکتی ہوئی روشنی میں اس وقت دیکھنے لگتا تھا۔ جب روشنی اس پر پڑتی تھی یہ چیز ہمارے لیے حیرت انگیز تھی۔ کیونکہ اب تک چنار کے اس قدر قریب کوئی جہاز نہیں آیا تھا تو پھر یہ جہاز اتنا قریب کیوں اور کیسے آ گیا..... ہم نے سوچا کہ اب یہ جہاز کسی زیر آب چنار سے نکل کر ڈوب جائے گا..... اور ہوا میں یہی ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے بجلی سی گزر گزرا ہٹ پیدا ہوئی اور 4000 ن

یہ اس زمانے کی بات ہے جب آتش جواں تھا۔ مجھے ملازمت کی تلاش میں گھومتے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا۔ اخبارات میں ضرورت ہے کہ اشتہارات لفظ بہ لفظ پڑھنا سیرا معمول تھا۔

ایک دن عادت کے مطابق میں اخبارات کی ورق گردانی کر رہا تھا کہ ضرورت ہے کہ ایک اشتہار پر میری نظر پڑی۔ ”گیمانا کے ساحل سے 20 میل کے فاصلے پر ایک چٹان پر نو تعمیر شدہ روشنی کے بیٹار کے لیے ایک رکھوالے کی ضرورت ہے۔“ مختصر ماحول تھی۔ تجر بہ کار ہونا بھی ضروری نہ تھا چونکہ میں شادی کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا اس لیے اس ملازمت میں مجھے اور بھی زیادہ جاذبیت محسوس ہوئی۔

توقع کے مطابق مجھے ملازم رکھ لیا گیا اور ایک ماہ کی تربیت کے بعد اس روشنی کے بیٹار میں میری ڈیوٹی لگا دی گئی۔ ذرا تصور کی آنکھ سے دیکھئے نیاں رنگت کا 150 فٹ اونچا گول اور 40 فٹ چڑا بیٹار جزیرے کے ایک کنارے پر ایسا ہوا ہے۔ پانی ہٹ جائے تو آپ جزیرے پر چھل قندی بھی کر سکتے تھے۔ پانی چڑھ جائے تو اطمینان سے سب سے اوپر کی منزل یعنی لائٹس والی منزل کی گیلری میں کھڑے ہو سکتے



جواب سن کر دبک جائے گا۔ مگر یہ ایک ڈیرھ فٹ جسامت کے قوی ریکل چوبے نہ دیکھتے ہیں نہ چھپتے ہیں بلکہ ڈٹ جاتے ہیں۔ بھوک لگے اور جہاز پر ابھیں کھانے کو کچھ نہ خنے ہوئے پر حملہ آور ہو جاتے ہیں اور آغا خان اذہانچوں کا اذہان لگا دیتے ہیں۔ ہم نے محسوس کیا کہ اس جہاز کے عملے کا بھی یہی حشر ہوا ہوگا۔ ہمیں اس خیال سے ہی سہی ہونے لگی۔

ڈیوڈ نے بنا باک۔

”یہ چوبے اسنے کینڈ پر در ہونے ہیں کہ اگر کوئی ان میں سے کسی ایک کو مارے یا نقصان پہنچانے کی کوشش کرے تو اس کی چیخوں کی آواز پر پورے جہاز میں پھیلے ہوئے چوبے کوڑوں کی طرح دھڑے آتے ہیں اور اس شخص کو اس وقت تک نہیں چھوڑتے جب تک کہ اس کے جسم پر ایک بھی بونی بانی رہتی ہے۔ ہم ابھی یہ گفتگو کر رہے تھے کہ دیکھا کہ جہاز سے کوہر جان پہنانے والے ہزاروں چوبے لہروں کی شکل میں تہرنے ہوئے لائن کے درجے کی طرف آ رہے ہیں۔

”انہوں نے شاید ہماری بوسٹنگ کی ہے۔“ ڈیوڈ نے کہا اور ہمیں بھیجے آنے کو کہہ کر سبز حیاں پھلا تھکے لگا۔ بمشکل تمام ہم نے کم سے کم وقت میں تمام کھڑکیاں دروازے مقفل کیے نیچے پھینک کر دیکھا تو اپنی خوش قسمتی پر رنگ آبا۔

صبح ہم میں سے کسی نے دینار کا بڑا دروازہ (جو پینل کا بنا ہوا تھا) پہلے ہی بند کر دیا تھا۔

ہمارے دوبارہ اوپر پہنچنے سے پہلے پہلے چوبوں کی فوج دینار پر اس طرح چڑھ چکی تھی جیسے ہندو تار بل

دزنی جہاز جو پہلے ہی ڈول رہا تھا۔ ڈوبنے لگا۔

”عملے کو کیا ہو گیا ہے؟ کیا وہ سب کے سب امداد سے ہو گئے ہیں جو روشنی انہیں نظر نہیں آئی۔؟“ میں چلا ہا۔

”اگر عملے کا کوئی رکن باقی بچا ہے تو۔۔۔؟“ ڈیوڈ نے کہا۔

”تمہارا کیا خیال ہے چیف۔۔۔۔۔! کیا اسے بھوت چلا رہے ہیں۔۔۔۔۔؟“ جم کی آواز میں لرزش تھی۔

”نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ سارا عملہ ختم ہو گیا ہو اور جہاز ڈولنا ہوا یہاں تک پہنچ گیا ہو۔“ ڈیوڈ نے ہنستے ہوئے کہا۔

”ہم کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ سوائے اس کے کہ اسے ڈوبنے ہوئے دیکھتے رہیں اور اظہار محسوس کریں۔

ہم کئی دیر دروہین لیے کھڑے رہے اس کا مجھے اندازہ نہیں۔۔۔۔۔ ہاں یہ ضرور کہہ سکتا ہوں کہ ہمیں اس وقت ہوش آیا۔ جب نئے سورج کی کرنوں کی تہذت محسوس کی۔ اب جہاز کا صرف اگلا حصہ نظر آ رہا تھا۔

سمندر قدرے پرسکون تھا۔ ہم تاشنے سے نل ڈوبتے ہوئے جہاز کو آخری بار دیکھنے کی غرض سے دوبارہ اوپر

دوڑے۔۔۔۔۔ کہا دیکھتے ہیں کہ لاکھوں چوبوں کا ایک ریا ہے جو جہاز کے اگلے حصے سے نکل نکل کر سمندر میں گور رہا ہے۔

اب ہمیں معلوم ہوا کہ اچھے بھنے جہاز پر غلہ کیوں نہیں تھا۔ جہازوں پر کام کرنے والے ابھی طرح جانتے ہیں کہ جہازوں میں پلٹنے والے چوبے عام چوبوں سے کیسے مختلف عیار اور نڈر ہوتے ہیں۔

عام چوبہ تو آپ کو کچھ کر چسپ جائے گا۔ قدموں کی

اس شور میں چلائے بغیر ایک دوسرے تک اپنی بات پہنچانا مشکل تھا۔ رات کے آخری حصے میں ہم نے یہ بھی دیکھا کہ جگہ کے حصول کے لیے چوہے آئیں میں جھگڑ رہے ہیں۔ طاقتور کزور پر اس طرح غالب آ رہا ہے کہ اٹھا مخالف کو نیچے پالی میں پھینک دیتا ہے جہاں دوشمارک پھیلجوں کا نواہن سن جاتا ہے۔

اگلے دن ہم فید کے کچھ عادی ہو گئے۔ ہم نے لائنیں میں جا کر چوہوں کے سانچے کچھ مذاق بھی کیا اور انہیں چھیننے کے لیے کوشش کی۔ جب ہم اپنی انگلی ان کے منہ کے قریب نے جانے تو وہ اس طرح جھپٹنے جیسے کڑا پانی گوشت چھیننے کے لیے جھپٹتا ہے۔ ہمارے اور ان کے درمیان یہ غبر مرنی کی بو اور ان کی سمجھ سے بالا زمین۔ اس روز مذاق بنی مذاق میں ہم نے محسوس کیا کہ ہم کتنی خطرناک صورت حال سے دوچار ہیں۔ ہوا جزی کی ختم، دلی جارحی نہیں۔ تازہ ہوا کے لیے کھڑکی کھولنے کا مطلب تھا کہ سبکدوڑوں چوہوں کو بھی رہنے کی شکل میں داخل ہونے کی اجازت دے دیں۔

چوتھے دن میں نے دیکھا کہ لائنیں کے نیچے والی منزل کے ایک در نیچے کی پدکھت نیچے سے جواب دیتی جارہی ہے۔ بس اگر لمبے بھڑکی در، دو گئی ہوئی تو لائن ہاؤس کے اندر چوہے ہی چوہے بھرے ہوتے۔ میں نے ساتھیوں کو آواز دی اور دیکھنے ہی دیکھنے ہم تینوں نے مل کر پورے در نیچے پر نین کا ایک ٹکڑا ٹھونک دیا۔

اس کے بعد کوئی 7 دن اور 7 راتیں گزر گئیں۔ سامان لانے والی کشتی کے آنے میں بھی 3 سے 4 دن باقی تھے۔ اس عرصے میں ہم نے انہیں گن کر اور ان

کے درخت پر چڑھتے ہیں۔ اوپر پہنچ کر ہم نے دیکھا کہ جہاں جہاں پنچہ جمانے کی جگہ ملی ہے وہاں ایک عدد چوہا لٹکا ہوا ہے۔ اوپر منزل شیشے کی بنی ہوئی تھی کیونکہ جہازوں کو خطرے سے مطلع کرنے کے لیے یہاں گھومنے والی جی روشن کی جاتی تھی اور ہم اسے لائنیں کہتے تھے۔ اس شیشے پر ہزاروں چوہے پرندوں کی طرح جے پیٹھے تھے۔ ٹیلر کی بیٹیاں اتنے چوہے بھرے ہوئے تھے کہ سفیدی دکھائی نہ دیتی تھی۔ لائنیں کا شیشہ چند لمبی میٹر مٹا تھا اس میں سے ہم انہیں نظر تو آ سکتے ہیں تھے لیکن ہم تک پہنچنا ان کے بس کی بات نہ تھی۔

نیز پنچہ اور نوکیلے دانت۔۔۔۔۔ پارے کی طرح چسپنی، دلی آنکھیں۔۔۔۔۔ جن سے بھوک چھکی تھی اور نہایت غلیظ بو۔۔۔۔۔ چند ہی لمحوں میں ہم پریشان ہو گئے۔ ہم نہ سانس لے سکتے تھے اور نہ ادھر ادھر دیکھ سکتے تھے۔ اپنے ہی لائن ہاؤس میں ہم مفید ہو کر رہ گئے تھے۔

اس رات ہم ہرگز نہ سو سکے۔ ایک ایک لمحہ گزارنا محال تھا۔ ہر لمحہ ہوس محسوس ہوتا تھا جیسے وہ کوئی کھڑکی کوئی دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو گئے ہوں۔ لائنیں میں پہنچ کر جی روشن کی تویہ روشنی بھی انہیں ناگوار گزری۔ شور۔ بے تحاشا بڑھ گیا۔ روشنی میں وہ نغریبا اندھے ہو چکے تھے۔ جس حصے میں روشنی نہ ہوتی وہاں لٹکے ہوئے چوہوں کی سبکدوڑ لگتے لگتے اندھیرے میں اس طرح چمکتیں کہ خوف سے کھلمی بندھ جاتی۔

ماحول ناگوار دھشت زدہ تھا کہ یوں بھی بات کرنے کو جی نہ چاہتا تھا لیکن جب بہت ضروری ہو جاتا تو

ہوئے آگے بڑھتے رہے۔۔۔۔۔ مگر اس سیلاب کا مقابلہ کرتا برا مشکل تھا۔ بیذا زخموں سے غط حال ڈیڑو کو بشکل تمام محبتیں کر ہم اوپر لے گئے۔

مجھے یا نہیں کہ اس وقت ہم نے اپنی جانیں کس طرح بچائیں۔۔۔۔۔ بس اتنا یاد ہے کہ چوبیس کے مہینے برابر پہلے میں سے ہم یوں نکلے کہ ٹانگوں اور ہاتھوں سے چوہے جو جی بولی نوپنے کے لیے اچھلتے ہمارے چاقو لہراتے اور دو چار چوہے گر کر ترپنے لگتے۔۔۔۔۔ لائینن نما کمرے تک پہنچتے پہنچتے میرا جسم زخموں سے چور ہو چکا تھا۔ ہم نے لائینن کے فرش پر

سے اٹھکنا اٹھایا اور اوپر چڑھتے ہی لیٹ کر کتوں کی طرح پانپنے لگے۔ اپنی طرف نگاہ کی تو دیکھا کہ کپڑے تار تار رہ چکے ہیں اور بے شمار زخموں سے خون رس رس کر فرش پر جم رہا ہے۔ اس وقت پورے لائٹ ہاؤس میں چوہے دھما چو کڑی جارہے تھے۔ کھانے پینے کی

جو چیزیں بچے کو آدم میں رکھی ہوئی تھیں انہیں چٹ کر رہے تھے اور ہم تھے کہ سب سے اوپر والی منزل میں پہنچ چکے تھے اس کے بعد ہمارا کیا حشر ہو گا یہ ہمیں علم نہ تھا۔۔۔۔۔ ہم نے یہ سوچنا بھی گوارا نہ کیا کہ کیا ہمارا حشر

ان 18 سے 19 چوبیس جیسا ہو گا جو ہمارے جسموں سے ٹپک کر ساتھ ہی اوپر چلے آئے تھے۔۔۔۔۔ لیکن یہاں ہمارے چاقو کا نشانہ بن گئے تھے۔

ایک کھٹنے کی خاموشی کے دوران ہم متبوں ایک دوسرے کو خالی خالی آنکھوں سے گھورتے رہے۔ اس لمحے ہلک جھپکا نا بھی ایک بڑی درخش محسوس ہوتی تھی۔ آخر ہم نے سکوت توڑا اور ایک کھوکھلا لیکن طویل قہقہہ لگانے کے بعد کہنے لگا۔

کے نام رکھ کر خود کو معروف رکھنے کی کوشش کی۔۔۔۔۔ لیکن یہ سب بے سود تھا۔ اس لیے کہ وہ کبھی ایک جگہ ٹھہرتے ہی نہ تھے۔ ابھی یہاں ہیں تو دوسرے ہی لمحے اچھل کر وہاں چلے گئے۔ وہاں جھڑکا ہو گیا تو لڑتے لڑتے 120 فٹ پیچ کر گئے اور شادک بھلیوں کی غذا بن گئے ہم نے اسے چوہے کرتے دیکھے لیکن اس کے باوجود ان کی تعداد میں کوئی قابل ذکر کمی نظر نہ آئی۔

نویں دن جم پر بورانی کیفیت طاری ہوئی۔ وہ بیٹے بیٹے چننے لگے۔

”مجھے 3 دھانچے تاجے دکھائی دے رہے ہیں۔ جو مجھے بچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔“ اپنی اس ذہنی کیفیت کی وہ کچھ اس طرح مظہر تھی کرتا تھا کہ مجھے اور ڈیڑو کبھی ایسے ہی دھانچے اور سائے باپتے دکھائی دینے لگتے۔

یہ صحیح ہے کہ لائٹ ہاؤس سے خطرے کا سنگل دینے کا انتظام بھی ہوتا ہے لیکن اس کے لیے لائینن پر چڑھنا پڑتا ہے لیکن وہاں تو پہلے ہی چوہے برا جتان تھے اس لیے اوپر چڑھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

دوسری روز رات کے 2 بجے کے قریب ڈیڑو کی چیخ پر میں اور جم اچھل پڑے۔ درستی پر ٹھونکا جانے والا نین کا کلزا جواب دے گیا تھا اور چوہے جھدک جھدک کر اندر آ رہے تھے۔ ہم جب ڈیڑو کو پہچانے کے لیے دوڑے تو وہ اگل کتوں کی طرح دانت کچکچا کچکچا کر ہماری طرف لپکتے لگے۔۔۔۔۔ کسی نے ایک بولی اتاری تو کوئی پانچے سے ٹپک کر رہ گیا۔ ہم چاقو لہراتے

”ہمت نہ ہارو..... ہم مدد لے کر آ رہے ہیں۔“
اب بچے کی کچھ امید ہو چلی تھی۔ لیکن ڈیوڈ
بے ہوش ہو گیا تھا اور ہم کی وہی حالت تھی۔

تقریباً 12 بجے وہ لوگ واپس آئے اور ان
کے آتے ہی جنگ شروع ہو گئی۔ انہوں نے سب
سے پہلے ایک ہڑول سے بھری ہوئی کشتی پر تازہ
گوشت لاد کر لائن ہاؤس کے قریب لاکر کھڑی کر
دی۔ تازہ گوشت کی بو پاتے ہی سینکڑوں چوہے
دیوانہ دار اس کشتی کی طرف لپکے..... جو یہاں تھا جس
حالت میں تھا لمحہ بھر کو رک جاتا اور گوشت کی بو سونگھ کر
میتار کے قریب گوشت سے لدھی ہوئی کشتی کی طرف
بچھتے ہوئے دوڑنے لگتا۔

جب تقریباً تمام چوہے گوشت پر ہل پڑے تو
انہوں نے کشتی کو آگ لگا دی۔ بیشتر چوہے تو جل کر
مرے..... لیکن جوانی جان بچانے کے لیے پانی میں
 کود پڑے انہیں شارک مچھلیاں چٹ کر گئیں۔ خدا
خدا کر کے جب یہ قہر تمام ہوا تو ایک موٹر بوت آئی
اور ہمیں قید سے نکال کر ہسپتال پہنچایا گیا اور ہمارے
جگہ تین دوسرے آدمی چھوڑ گئے۔

آج کھتے ہوئے مجھے دکھ ہوتا ہے کہ ڈیوڈ 3 دن
کے اندر اندر ختم ہو گیا اور ہم مکمل طور پر پاگل ہو گیا۔
ایک میں تھا جو باجوہ دو دن زخموں کے شکار گیا۔

شاید یہ داستان آپ تک پہنچانے کے لیے مجھے
نئی زندگی ملی ہو.....!

A RAT OF TAPO
BY H DEOSTAR



اس جزیرے کو ”چوہوں کا جزیرہ“ کہا جاتا تھا۔
اب یہ ”چوہوں کا جزیرہ“ کہلانے کا مجرد و طوطی کی
طرح یہ جملہ بار بار دہرانے لگا..... جب یہ سن کر
میرے کان پک گئے تو میں نے اٹھ کر اٹلے ہاتھ سے
اسے ایک چھڑ رسید کیا۔ پک لخت دوبارہ خاموشی چھا
گئی اور میں نے دیکھا کہ جم کے منہ سے ران ٹپک
رہی ہے اور وہ بچوں کی طرح پھوٹ کر رو رہا
ہے۔ باہر اب تک تقریباً وہی عالم تھا۔ فرق تھا تو
صرف اتنا کہ پہلے آسمان دکھائی نہ دیتا تھا اور اب
آسمان نظر آ رہا تھا۔

میں جاننا بھول گیا تھا کہ گزشتہ روز سے
ہم نے مینار کی گھومنے والی جی روڈن نہ کرنے کا فیصلہ
کیا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ شہر تک لائن ہاؤس کے غیر
متوقع اند میرے کی بات بچنے اور ہمارے ٹکے کے
لوگ وہ معلوم کرنے آئیں۔ ہمارا خیال درست نکلا۔
ادھر پوچھنی ادھر ٹکے کے کچھ لوگ ایک کشتی میں لائن
ہاؤس کے قریب پہنچ گئے۔

ہم نے سوچا کہ چوہوں کی قید سے رہائی کا واحد
طریقہ یہ ہے کہ ہم چھان بین کے لیے آئے والی کشتی
کے عملے پر کسی طرح ظاہر کر دیں کہ ہم زندہ ہیں۔ اس
خیال کے تحت میں ڈیوڈ اٹھے اور ہم نے مینار روڈن کر
دیا۔ پھر اسی روڈنی کی مدد سے ہم نے منتقلوں اور قلعوں
کی شکل میں انہیں پیغام دیا کہ ہم یہاں محصور ہیں خدا
راہ ہمیں ان چوہوں سے نجات دلاؤ۔ ان لوگوں نے
بات سمجھنے میں زیادہ دیر نہیں لگائی اور ہاتھ کے اشاروں
سے چند کھینے اور انتظار کرنے کو کہہ کر لوٹ گئے اور
کہا۔

گھر طرف روانہ ہونے سے پیشتر اس نے اپنے گرد و پیش
نگاہ دوڑائی تو منظور بزاوہر ان سا اور قدرے ہیبت ناک تھا
پراسرار سہمی ایک راز

پراسرار سیٹی

کچھ اشتقاق انور

جیسا کہ آپ سمجھ سکتے ہیں یہ الفاظ ایک ایسے
شخص نے کہے جو آقا قادری کی شفتش میں دلچسپی
رکھتا تھا لیکن اس کا ذکر اس تمہید میں ہوا ہے۔ لہذا
اس کے بارے میں مزید بتانے کی ضرورت نہیں
ہے۔

”بے شک۔“ پروفیسر پارکس نے کہا۔
”اگر آپ مجھے اس جگہ کے متعلق کچھ بتا سکیں
بتائیں تو میں واپس آ کر آپ کو اس علاقے کی
صورت حال سے باخبر کروں گا یا اگر آپ اپنا پیچ
دے دیں تو خط کے ذریعے آپ کو مطلع کرنے کی
کوشش کروں گا۔“

”آپ کو اپنی ذمت کرنے کی ضرورت نہیں
شکر یہ میں تو ان دونوں سوچ رہا ہوں کہ اپنے اہل
دعیا کو لے کر اسی علاقے میں جا قیام کروں میرا
خیال تھا کہ چونکہ انگلستان کی اکثر مذہبی درسگاہوں
کا نظام ٹھیک نہیں ہے لہذا انھیں یہیںوں میں کچھ مفید
کام کرنے کا موقع مل جائے گا۔“

پروفیسر نے اس خیال کو دور خور اختیار نہ سمجھا کہ
کسی مذہبی درسگاہ کو منظم کرنا ایک مفید کام ہے۔
اس کا مسابہ بول گیا۔

”میرا خیال ہے کہ آپ اب جلد ہی چلے
جائیں گے پروفیسر صاحب۔ کیونکہ ایام تعلیم تو
پورے ہو چکے ہیں۔“

اونٹو گرانی کے پروفیسر نے ایک ایسے شخص نے
کہا جو اس کہانی میں شامل نہیں ہے۔ سنٹ جمبر
کانج کے ہال میں ایک دعوت کا اہتمام تھا جہاں وہ
پاس پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ پروفیسر جوان صفائی
پسند اور کم گو تھا۔

”ہاں۔“ اس نے کہا۔

”میرے دوستوں نے مجھے کچھ دنوں کے لیے
گولف کھیلنے کی دعوت دی ہے۔ لہذا میں شرعی
مسائل کی طرف یعنی پرنسٹون جانے کا ارادہ رکھتا ہوں
جہاں میں اپنے کھیل کی مشق کے لیے ہفتہ عشرہ قیام
کروں گا امید ہے میں کل روانہ ہو جاؤں گا۔“

”پارکس صاحب۔“ پاس بیٹھے ہوئے آدمی
نے کہا۔

”اگر آپ پرنسٹون جا رہے ہیں تو وہاں ٹیبلر کی
مذہبی درسگاہ کی عمارت ضرور دیکھ لیتا اور پھر مجھے
بتائے گا کہ گرمیوں میں وہاں قیام کرنا کیسا رہے
گا۔“



”گھوب ان میں ہی قیام کرنے کا چارہ اور
ہے۔ پادکس نے کیا۔

”میں نے، ہاں ایک کمرے کا انتظام کر لیا
ہے۔ کسی اور جگہ رہائش کا بندوبست نہیں ہو سکا۔
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سردیوں میں بہت سی رہائش
گاہیں بند ہو جاتی ہیں۔ ہاں بھی صرف ایک ہی
کمرہ نکالی تھا جس میں دو پٹنگ چڑے ہیں اور ان

”یہ جگہ جہاں میرے خیال میں شاید کوئی بھی
چیز زمین سے بلند نہیں ہے اب ضرور لمبائی سے
قریب تر ہوگی۔ آپ کو معلوم ہے کہ سندھو رسائل
کے اس حصے میں اپنی حد سے بہت زیادہ تجاوز کر گیا
ہے۔ نقشے کے مطابق قصبے کے شمالی سرے پر واقع
سوائے گھوب ان سے رسائل کوئی تیس چوتھائی میل
کے فاصلے پر ہوگا۔ آپ کہاں ٹھہریں گے؟“

میرا کوئی نہ کوئی واقف نکل آئے گا لیکن اگر آپ میرا ہاں آتا پسند نہیں کرتے تو صاف کہہ دیجئے میں برا نہیں مانوں گا۔ آپ بیٹھ بیٹھ مانتے رہے ہیں کہ سچائی کبھی تاپسندیدہ نہیں ہوتی۔

پارکس بلاٹنگ ایک مہذب اور صداقت پسند شخص تھا۔ اس کے سینے میں اس وقت ایک پینٹاش بھی جس کے باعث وہ ایک دلکھوں تک جواب دینے سے قاصر رہا۔ یہ بقیہ گزرنے پر اس نے کہا۔

”اگر آپ سچائی ہی مننا چاہتے ہیں نوشتے میں یہ سوچ رہا تھا کہ آبادہ کمرہ واقعی اتنا بڑا ہے کہ ام دونوں دہاں آرام سے رہ سکیں گے۔ مجھے یہ بھی خیال آتا ہے کہ کہیں اس طرح میرے کام میں ہرج تو نہیں ہوگا۔“ راجس نے زوردار قہقہہ لگایا۔

”چلیے بات ہو گئی۔“ اس نے کہا۔

”بالکل ٹھیک ہے میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کے کام میں ٹک نہیں ہوں گا۔ آپ اس سلسلے میں بے فکر رہیں۔ اور اگر آپ پھر بھی میرا ساتھ پسند نہیں کرتے تو میں نہیں آؤں گا۔ لیکن میرا خیال ہے کہ میں بھوتوں کو بچھگانے کے سلسلے میں بڑی حد تک آپ کے کام آ سکتا ہوں۔“ اس کے ساتھ ہی اس نے ہاس بیٹھے ہوئے ایک شخص کو کھینچتے ہوئے دھوکا دیا اور آکھ سے اشارہ کیا۔ پارکس کا چہرہ ایک دم متغیر ہو گیا۔

”صاف کرنا پارکس۔“ راجس نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

”نہیں اب نہیں کہنا چاہیے تھا۔ دراصل مجھے یہ ہی نہیں رہا کہ آپ اس موضوع پر کچھ کہنا سنا پسند

کے ہاں کوئی اور ایسا کوئی نہیں جہاں دوسرا چمک رہا ہو۔ میں خود بھی بڑا کمرہ ہی پسند کرتا ہوں کیونکہ میں اپنی کتابیں بھی ساتھ لے جا رہا ہوں اور کچھ لکھنے کا کام بھی کرنے کا ارادہ ہے۔ اگرچہ میں اپنے مطالبے کے وقت میں دو خالی چمک تو کچھ ایک کچھ بھی تصور نہیں کر سکتا تاہم میرا خیال ہے کہ میں وہاں اپنے عارضی قیام کے دوران کسی نہ کسی طرح گزارا کر ہی لوں گا۔“

”آپ اپنے کمرے میں ایک فالتو بستر رکھنے کو پسند نہیں کرتے؟“ سامنے بیٹھے ہوئے ایک اکھڑ سے شخص نے کہا۔

”اجنبی تو پھر میں، وہاں آ جاؤں گا اور کچھ عرصہ قیام کروں گا۔ اس طرح آپ کا ساتھ بھی ہو جائے گا۔“

پروفیسر نے زور پاتل کیا اور پھر خوش اخلاقی سے بقیہ لگایا۔

”بڑی خوشی سے راجس۔ اس سے زیادہ مجھے اور کہا پسند ہو سکتا ہے لیکن مجھے ڈر ہے کہ آپ اس طرح شاید کچھ بے لطفی محسوس کریں۔ کیا آپ گمواف کہتے ہیں؟“

”نہیں خدا کا شکر ہے کہ میں نہیں کہتا۔“ اکھڑ مزاح مسرہا کر رہا تھا۔

”دیکھئے جب میں لکھ نہیں رہا ہوتا تو میرا زیادہ وقت گمواف کے مہمان میں گزرتا ہے اور میرا خیال ہے کہ اس صورت میں آپ کچھ نہ کچھ بے لطفی ضرور محسوس کریں گے۔“

”غیر میں کہہ نہیں سکتا مجھے یقین ہے کہ اس بار

پہلے گزرا ہو۔ لیکن مجھے مزید کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ میرا مطلب سمجھ گئے ہیں۔“

”ہاں..... ہاں۔“ راجس نے قد رے ثلث سے کہا۔
”بالکل ٹھیک برٹشو میں اور ہمیں ان باتوں سے اچھی طرح واقف پڑے گا۔“

مندرجہ بالا گفتگو کے حوالے سے میں نے بہ تاثر پیش کرنے کی کوشش کی ہے کہ پارکنس کے اطوار کسی بڑھیا کی طرح ایک مرنے جیسے تھے یعنی اپنے روزمرہ کے طور طریقوں کے لحاظ سے وہ شاید بالکل جاہل تھا، لیکن اس کے ساتھ ہی وہ بے خوف اور اپنے احساسات میں ظلم اور قابل احترام شخص تھا۔ پارکنس کے کردار کا بھی خلاصہ ہے خواہ تارین اس سے متفق ہوں یا نہ ہوں۔

اگلے روز پارکنس امید کے مطابق کالج سے چلے جانے اور برٹشو میں کچھنے میں کامیاب ہو گیا۔
”گلوب ان۔“ میں اسے خوش مدید کہا گیا۔
اس کے لیے مذکورہ دوا سترہاں والا کمرہ ٹھیک ٹھاک کر دیا گیا۔ آرام کرنے سے پہلے اس نے اپنی تمام چیزیں قرینے سے ایک کونے میں بڑی میز پر رکھ دیں۔ کمرہ خنوں جانب سے کھڑکیوں سے گھرا ہوا تھا جو مندر کی طرف کھلی تھیں یعنی دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہیے کہ مرکزی کھڑکی سیدھی مندر کے رخ پر واضح تھی۔ دائیں اور بائیں دونوں کھڑکیوں سے مائل کے جنوبی اور شمالی مسموں کا منظر دکھائی دیتا تھا۔ جنوب کی طرف برٹشو کی ہستی

منظر کشی کہانی: صفحہ 51 تا ستمبر 2014ء

نہیں کرتے۔“
”بالکل۔“ پارکنس نے کہا۔

”جیسا کہ آپ نے اس امر کا ذکر کیا ہے میں یہ خوشی تسلیم کرتا ہوں کہ میں بھوتوں وغیرہ کے متعلق بالکل بچہ باتیں قطعاً پسند نہیں کرتا۔ میری حیثیت کا آدمی۔“ اپنی آواز کو ذرا بلند کرتے ہوئے وہ کہتا گیا۔

”اس قسم کے اعتقادات کو تسلیم کر بھی نہیں سکتا۔ آپ جانتے ہیں مسٹر راجس یا کم از کم آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں اپنے نظریات کے اظہار میں کوئی بات چھپا کر نہیں رکھتا۔“
”درست ہے آپ نے کبھی ایسا نہیں کیا بزرگوار۔“ راجس نے دبی زبان سے کہا۔

”میں دعوے سے کہتا ہوں کہ ایسی چیزوں کے وجود کے نظریے سے اگر ذرا بھی رعایت برتی گئی یا اس پر توجہ دی گئی تو اس کا یہ مطلب ہو گا کہ میں نے ان اصولوں کی خلاف ورزی کی ہے جو میرے خیال میں بڑے مقدس ہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ میں آپ کی توجہ حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوا ہوں۔“

”آپ کی مکمل توجہ کا حاصل وہی ہے جو ڈاکٹر پلیمبر نے بتایا ہے۔“ راجس نے جلدی سے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”لیکن معاف کرنا پارکنس میں نے قطعاً کلائی کی۔“

”نہیں کوئی بات نہیں۔“ پارکنس نے کہا۔
”بٹ پلیمبر کا نام یاد نہیں ہو سکتا ہے وہ مجھ سے

ہونے لگی۔ تھی ہوئی دو بچوں اور دو بچوں کھانے پیرے پر ایک سرسری نظر ڈال کر اس نے بہتر یہی سمجھا کہ قبا کو نوشی سے کرل کی طبیعت بحال ہونے کا موقع دیا جائے تاکہ رات کے کھانے پر اس سے ملاقات ہو تو وہ ہشاش بشاش نظر آ سکے۔ چنانچہ وہ اس سے جدا ہو گیا۔

”آج میں غالباً کھانا پی کے ساتھ چلتے دوئے گھر جاؤں گا۔“ اس نے سوچا۔

”ٹھیک ہے اس طرح دن بھر روشنی میں وہ کھنڈرات بھی دیکھ لوں گا جن کا ذرئی نے ذکر کیا تھا۔ نیسے اچھی طرح معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہیں نہیں تو بخ ہے کہ میں ان سے دو چار دوئے بغیر نہیں رو سکتا۔“

یہ بات اس کے منہ سے نکلی ہی تھی کہ اس کا باؤں ایک خادہ اور پودے کی جڑ سے الجھتا ہوا ایک بڑے پتھر سے ٹکرا گیا اور وہ اس کے اوپر گر پڑا۔ جب وہ اٹھا اور اس نے گرد و پیش کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ وہ کسی حد تک شکست زمین کے قلعے پر ہے جس میں جا بجا چھوٹے گڑھے اور ابھار پائے جاتے ہیں۔ بخورد کھینے پر پتہ چلا کہ وہ کنس پتھر کے قودے میں جوتہ نے کے پستری سے ڈھکے ہوئے ہیں اور ان پر گھاس اگی ہوئی ہے وہ یہ منجہ اخذ کرنے میں حق بجانب تھا کہ وہ قدیم دینی درگاہ کے آثار پر کھڑا ہے جسے دیکھنے کا اس نے وعدہ کیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسے اپنی سیاحت کا انعام مل گیا تھا۔ اکثر بنیادیں زیادہ گہری نہ تھیں جس سے عمارت کی شکل و صورت کا خاصا اندازہ ہو سکتا۔

نظر آتی تھی اور شمالی رخ پر کوئی مکان نہیں تھا بلکہ ساحل کے کنارے بچی چٹانیں دکھائی آتی تھیں۔ بالکل۔ اسنے کے رخ پر گھاس کا طویل تہلہ پھیلا دیا تھا جس کے قریب کبھی کبھی پرانے ٹکڑے جہازیں اور اس قسم کی چیزیں بکھری ہوئی تھیں۔ ساتھ ہی ایک جگہ غنی گڑہی تھی جس سے پورے کھادی کی حد شروع ہو جاتی تھی۔ ساحل سمندر اور گلوب این کے درمیان پہلے خواہ کتنا ہی فاصلہ ہو لیکن اب ان کا فاصلہ مانجھ گڑ سے زیادہ نہیں تھا۔

سراٹے میں دو لوگ قہم تھے دو زیادہ زرگولف کے کھادی تھے۔ البتہ بچہ افراد ایسے تھے جو خصوصی غوارف کے محتاج تھے۔ سب سے زیادہ نمایاں شخصیت شاید ایک مرنہ جی کی تھی جو اندن کے کسی کلب کا سیکرٹری تھا۔ اس کی آواز بڑی بلند تھی اور وہ اپنے نظریات کے مطابق واضح طور پر پرنسٹن تھا۔ اس کے مطابق اس وقت خاص طور سے نمایاں ہوتے جب وہ پادری کے دوا سستا۔ یوں اسے دلا دینے میں رسوم سے لگاؤ تھا۔ اگرچہ وہ اپنی روایت کے مطابق اس دلچسپ کو زیادہ واضح نہ ہونے دیتا تھا۔

پرفیسر پارکنس جس کی نمایاں خوبی ذہانت تھی۔ برنسڈو آنے کے اگلے دن کا زیادہ حصہ اس کا کرل لسن کے ساتھ اپنے گولف کے کھیل کو بہتر بنانے میں گزارا تھا اور دو پیر کے بعد شاید یہ اس کے بہتر کھیل کا نتیجہ تھا۔ کرل کارنگ اتنا چھکا بڑ گیا کہ پارکنس کے لیے گولف کے میدان سے اس کے ہمراہ گھر واپس آنے کے خیال سے وحشت

رکھنے کے قابل ہو گیا کہ انہوں میں ایک مصنوعی سوراخ بنا دیا تھا جو سستیل شکل کا تھا اور اس کے اندر اگرچہ پلستر نہیں کیا گیا تھا پھر بھی اس کی تباہ و بوار میں ہموار اور متناسب نہیں۔ بظاہر وہ خالی تھا۔

اب اس نے چاقو باہر نکالا اسے کسی دھات کی بھٹکا روستانی دی اور جب اس نے ہاتھ ڈال کر دیکھا تو سوراخ کے فرش پر ایک ٹکلی جیسی چیز پڑی تھی۔ اسے اٹھا لیا ایک قد رنی امر تھا اور جب اسے روشنی میں دیکھا گیا جواب مہم بولی چارہ کی تھی تو پتہ چلا کہ یہ بھی انسان کی بنائی ہوئی کوئی چیز تھی۔ دھات کی بنی ہوئی کوئی چار اٹھ لینی ایک ٹکلی جو بظاہر کافی مدت سے وہاں پڑی ہوئی تھی۔

جب پارکس کو یہ یقین ہو گیا کہ اب اس خلا میں اور کوئی چیز نہیں اب اس حد تک تاریکی چھائی تھی کہ کوئی مزید تحقیق کرنے کے لیے وہ سوچ بھی نہ سکتا تھا۔ جو کچھ اس نے کیا تھا وہ غیر متوقع طور پر اتحاد پسپ ثابت ہوا تھا کہ وہ اگلے دن کی روشنی میں آثار قدیمہ کے لیے تھوڑے سے اور وقت کی قربانی دینے کا ارادہ کر کے اٹھ کھڑا ہوا۔ دریافت شدہ چیز اب اس کی جیب میں محفوظ تھی اور اسے یقین تھا کہ اس کی کچھ نہ کچھ اہمیت ضرور ہوگی۔

گھر کی طرف روانہ ہونے سے چند گھنٹے پہلے اپنے گرد و پیش نگاہ دوڑائی تو منظر پر اوپر ان ممالک اور قدیمہ بیت تاک تھا۔ مغرب کی طرف مہم اور زردی روشنی میں گولف کے میدان میں کچھ صورتیں کلب گھر کی طرف متحرک نظر آ رہی تھیں۔ ساحلی قلعے کا پستہ مینار قریب کے گاؤں کی روشنیاں اور

تھا۔ اس مہم کی یاد آئی کہ اس عمارت کے بنانے والوں کا دستور تھا کہ وہ لوگ گرے تعمیر کیا کرتے تھے۔ اس نے دیکھا کہ اکثر بکھرے ہوئے آثار دائرے کی شکل میں نظر آتے تھے۔ بہت کم لوگ ایسے ہوں گے جو اپنے شیبے سے باہر شوقیہ طور پر تحقیقی کام کرنے کی کوشش سے باز رہ سکیں گے۔ مگر بردفیسر نے تو مسز ڈزنی کو خوش کرنے کی غرض سے صحیح معنوں میں تحقیق کی کوشش کی۔ اسے خود بھی ایسے کاموں کا کچھ نہ کچھ شوق تھا۔ لہذا انہوں نے گول ریف کا بڑی احتیاط سے جائزہ لیا اور اپنی نوٹ بک میں اندازے سے اس کی پیمائش کا اندراج کیا۔ پھر وہ اس سستیل شکل کے ابھار کو جانچنے کے لیے آگے بڑھا جو دائرے کے مرکز سے مشرق کی طرف واقع تھا۔

اس نے سوچا کہ یہاں چوترا قربان گاہ بنی ہوگی۔ اس کے شمالی سرے پر پلستر کا کچھ حصہ ٹوٹا ہوا تھا جو شاید کسی لڑکے یا کسی جانور کی کارستانی تھی۔ اس نے خیال کیا کہ یہاں سے مٹی بنا کر مہماری کے آثار دیکھنے جاسکتے ہیں۔ اس نے اپنا چاقو نکال کر اس جگہ سے مٹی کو کھردرانا شروع کر دیا۔ اور اب ایک اور چیز دریافت ہوئی یعنی مٹی کا کچھ حصہ اندر کی طرف گرا اور ایک پھولے سے ظلا کا انکشاف ہوا۔

اس نے دو ایک دیا سلائیاں جا کر یہ دیکھا چاہا کہ وہ کس قسم کا سوراخ ہے لیکن تیز ہوا کے سامنے اس کی پیش نہ چلی۔ چاقوں کی مدد سے مزید کھدے چنے اور اس پاس ٹھوکے دینے سے تاہم وہ یہ

ماہیاریت کی پہلی بٹی بھی رکھائی رہے رہی تھی جسے رہا تھا۔

”مجھے اب کیا کرنا چاہیے؟“ اس نے سوچا۔
 ”اگر میں پیچھے مڑ کر ذرا آسان کے پس منظر میں اس سائے کو دیکھ لیتا تو مجھے اس کے سینک اور پرامن نظرات تو کبھی نہیں ملتا کہ میں بھاگ کھڑا ہوتا یا وہیں رک جاتا؟ خوش قسمتی سے میرے پیچھے آنے والا بھلا آدمی اس قسم کا نہیں ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ مجھ سے اب بھی اتنے فاصلے پر ہوگا جتنے فاصلے پر وہ مجھے پہلے نظر آیا تھا۔ اور اگر وہ اسی رفتار سے چلتا رہا تو رات کے کھانے پر میری طرح جلد پہنچ پائے گا۔ باپ رہے اب تو بمشکل پندرہ منٹ رہ گئے ہیں مجھے بھاگنا چاہیے۔“

پارکنس کو لباس تبدیل کرنے کے لیے راقی بہت تھوڑا وقت ملا۔ جب وہ کھانے کی میز پر کرسی سے ملتا تو وہ مطمئن اور ہشاش بشاش نظر آ رہا تھا۔ کھانے کے بعد تاش کھیلنے کے دوران بھی وہ اسی طرح رہا اور پارکنس نے کافی دیر تک بچوں سے دل بہلایا۔ یہی وجہ تھی کہ جب وہ بہت رات گئے سونے کے لیے اٹھا تو اسے محسوس ہوا کہ شام بڑے خوشگوار طریقے سے گزری ہے اور اگر اسی طرح کے حالات رہے تو گلوب ان میں دو تین ہفتوں کا قیام بڑا خوشگوار ہوگا۔ ”خصوصاً اس نے سوچا۔“

”اس صورت میں کہ گولف کی شق جاری رکھوں۔“

جوبہی وہ اپنے کمرے کی طرف جانے لگا۔ اسے راستے میں سرائے کا خادم ملا جو اسے دیکھ کر ٹھہر گیا اور کہنے لگا۔

”ماہیاریت کی پہلی بٹی بھی رکھائی رہے رہی تھی جسے رہا تھا۔“
 ”مجھے اب کیا کرنا چاہیے؟“ اس نے سوچا۔
 ”اگر میں پیچھے مڑ کر ذرا آسان کے پس منظر میں اس سائے کو دیکھ لیتا تو مجھے اس کے سینک اور پرامن نظرات تو کبھی نہیں ملتا کہ میں بھاگ کھڑا ہوتا یا وہیں رک جاتا؟ خوش قسمتی سے میرے پیچھے آنے والا بھلا آدمی اس قسم کا نہیں ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ مجھ سے اب بھی اتنے فاصلے پر ہوگا جتنے فاصلے پر وہ مجھے پہلے نظر آیا تھا۔ اور اگر وہ اسی رفتار سے چلتا رہا تو رات کے کھانے پر میری طرح جلد پہنچ پائے گا۔ باپ رہے اب تو بمشکل پندرہ منٹ رہ گئے ہیں مجھے بھاگنا چاہیے۔“

پارکنس نے سوچا کہ وہ اسے نہیں جانتا ہو گا لہذا اس کا انتظار کرتا ہوں۔ ایسے سہنوں پر کوئی ساتھ چلے گا۔ اور تو اچھا ہے بشرطیکہ آپ اسے جانتے ہوں۔ ماضی میں اس نے کہیں پڑھ رکھا تھا کہ اس قسم کی جگہوں پر بعض اوقات ایسی ملاقاتیں ہو جاتی ہیں جن کے متعلق انسان نے کبھی سوچا بھی نہیں ہوتا۔ وہ ایسی ہی ملاقاتوں کے بارے میں سوچتا گیا۔ حتیٰ کہ گھر پہنچ گیا۔ اسے خاص طور پر اس چیز کا خیال آتا تھا جو اکثر لوگوں کے بچپن میں اہم کی طرح از بس میں بیٹھ جاتی ہے۔

”میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک رینڈا بھی تھوڑی سی رہ گیا تھا کہ اسے ایک کردہ صورت بھتہا رکھائی رہا جو کمیت کو پار کر کے اس کی طرف آ

”میرے لیے اس کا مطلب بہت ضروری ہے۔“ اس نے سوجھا۔

”لیکن میرا خیال ہے کہ میری اطمینانی کھڑنگ آلود ہو چکی ہے۔“ نیچے نوے بھی باؤ نہیں کہ سبھی کو اطمینانی زبان میں کیا کہتے ہیں۔ دوسری طرف کا فخر آسان معلوم ہوتا ہے۔ اس کا مطلب غالباً

یہی ہے۔ بہ کون ہے جو آ رہا ہے؟ ”خیر بہتر یہ ہے کہ اسے جاننے کے لیے سنی، بجا کر دیکھی جائے۔“ اس نے آزمائش کے لیے سنی، بجا کی اور ایک

رم دک گیا۔ قدرے حیران ہونے کے باوجود وہ اس کی آواز سے خوش ہوا جو بہت دور تک پہنچنے کی صلاحیت رکھتی تھی اور نرم تھی۔ اس نے مسوس کیا کہ سنی کی آواز کئی میل تک پہنچی ہوگی۔ یہ ایک ایسی آواز تھی جو ذہن میں صور نہیں بنانے کی طاقت رکھتی ہے (جیسے کہی مطر اس کے اہل ہوتے ہیں)۔

ایک لمحے کے لیے اس نے یہ منظر دیکھا کہ رات کا رقت ہے اور جاڑوں طرف تاریکی پھیلی ہوئی ہے۔ تازہ ہوا جل رہی ہے اور اس کے درمیان ایک تنہا صورت ہے۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ منظر کیسے اس کے سامنے آ گیا ہے۔ اگر اس کی کھڑکی سے نیر ہوا کا ایک جھونکا ٹکرانے سے یہ خواب بخونہ ہو جاتا تو شاید وہ کچھ اور بھی دیکھتا۔ ہوا کا ریا اتنا شدید تھا کہ اس نے اوپر کی طرف دیکھا۔ میں اسی وقت کسی بھری پرندے کے زہ کی سفید جھلک کھڑکی کے باہر دکھائی دی۔

سنی کی آواز اسے اتنی دلکش معلوم ہوئی کہ اسے ایک دعوہ دینا چاہیے بغیر نہ رہ سکا۔ اس دعوہ

”صاف کرتا جناب ابھی تھوڑی دیر پہلے میں آپ کا کوٹ برش سے صاف کر رہا تھا کہ کوئی چیز اس کی جیب سے گر پڑی۔ میں نے وہ اٹھا کر آپ کی دروازوں، دلی الماری پر رکھ دی ہے۔ جناب کسی پاپ کا ٹکڑا معلوم ہوتا ہے۔ آپ الماری میں سے لے لیں صاحب۔“ اچھا شُب خیر جناب۔“

اس گفتگو سے یارکش کو بار آ گیا کہ دن کے وقت اس نے ایک چھوٹی سی دربارت کی تھی۔ بڑے شخص کے ساتھ وہ اتنے نرم غیبوں کی روشنی میں لے گیا۔ اب اس نے دیکھا کہ یہ کاشی کی بنی ہوئی ہے اور آج نکل کے زمانے کی کڑوں کو پلانے والی سنی سے ملتی جلتی ہے۔ واقعی یہ ایک سنی تھی۔ وہ اسے ہونٹوں تک لے گیا لیکن وہ سنی اور ریت سے اُلی ہوئی تھی۔ اس لیے بچ نہ سکی۔ اس نے چاقو

کیا نہ دے مٹی وغیرہ صاف کی۔ رات صاف اور روشن تھی اس نے کھڑکی کھولی اور تھوڑی سی دیر کے لیے سمندر کی طرف دیکھا۔ ایک تنہا راگیر ساحل کے ساتھ ساتھ کسی انجانی منزل کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس نے کھڑکی بند کر دی۔ وہ حیران تھا کہ برنٹو کے لوگ اتنی رات گئے بھی سوئے نہ تھے۔ اس نے سنی کو بھر رشتی میں غور سے دیکھا۔ اس پر کچھ نشان خے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ حرف کھدے ہوئے خے۔ ذرا سا رگڑنے پر کندہ عبارت صاف بڑھی جا سکتی تھی۔ لیکن کچھ سوچنے کے بعد پروفیسر کو اعتراض کرنا پڑا کہ اس کے لیے اس عبارت کا مفہوم اخذ کرنا محال تھا۔ سنی کی رتوں طرف کچھ نہ کچھ لکھا ہوا تھا۔

شاید یہ ہوا بھی باگوائف کیلئے کا جوش یا
کھنڈرات میں تحقیق اس کا باعث تھی کہ پارکنس کو
نیند نہیں آ رہی تھی۔ بہر حال وہ بہت زیادہ دیر تک
جاگتا رہا۔ (میں بھی اکثر ایسی صورت حالات کے
تحت سوئے سے بصر دیتا ہوں)۔ وہ سو پنے لگا
کہ وہ کسی مہلک پریشانی کا شکار ہو گیا ہے۔ اس
نے دل کی دھڑکنیں گنا گنا شروع کر دیں۔ اتنے دم
ہونے لگا کہ دل کی حرکت بند ہو جائے گی اور اس
کے بچھڑے دماغ اور جگر اپنا کام چھوڑ دیں گے۔
اس کے ساتھ ہی اتے بھین تھا کہ دن چڑھنے تک
وہ ان فوائد کو لڑ لکڑ کر دے گا لیکن اس وقت نوہ
رفع ہونے سے انکار کر رہے تھے۔ البتہ اس
خیال سے ذرا اطمینان ہوا کہ اس کشتی میں کوئی اور
بھی سوار ہے۔ قریب ہی کوئی شخص (تاریکی میں
اس کی مت بناء آسان نہ تھا) اپنے بستر میں
کر دھیں بدل رہا تھا۔

اس کے بعد پارکنس نے اپنی آنکھیں بند کر
لیں اور سونے کا پکا ارادہ کر لیا۔ لیکن اب پھر بڑھے
ہوئے جوش نے ایک اور صورت اختیار کر لی۔ یعنی
اس کے سامنے بربط بربط تصویروں میں لکھیں۔
اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی شخص سونے کی
کوشش میں آنکھیں بند کرے۔ انو تصور میں سامنے آ
جاتی ہیں اور اگر کوئی ان سے گھبرا کر آنکھیں کھول
دے تو وہ منتشر ہو جاتی ہیں۔

پارکنس کو اس موقع پر بڑا اذیت ناک تجربہ
ہوا۔ اس کے سامنے جو تصویر آئی وہ یوں دکھائی دی
جیسے مسلسل گھوم رہی ہو۔ جب اس نے آنکھیں

بند کر دیں تو وہ اس کی تصویر نظر نہ
آئی حالانکہ اس کی امید تھی۔

لیکن یہ کیا بات ہے؟ چند ہی منٹوں میں ہوا
اس قدر تیزی سے بدلنے لگی۔ گنا نیز جگڑا ہے میں
نے سوچا تھا کہ جتنی لگائے گا کوئی فائدہ نہیں رہے گا
میں قیاس بچھ گئیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کمرہ
نوت چھوٹ جائے گا۔

سب سے پہلے کھڑکی کو بند کرنے کی ضرورت
تھی۔ چنانچہ در آپ میں تک لکھی کر بس پارکنس اس
پیشانی ہی کھڑکی کے ساتھ کشتی کرتا رہا اس نے
تصویریں کیا کہ وہ کسی نوسند چہرہ کو چھپے دکھیل رہا ہے۔
بانی راؤ ڈاؤنٹ تھا۔ ایک دم ہوا کا زور ڈھیلہ پڑ
کر آیا۔ کھڑکی کے پتہ دھماکے کے ساتھ بند ہو گئے
اور اپنے آپ چٹختی لگ گئی۔

اب وہ قیاس بچھ جاتی تھیں تاکہ دیکھا جائے
کہ کچھ نقصان تو نہیں ہوا۔ لیکن سب کچھ ٹھیک ہی
معلوم ہوتا تھا۔ حتیٰ کہ کھڑکی کا کوئی شیشہ بھی نہ ٹوٹا
تھا۔ البتہ اس شور سے سرائے کا ایک کمین یعنی کرنل
ضرور جاگ اٹھا تھا۔ اوپر کے فرش پر اس کے
قدوں کی چاپ اور ٹھنڈے سے بڑبانے کی آواز
سنائی دے رہی تھی۔

واپس کی طرح رکی جتنی بلکہ اب بھی چٹختی ہوئی
تیزی سے بھل رہی تھی۔ کبھی کبھی ہوا کی کوئی جھنجھکی
تیز سنائی دیتی تھی کہ پارکنس کے کہنے کے مطابق کئی
بڑی لوگ بے چینی محسوس کرتے ہوں گے۔ چندہ
منت بعد اسے خیال آیا کہ وہی لوگ ہی نہیں۔ اس
روانے اخیر پر ہلکے نفس کو خوش ہوئی۔

انھیں کے قابل نہیں اور وہ اپنی طرف بڑی فکر مندی سے دیکھتا ہوا پستے کے نیچے بی بی سے پڑا رہا۔

اس وقت تک دہانے والے شخص کے ذریعہ جس کی طرح ظاہر نہ ہوئی تھی۔ لیکن اب دور مسائل کی طرف سے کسی کے تیز چلنے کی تھک دکھائی دی۔ کچھ دیر بعد پتہ چلا کہ کوئی شخص زرد اور بھڑ بھڑاتے ہوئے کپڑے پہن چلا آ رہا ہے۔ اس کی نقل و حرکت میں کوئی ایسی بات تھی کہ پارکنس اسے قریب سے دیکھنا پسند نہیں کرتا تھا۔ ایک جگہ رک کر اپنا بازو اوپر اٹھانے اور ریت کی طرف سر جھکا دیا۔ تب وہ اسی طرح کھانڈی پر سے پانی کی طرف دوڑا اور پھر واپس آ گیا۔ اب وہ سیدھا کھڑا ہو گیا اور پہلے سے زیادہ تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔ حتیٰ کہ وہ دائیں اور بائیں چکر کاٹتا ہوا اس چوٹی پستے سے چند گز کے فاصلے پر پہنچ گیا جہاں پہلے بھاگ کر آنے والا چھپا ہوا تھا۔ دس گن بار ادھر ادھر دیکھنے کے بعد وہ ایک جگہ ٹھہر گیا۔ ہاتھ اوپر اٹھائے اور پھر تیر کی مانند اس چوٹی پستے کی طرف بھاگ کر گیا۔

اس مقام پر پہنچ کر پارکنس اپنی آنکھیں بند رکھنے میں تامل نہ کیا۔ وہ اس ارادے سے اٹھا کہ وہ جی جاکر کوئی کتاب پڑھے اور اسی طرح جاگ کر رات گزار دے۔ اسے اس متواتر منظر سے بڑی کوفت ہو رہی تھی جو اس کی اپنی سیر اور براؤنڈ ڈیالٹ کو بار بار اس کے سامنے لا رہا تھا۔ (جاری ہے)

کھول دیں تو وہ منظر غائب ہو گیا۔ لیکن جب اس نے وہ بارہ آنکھیں بند کیں تو وہی منظر پھر اس کے سامنے آ موجود ہوا جو کہ پہلے کی نسبت تیز تھا نہ سست۔ جو کچھ اس نے دیکھا وہ یہ تھا۔

مراحل کا ایک لمبا قطعہ تھا۔ سگریٹوں سے پرے ریت کی پٹی دکھائی دی جس پر جا بجا چوٹی پستے لگے ہوئے تھے۔ یہ منظر بڑی حد تک اس کی بعد دوپہر کی سیر سے ملتا جلتا تھا۔ کیونکہ کوئی علامت یا ایسی کوئی اور چیز دکھائی نہ دیتی تھی اس لیے اسے پہچاننا دشوار تھا۔ روشنی بڑی مدہم تھی جس سے یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ آدھی آنے والی ہے دن کا چھپاؤ حصہ سرد سے گار فہرے پادش بھی ہوگی۔ پہلے تو اس تاریک شجر کوئی اداکار نمودار نہ ہوا۔ پھر دور سے کوئی ساہی چیز ظاہر ہوئی جو جلد ہی ایک آدمی کی صورت اختیار کر گئی۔

وہ نیوی پستوں کو پھلانگتا اور بار بار جیسے مڑ کر دیکھتا ہوا بھاگ رہا تھا۔ جونہی وہ زبادہ قریب آتا تو معلوم ہوا کہ وہ یہی طرح خوفزدہ ہے مگر اس کا چہرہ پہچانا نہیں جاتا اس کے علاوہ وہ بڑا تھکا ہوا نظر آتا تھا۔ جوں جوں وہ آگے بڑھتا تھا ہر رکاوٹ اسے پہلے سے زیادہ دشوار معلوم ہوتی تھی۔

”کیا وہ اس رکاوٹ کو عبور کر لے گا؟“ پارکنس نے سوچا۔

”یہ دوسری کی نسبت ذرا اونچی لگتی ہے۔“ لیکن وہ جوں توں کر کے اس پر چڑھ ہی گیا اور تفریق نہ کرتا ہوا اس طرف کود آیا۔ (اب وہ زیادہ قریب دکھائی دینے لگا) پھر یوں معلوم ہوا کہ وہ

ایک خون آشام لڑکی جو زندہ رہنے کے لیے ایک حسین رفاقت کا روپ دھار کر نوجوانوں کو اپنے بیمار میں پھانس کر ان کا خون پینے لگی

خون پینے والی

بزنس..... فریڈ ہالو

بچے نہیں میں بچیتک گئے۔

جب ملاج نے مجھے میری کہانی سنائی تو میں اداس ہو گیا۔ کئی روز تک اداس رہا اور میں اپنے آپ کو سمندر کا بیٹا سمجھنے لگا۔ جب میری عمر چودہ سال کی ہوئی تو یہ احساس جاگا کہ مجھے بوڑھے ملاج کے رزق پر نہیں چلنا چاہیے اور میں جہاز کے عرش پر سگریٹ بننے لگا۔ سگریٹوں کی چلتی پھرتی دکان میرے گلے میں لٹکتی رہتی تھی۔ اور میں اداکارانہ چالوں سے کام لیتے ہوئے سگریٹ چاکر رہتا تھا۔

کچھ عرصہ بعد میں خاصا مشہور ہو گیا۔ جہاز کا کپتان مجھے تھا جو کہ کہا کرتا تھا۔ وہ مجھی سے سگریٹ خریدتا اور جہاز کا عملہ بھی اپنے کپتان کی پیروی کرتے ہوئے میری طرف رجوع پذیر ہونے لگا۔ ایک دن جہاز کے عرش پر میں سگریٹ بیچ رہا تھا کہ اچانک میرے کانوں میں آواز گونجی۔ میں نے مڑ کر دیکھا۔ ایک بوڑھا چشملگائے مجھے گھور رہا تھا۔ میں نے ایکٹنگ کرتے ہوئے گلے میں لٹکے والی دکان اس کی آنکھوں کے قریب تر کر دی تاکہ وہ اپنی پسند کے سگریٹ خود اٹھا لے۔ وہ ابھی ایسا نہ کر

میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ آئندہ لڑکی ہسٹوں میں اپنے جسم کو خوبصورت زباؤں میں بدلنے والی روزنیں اس درجہ فطرتاً ہی ہو سکتی ہیں۔ روزنیں بنے دیکھنے والے اس کے حسن اور جسم سے بیک وقت بہار کرنے لگتے۔ وہ وہم چہرہ جیسے سدھوں سے مراد کے ہاتھوں کی لمبے کوٹھارے پر دو خوبصورت ہونٹ جن سے نشہ ہوسے رستے ہوئے محسوس ہوتے۔ مگر یہ دو شیرازہ ڈانٹتھی چمیل تھی با۔۔۔ جنمیر کے میں پہلے اپنا اقتدار بھی کرادوں میرا نام مانگ لیتے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ میرے باپ کا نام کیا تھا اور نہ ہی میں سمجھتا تھا کہ میری ماں کون تھی ہاں میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ ایک ملاج نے میری پرورش کی تھی۔ اٹلی کا بوڑھا ملاج جس کی زندگی کے مانجھ مال مختلف سمندر میں کی ہوا لٹانے لگے۔ تھے۔ باہر سال کی ٹرینک میں اسے اپنا باب بچہ بنا رہا۔ ٹرینک دن اس نے مجھے بتایا کہ میں کبھی نہیں دن کا تھا کہ میں جہاز کے کپتان میں پایا گیا۔ نہ جانے میرے دوستک دل والدین کون تھے جو کسی بندرگاہ پر اترتے وقت



پایا تھا کہ میری پھیلی ہوئی آنکھیں اور سکرانے
 ہوئے ہونٹ دیکھ کر بوزھے کے پہلو میں بیٹھی اس
 کی جوان بیوی مسکرا دی۔ وہ مجھے تنگی باندھے دیکھے

جاری تھی اور اس کے نو جوان ہونٹوں سے لافروال
 مسکراہٹ بک رہی تھی۔

ایک کہانی... 59 ستمبر 2014ء

سے بریگیڈ بڑبڑاتے جیسے یہ لوگ اپنا سب کچھ اپنے دوستوں کی بیگمات کو سونپ دینے میں اور بڑا حাপلے میں انھیں آزار خیال بننا پڑتا ہے۔

میں چونکہ ملازم تھا اور راج مہری مالک نے کسی سویت ڈش کی طرح میری نوجوانی کو طلب کیا تھا لہذا میں انکار نہ کر سکا مگر دبا دبا بعد میں نے نوکری چھوڑ دی اور بوڑھے بریگیڈیز کے ایک کرنل دوست کی رسات سے آری میں ڈرائیور بن گیا۔ اب میری زندگی اسٹریٹنگ کے پیچھے مکمل طور پر پھنس چکی تھی مگر اکثر ملاقات مجھے لمبی یاد آ جاتی اور میں سوچتا مجھے اتنی جلد تھکنا یا زہن پر لانے چاہیے تھے۔

سات سال تک میں ڈرائیوٹنگ کرتا رہا اور جب دوسری جنگ عظیم کا افتتاح ہوا تو مجھے برما بھیج دیا گیا۔ یہاں کی فضا میرے لیے نہایت عجیب و غریب ثابت ہوئی۔ گولے پھٹ رہے تھے۔ شعلے اٹھ رہے ہوتے۔ میں اسلحہ سے لہے ترک میں بیٹھا ہوتا اور خواہ مخواہ میرے ذہن میں لٹی تھکی آتی۔ گوہم ہٹاؤں میں جیت رہے ہوتے مگر لمبی طے پٹے شکست اے دی تھی میں نے اس کی یادوں کے سامنے تھکنا اور ال رہے تھے۔

ایک شام میں ملٹری ترک لے جا رہا تھا کہ ایک سولہ سترہ سال لڑکی نے ہاتھ دے کر نیند دک جانے کا اشارہ کیا۔ آری تو امد کے لحاظ سے میرا دک جانا ایک بھاپک جرم تھا مگر لڑکی کو کچھ کر میں نے مچا کہ جوالی نیچے رک رہی ہے۔ آواز دے کر ہمارا ہی ہے لہذا میں نے حسن کا احترام کرتے ہوئے

یہ بوڑھا بریگیڈیز تھا جس نے اپنی جوان بیوی کے کہنے پر نیند پر رازیل کی بندرگاہ پر اترتے ہوئے اپنے ہاں ملازم بن جانے کی دعوت دی اور میں ان کے ساتھ چلنے کو تیار ہو گیا۔ چند مہینے بعد مجھے معلوم ہوا کہ ملازمت ہر قسم کا کام کرنے پر مجبور کر رہی ہے۔ یہ تو میں ہر روز دیکھا کرتا تھا کہ بریگیڈیز کی بانجھ بیوی لٹی ہمیشہ رات گئے گھر پر لٹنی ہے اور صاحبہ قطعاً کوئی نوکری نہیں لیتے مگر چونکہ رات کے بعد ملازمت نہ ختم کی کہ ایک رات میں اپنے سرہانے کو اڑھائی گھنٹہ ملازمت پانچا کر نسوانی رستک نے نیند بیدار کر دیا۔ دوبارہ کھول کر میں نے باہر دیکھا لٹی رات گھڑوں پہن کھڑی تھی۔ میں اسے چپ چاپ دیکھتا رہا۔ وہ بھی خاموش رہی مگر اس کی خاموشی میں ہزاروں مضمیمہ رہے گی۔

وہ چالاک عورت تھی۔ نیند سمجھنے میں اسے ریز نہ لگی۔ اور وہ میری پُریشان آنکھوں کا مطالعہ کرنے کے بعد مجھ سے لپٹ گئی۔ اس کے رشتہ دار انکاروں کی طرف متوجہ نہ تھے۔ میں نے اسے اندر چلنے کو کہا تو وہ اپنے آپنی خواب گاہ کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے بوڑھے بریگیڈیز کے گھر پر ہونے کا احساس دلا یا تو وہ بولی۔

”یہ سارا قطعاً کوئی مخالفت نہیں کر سکتا۔ اس نے نیند انجوائے کرنے کے پورے حقوق دست رکھے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ نیند کلب میں نوجوان کیتانوں کے پاس چھوڑ آتا ہے۔“

میں نے پوچھا کہ بوڑھے کے ہمسائی خون میں اتنی سردی کیسے آ رہی تھی تو جواب دہ بولی کہ کینٹین

”مگر وہ خود کہاں ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”وہ سو رہی ہے۔“ خاتون بولی۔ اور میں نے
نھیلے اس کی طرف بڑھا دیا اور جانے کے لیے مڑا تو
وہ بولی۔

”ایک کب چائے تو پیتے چائے۔“ مٹی کہہ رہی
تھی باغیر چائے پائے انھیں نہ سمجھتے گا۔“

میں صوفے پر بیٹھ گیا۔ خاتون نے اندر سے
دروازہ بند کر دیا۔ دروازوں کھڑکیوں اور روشن
دالوں پر کالا روغن ہو چکا تھا۔ لہذا خاتون نے بے
دھڑک لائٹ جلا دی۔ یہ ہندوستانی طرز کا
خوبصورت سا کمرہ تھا۔ اور میرے سامنے میز پر
پر شاد بیٹھی تھی۔ جنھوں نے اپنا رخاؤ کرانے
ہوئے کہا کہ ان کے شوہر عاز جنگ پر ہیں اور وہ
بالکل نہیں جانتی کہ وہ اس وقت کس باؤر پر ہیں۔

میں اسے دیکھتا رہا۔ کھلی ہوئی ریشیں اور ٹھیکیں
چہرہ وہ بھی ایک سمجھدار عورت تھی۔ لہذا میرے
دیکھنے کا مفہوم نہ رہا۔ مجھ کو اندر چائے پلانے سے
پہلے اس نے اس احسان کا بھرپور بدلہ اتار دیا۔
میں اس وقت ہمارے کمرے کے اوپر سے گولیاں
برساتے ہوئے جہاز گزرے اور تھوڑی دیر بعد میں
ٹرک میں آ بیٹھا۔ میری ساری تھکن اڑ چکی تھی اور
میں پر شاد گیت پر کھڑی ہانچہ بلا بلا کر غیمہ الوداع
کہہ رہی تھی۔ اس الوداعی خلوص میں لوہے آنے کا
پیغام تھا۔ جس کی میں بعد میں کئی بار فیصل کرتا رہا اور
پھر جنگ بند ہو گئی مگر اسلحہ ابھی باقی تھا لہذا میرا
ٹرک ادھر سے ادھر آتا جاتا رہا اور کئی بدن یونی گزر
گئے۔

برکیوں کا سہارا لیا۔ لڑکی میرے قریب آئی اور تھی
لہجے میں بولی۔

”ہمارے پاس جانے نہیں ہے چینی نہیں ہے
... وہ نہیں ہے۔ خدا کے لیے ہماری مدد دیجیے۔“

میں واپسی پر پھر پور انداز کا وعدہ کر کے ہل
ایا۔ مار مارا سنہ دلا کی مہر بے ذہن میں کھسکی رہی۔
جہاں کے رہنے والے مسلسل جنگ کی وجہ سے
اشیا خور و فانی کو ترس گئے تھے۔ میں نے اپنے کپ
نہیں سے ہائے روجہ اور چینی لی اور ٹرک واپس
سوڑا۔ اس وقت رات کے گیارہ بج رہے تھے۔

”میں ہے اس لڑکی کی رہائش گاہ۔“ یہ سوچنے
ہوئے میں نے ایک خوبصورت کبھی کے سامنے
ٹرک پارک کیا۔ بلکہ آڈٹ ہونے کی وجہ سے کبھی
پتار مٹی چھانی ہوئی تھی۔ میں گیت سے ہوتا ہوا
میں اندر آ گیا اور سائڈ روم پر دستک دینے لگا۔

”کون...؟“ ایک نسوانی آواز نے اپنی
موجودگی کا احساس دلایا۔ اب میں اسے جوا بیا کیا
کہنا میں یہی سوچ رہا تھا کہ آواز پھر آتی۔

”کون...؟“

”چائے دو دو اور چینی ڈالو۔“ میں نے کہا اور
دروازہ کھل گیا۔ مگر میرے سامنے ایک نہیں سالہ
خاتون کھڑی تھی۔

”اندرا آ جائیے۔“ وہ بے تکلفانہ لہجے میں
بولی۔ ابھی میں اس لڑکی کے بارے میں نہ پوچھا
ہو تھا کہ اس نے کہا۔

”میری بیٹی نے مجھے آپ کے بارے میں کہہ
دیا تھا کہ آپ یہ چیزیں لے کر ضرور آئیں گے۔“

آگیا۔ گاڑی اپنی مخصوص سپیڈ سے دیکر روڈ پر تیر رہی تھی کہ اچانک راک بیلز کا نقشہ میرے ذہن میں سمٹ آیا۔ گو میں وہیں جا رہا تھا مگر اس محل نما عمارت سے تو کئی پراسرار کہانیاں وابستہ تھیں۔ بھلا ایک ڈانس راس محل میں کیسے رہ سکتی ہے اور اچانک میں نے اپنے ذہن سے تمام گھٹیا خیالات کھرچ ڈالے۔ اور اس کے بارے میں سوچنے لگا جسے میں لینے جا رہا تھا۔

روز لین' مس روز لین کاش عورتیں اپنے ہموں کے ساتھ لفظ مس یا مسز لگانا چھوڑ دیں تاکہ مرد ہمیشہ خوش ہنسوں کا دکھ رہیں۔ ابراہمل کیفیت ہنسر پر سے اٹھنے کے بعد ہی معلوم ہو۔ اور ایسے بھی میں اپنے تجربات کی روشنی میں کہہ سکتا ہوں کہ اکثر مسز کہلانے والیاں مس کہلانے والیوں سے کہیں زیادہ اچھی ہوتی ہیں۔ اچھی سے مراد جنسی تسکین کے وہ ذرا دیے ہیں جو صرف ایک خراب کار عورت ہی مرد کے وجود میں تحلیل کر سکتی ہے۔ بشرطیکہ وہ مسز کسی ایک کی بیوی اور کسی ایک کی محبوبہ ہو کیونکہ بہت سے شوہر یا محبوب رکھنے والی کوئی عورت کسی صدی میں کسی مقام پر بھرپور تسکین کا باعث بھی نہیں بن سکتی۔

میرا ذہن الجھتا چلا گیا۔ بچپن سے لے کر اب تک کیسے گئے گناہ قطار در قطار کھڑے بننے احساسِ ندامت والا رہے تھے اور میں درختوں کے جھنڈ میں گھری سڑک کا سینہ چیرتا ہوا راک بیلز جا رہا تھا جہاں سے ایک جوانی کو اٹھا کر نیچے کلب لے آتا تھا۔ راک بیلز سنا تھا کہ جس دور میں بھی کسی نے

جب جنگ کے تمام تر شعلے بجھ گئے تو میں نے اعزت طور پر پیش لے لی اور چند ماہ بعد روز کلب کی شاف وینگن چلانے لگا۔ پہلی بار میں نے روز لین کو دیکھا۔ آرکسٹرا کی دھنوں پر تاپنے والی روز لین جو اس صدی کی خطرناک ترین عورت تھی۔ اس کا علم مجھے بعد میں ہوا۔ ورنہ پہلی نظر میں تو اس کے بارے میں میرے تاثرات بہت ہی اچھے تھے۔ کلب کے ہر درے کے ملازمین کو یہ اجازت تھی کہ وہ ریڈکشن میں نکٹ خرید کے ڈاننگ کا آخری راؤنڈ دیکھ سکتے تھے۔ مجھے ملازم ہوئے سات ماہ گزر چکے تھے مگر میں نے قطعاً آخری راؤنڈ اٹینڈ نہیں کیا تھا مگر ۷۰ دسبر کو جب میں وینگن لے کر کلب کے احاطے میں داخل ہوا تو ہال پورٹر نے مجھے ڈیوٹی انچارج کے کمرے کی طرف متوجہ کیا۔

میں کمرے میں داخل ہوا تو بھاری بھر کم جسم کے کپٹین البرٹ جو ہمارے ہاں ڈیوٹی آفسر تھے انہوں نے نسکم دیا کہ آج تم روزانہ رات کے بارہ بجے راک بیلز سے مشہور ڈانس راس روز لین کو لے آؤ گے اور ساڑھے تین بجے اسے اپنے مقام پر چھوڑنے بھی تم ہی جابا کر دو گے۔

بحیثیت ملازم اثبات میں سر ہلانے ہوئے میں کمرے سے باہر آ گیا۔ اس وقت سٹیشن کارنی کی چابی میرے ہاتھ میں تھی۔ میں نے سوچا جلد وینگن سے توجان چھوٹی۔ اب خوبصورت ڈانسروں کو لے آنے اور لے جانے کی ڈیوٹی میری صحت کے لیے بہتر ثابت ہوگی۔ میں گاڑی لیے کلب سے باہر

آنکھوں کا جائزہ لینے لگا۔ ہنہ پر بے خود کی سی طعانی ہونے لگی تھی۔

وہ پچھلی سیٹ پر بائیں جانب کو کھسک گئی۔ اب آئینے میں صرف اس کے سرکٹ کا ایک مختصر سا حصہ دکھائی دے رہا تھا۔ خدا کی قسم اس سے پہلے میں نے اتنی خوبصورت و دشیزہ کبھی نہیں دیکھی تھی۔

کلب پہنچتے ہی میں نے گاڑی پارک کی اور کٹ خرید کر ہال میں آ بیٹھا۔ آج میں اس کا ڈانس دیکھنا چاہتا تھا۔ ہال میں چند لمحوں کو پہلے والی قیوں نے آنکھ جھپکی، آکسٹرا کی آواز گونجی اور نیلی جیلی روشنیوں میں بلور سا جسم اسٹج پر تھرکسے لگا، تھرکسے رہا۔ ڈانس کے ہرزادے میں روز لہین کی جان بوا ادا کی جیسی تھیں، وہ میرے ذہن دول پر اپنا تسلط جما چکی تھیں۔ وہ جیسے کسی دوسری دنیا کی دشیزہ دکھائی دے رہی تھی اور میں سوچنے لگا کاش میں نے نوجوانی میں اسے دیکھا ہوتا۔ کاش روز لہین بچپن میں میری کلاس فلور ہی ہوتی با بے روز گاری کے زمانے میں میری بڑھن۔

جب ڈانس ختم ہوا تو مجھے اپنی ذہنی کا احساس ہوا۔ میں فوراً گاڑی کے قریب آ کھڑا ہوا۔ وہ آئے تو میں دروازہ کھولوں میں سوچنے لگا۔ میں منٹ گزر گئے مگر وہ نہ آئی۔ شاید وہ اپنے شہدائوں میں گھری ہوئی ہو با کسی اونچے درجے کے نمائندگی کے ساتھ شراب پی رہی۔ میں سوچنے لگا۔ میں اس وقت ایک کاؤنٹر پرک میرے قریب آ با اور بولا۔

”دیکھو در خیال رکھنا یہ ڈانسر بہت نفیساک صورت ہے پہلے جو رائیو راستے آ با کرتا تھا

یہ نکل خرید اس کا پورا خاندان پر اسرار استیوں کی نذر ہو گیا۔ بھر بد روز لہین کیسی دشیزہ ہو سکتی ہے جو اس نکل میں آباد ہے۔ ہو سکتا ہے جب رات کو کوئی پراسرار ہستی اس کے پاس اغغام لینے آتی ہو وہ اسے ڈانس دکھا کر خوش کر دیتی ہو۔ اس سوچ کے سامنے ہی میں مسکرایا۔

اس وقت شہر کی آخری سڑک دائیں طرف مڑ کر درانوں کی جانب منتقل ہو رہی تھی اور میں راک پبلس کے قریب ہوتا چلا جا رہا تھا۔ چنار پچھلی اور شیشم کے گھنے درختوں کو میں بہت پیچھے چھوڑ آ رہا تھا اور اب چھوٹی چھوٹی بھڑا ہاں حد نظر تک پھیلی ہوئی تھیں اور ان کے بیچ سے جانے والی سڑک نیم تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ دوسیل کا فاط طے کرنے کے بعد میری گاڑی راک پبلس کے پاس رک گئی۔ میں یہ دیکھ کر حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکا کہ اکدم نکل کا مین گیٹ کھلا اور ایک خوبصورت دشیزہ اپنے کلبوں پر برس مارنی ہوئی نکل سے براہ دولی۔ گیٹ بند ہو گیا اور وہ مسکراتے ہوئے آگے بڑھ کر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ میرا طلق خشک ہو گیا تھا۔ میں سوچنے لگا کیا روز لہین کو میری آمد کا الہام ہو گیا تھا یا وہ دفتر کی نہایت پابند ہے۔ مجب سوچیں تھیں میری میں نے گاڑی موڑتے ہوئے کلب کا راستہ لیا۔ وہ ہنوز پچھلی سیٹ پر خاموش بیٹھی تھی اور میں آئینے میں اسے غولی دیکھ رہا تھا۔ یہی کوئی سولہ سترہ سال کے لگ بھگ عمر سونی سونی پچھلی آنکھیں میں نے برس پر پڑے ہاتھوں کو دیکھا تیز نوکیلے ماتن میں آئینے میں بھر اس کی

جانی اور وہ جوان پھر کبھی کلب میں دکھائی نہ دیتا۔
میں نے ان لوگوں میں سے کسی کو بھی دوبارہ
روز لین کے ساتھ کسی مقام پر نہیں دیکھا تھا۔ انہیں
واپسے ساتھ گل میں لے گئی تھی میری حیرت بڑھتی
جاری تھی۔ میں سوچتا جاؤں وہ لوگ کہاں چلے
جاتے ہیں انہیں روز لین کی قربت بھرا آتی ہے۔

ایک نئی تبدیلی اور بھی میں نے محسوس کی تھی اور
وہ یہ تھی کہ روز لین کے چہرے سے خون چلتا محسوس
ہوتا۔ اتنی تندرست صحت مند اور سرخ و سفید لڑکی
کے بارے میں میرا ذہن یہ بھی نہیں مانگا تھا کہ یہ
جزیل ہے۔ میں نے ڈر کھوالی عورتوں کی کبھی
کہانیاں سنی تھیں اور مجھے کسی کہانی پر حقیقت کا
گمان نہیں گزرتا تھا۔ پھر بھی میں یہ سوچتا کہ
روز لین کا جسم روز بروز کیوں ٹھنڈا جا رہا ہے۔
کی حیرانی اٹھاتیں بدستور تری کر رہی تھیں۔ ہونٹ
تو اس کے ایسے تھے جیسے گلاب کی پتیاں۔ دو اکثر
گلابی ٹیٹس اور سفید پتلون پہنا کرتی۔ سفید ٹائٹ
پتلون سے اس کی صحت مند رانیں اور گداز کو لمبے
ایسے نمایاں ہوتے کہ دیکھنے والا خود بخود اس میں
دلچسپی لینے لگتا۔ مگر وہ لوگ جو اس میں دلچسپی لے کر
اس کے ساتھ گل جاتے تھے وہ پھر کیوں دکھائی نہ
دیتے؟

میں اکثر سوچتا کہ اگر انہیں گل میں قتل کر دیا
جاتا ہے تو کم از کم اخبار میں کسی نہ کسی کے اغواء
ہونے یا مردہ پائے جانے کی خبر تو چھپی چاہیے۔ مگر
ایسا نہیں ہو رہا تھا۔ میری تلاش بڑھتی جا رہی تھی۔
ایک تو میں دیوانگی کی حد تک روز لین کو چاہنے لگا تھا

باتیں ہواں کا کیا حشر ہوا؟

میں نے سوچا۔ ”کیا؟“

تو وہ ہوا۔ ”سہارا ڈراؤر ایک نہایت سرخ و
سفید جوان تھا اور اب سوکھ کر کاٹنا ہو گیا ہے اور
اس نے بولنا بھی چھوڑ دیا ہے۔“

یہ بات میرے لیے کوئی نئی بات نہ تھی۔ میں
سوچنے لگا۔ شفق میں اکثر ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔

ہال پور پر جا گیا تو اچانک وہ لفت ست باہر نکلتی
دکھائی دی۔ اس کے ساتھ ایک خوبصورت نو جوان
تھا جس نے نیوی کی وردی پہن رکھی تھی اور وردی
سے کپتان لگتا تھا۔ میں نے سوچا کاش میں ہی اس
کپتان کی جگہ ہوتا۔ اچانک وہ دونوں گاڑی کی پہیلی
سیٹ پر بیٹھ گئے۔ روز لین نے راک بیلس پہلے کو کہا
اور نئے ٹیٹس پر مزید رشک ہونے لگا۔ مگر آپ
اس رشک کے بجائے حسد کہیں تو بہتر ہے۔ کیونکہ
میں نے حالات میں رشک جیسے مہذب لفظ کی توہین
نہیں کرنی چاہیے۔

گاڑی راک بیلس کی طرف بڑھ گئی۔ آئینہ پھر
میں آئی۔ ڈی کے فرائض سرانجام دے رہا تھا۔
میں نے دیکھا وہ نو جوان کے ہاتھوں سے کھیل رہی
تھی۔ نو جوان تقریباً بے ہوش ہونے کو تھا۔ وہ ادھر
ادھر ہورہے تھے میں کچھ گیالان دونوں کے تعلقات
بہت پرانے ہیں کیونکہ پہلی ملاقات اتنی جاذب
نہیں ہوا کرتی ہاں پُرکشش ضرور ہوتی ہے۔ اور پھر
دقت گزرتا گیا اور میری حیرت میں اضافہ ہوتا رہا۔
ڈیڑھ سال گزر گیا۔ اس عرصہ میں ہر رات وہ
ایک نئے نو جوان کو اپنے ساتھ راک بیلس لے

نہیں دے سکتی شاید میرا اپنا باپ بھی بڑھاپے میں
 بیکی آرزو ہے کہ مرا ہوگا لہذا میں چاہتی ہوں کچھ
 آج تمہارے بوزھے دل کی تمنا پوری ہو جائے۔
 اس نے باقاعدہ لہجے میں کہا۔

میں اس سے پوچھنا چاہتا تھا کہ جو لوگ
 تمہارے ساتھ کل میں جاتے ہیں وہ لوٹ کر کیوں
 نہیں آتے۔ مگر وقت بہت کم تھا ہم راک بٹلس تک
 پہنچ چکے تھے۔ میں نے گاڑی پارک کی اور اس کے
 پیچھے آہستہ آہستہ چلا ہوائل میں داخل ہو گیا۔ بڑا
 سا چھالک کھلا ہم اندر داخل ہوئے تو خود بخود بند
 ہو گیا۔ وہ میرا ہاتھ پکڑے سڑھیاں چڑھنے لگی۔
 پہلا کمرہ جدید طرز کا تھا خوبصورت سرخ قالین
 صندلی کی سیسری سونے اور بولڈوں پر بیٹھو یہ
 سب چیزیں سرخ رنگ کی تھیں۔ لمبہ جیسا سرخ
 رنگ۔ دوسرے کمرے کی تمام چیزیں زرد رنگ کی
 تھیں۔ میں سوچ میں گم ہو گیا اور اس ٹیبل وچرب
 لڑکی کے بارے میں سوچنے لگا جو لوگوں کے دل کی
 بانیں بھی جانتی تھی۔

ہم کچے بعد دیکرے کئی کمروں سے گزرتے
 ہوئے ایک بڑے سے ہال میں آ گئے۔ ہم کہتے
 کمروں سے ہو کر آئے تھے میں نہیں جانتا مگر نئے
 اثاثہ ہے کہ کمروں سے گزرتے گزرتے میں تھک
 گیا تھا اور جب ہم ہال ریز میں داخل ہوئے تو
 ریز لیس نے ایک جدید طرز کی کرسی کی طرف اشارہ
 کیا اور میں اس پر دراز ہو گیا۔ دوسرے لئے نئے
 کوسے دکھائے گئے۔ ہال میں صرف یہی ایک
 کرسی تھی جس پر میں بیٹھا تھا۔

اور وہ دوسرا یہ کہ وہ مجھے دن بدن خطرناک محسوس
 ہونے لگی تھی۔ کئی بار میں نے پایا کہ اس کی پراسرار
 ہستی پر کسی دوست کے ساتھ تبادلہ خیال کر رہی مگر
 مجھے بہت نہ پڑی کیونکہ میرے دوست روز کلپ
 ہی کے ملازم تھے اور وہ بھی چوتھے درجے کے ملازم
 ہوا اپنے دل میں کسی بات کو نہیں رکھ سکتے۔ لہذا میں
 سوچتا اگر کسی نے شکایت کر دی تو خود کو اذیتو کری
 یتے تھے۔ ہاتھ دھونے پر بس گے اور اب میں عمر کی اس
 اسخ پر تھا کہ کہیں دوسری جگہ نوکری کا ملنا بھی دشوار
 نظر آتا۔

ابھی دل کی باتیں دل تک ہی محدود تھیں کہ
 ایک رات تفریبا سوانہ بن گئے وہ جب کار میں بیٹھی
 تھیں حیران ہو گیا وہ تنہا تھی۔ ہاں آج وہ تنہا تھی
 انیکہم غبا میں نے گاڑی اسٹارٹ کی۔ سرسبز
 ہوائی نمبر نے گئی۔ جب ہم شہری آبادی سے نکل
 کر اس ویران سڑک پر آئے جو پراسرار محل کو جانی
 تھی تو روز لیس بولی۔

”میں دیکھ رہی ہوں تم ایک طویل مریض سے
 مجھ میں دیکھنی ہے۔“ اس کا لہجہ سپاٹ تھا۔
 ”جی۔“ میں نے حیرانگی سے کہا۔ اس وقت
 میں اس سے گھور رہا تھا۔

”تمہیں میرے گاؤںی ہونٹ پسند ہیں نا؟“
 وہ بولی اور میں نے سوچا اس نے میرے دل کی
 بات کیسے جان لی ہے۔ میں نے کچھ بولنا مناسب
 نہ سمجھا اور اثبات میں سر ہلا دیا۔

”نئے تمہارے بڑھاپے پر نرم آ گیا ہے میں
 جانتی ہوں اس عمر میں تمہیں کچھ جیسی کوئی لڑکی لفت

میں بکلی کا کرفٹ دوڑ رہا تھا۔ اور میری کیپ جو وہاں رہ گئی تھی، مل کر دکھائی دیتی تھی۔

مجھے روز لہین پر بے پناہ ہنس آئے تھے۔ اگر میں کرسی سے اٹھتا تو..... میں فوراً دیوار سے ابھرنے والے دروازے میں داخل ہو گیا۔ سامنے ایک بہت بڑا کمرہ تھا اور کمرے کے آخری کونے میں ایک الیکٹریک مشین تھی جس کے اگلے چنڈل پر ایک بہت بڑا شیشے کا جام ابھرا ہوا تھا۔ روز لہین میسٹر سامنے کھڑی تھی خالی جام پر اس کی نظریں پڑی ہوئی تھیں۔ مجھے دیکھتے ہی وہ چیخ مار کر اگلے کمرے میں بھاگ گئی۔

آخری بار میں نے دیکھا اس کا مریاں جسم بیلا زور پڑ چکا تھا اچانک فضا میں گشتیاں بننے لگیں۔ روز دروت سے چوں کے کھڑکھڑانے اور پردوں کے اڑنے کی آوازیں آنے لگیں۔ سورج نکلے ہوئے چکا تھا۔ میں آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہوں۔ الیکٹریک مشین کے قریب آ گیا خالی جام کو دیکھا تو سامنے سوکچ پر نظر پڑی۔ میں نے سوچا کہ روز لہین نے بھی یہاں اتنی دیر کی کرسی پر بٹھا کر یہ سوچ کر آن کر دیتی ہوگی اور پھر اس آدنی کا دیوار اس جام میں بھر جاتا ہو گا۔ جسے پینے کے بعد اس کے بلدی سے جسم میں پہلے کی نسبت دو گنی توانائی آ جاتی ہوگی۔ وہ پہلے اپنا خون کسی کے جسم میں منتقل کر کے پھر اس طریقہ سے اپنا بھی اور اس کا بھی خون لے لیتی ہوگی۔ خالی جام سے میں تو یہی منہم سمجھا تھا اور ہاں خالی جام کو اور مجھے زندہ سلامت دیکھ کر وہ جتنی بھی خوشی مانا اس کی چیخ اس کی مروی ہی کی طبعی دوا تھی۔ مگر وہ اب

میں نے ہال کا جائزہ لیا۔ اتنے بڑے خوبصورت ہال میں ایک سرخ اور عظیم قالمیں بچھا تھا۔ دیواروں پر رنگی صورتوں کی تصویریں تھیں۔ تصویروں سے نظر بنائی سامنے دیکھا تو روز لہین بھی ڈانسر کیزوں سے نجات حاصل کر چکی تھی۔ میں ابھی اس کے جسم کا مطالعہ کر رہا تھا کہ اچانک ایک ساتھ بہت سارے ساز بجنے لگے۔ دیواروں سے خوبصورت دھنیں پھونکنے لگیں اور روز لہین دیوانہ وار ناچنے لگی۔ وہ ناچتی رہی۔ اس کی بایں کی ایک زاویے بناتی رہیں اور پھر وہ تھک بار کر بٹھ پر آ کر بی اور میرے جسم سے تمام کپڑے نوج

دوسرے مجھے ایک ٹیپ بات دیکھنے میں آئی۔ جب روز لہین میرے جسم سے الگ ہوئی تو وہ بلدی کی طرح زور دینے لگی۔ اور میں اپنے وجود میں یہاں خون کا اضافہ محسوس کر رہا تھا۔ میں نے دائیں سمت والی دیوار پر آؤ پر اس آئینے میں اپنے آپ کو دیکھا۔ اف میری تو جوانی لوٹ آئی تھی اور میرے گالوں سے یوں لگا تھا جیسے ابھی خون پھینکنے لگا۔ ساز بھرتے لگے اور روز لہین بھرنا پنے لگی اور پھر وہ بلدی کی طرح چلی پڑ گئی۔ اس نے کھاک پر نظر ڈالی۔ سورج طلوع ہونے میں ذرا سیکنڈ باقی تھا۔ وہ بھاگتی ہوئی ہال کمرے کی دیوار سے جا لڑائی۔ دیوار سے ٹکراتے ہی دیوار میں سے..... نازہ ابھرا اور وہ اس میں داخل ہو گئی۔ میں کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اچانک مجھے ہڑک کی آواز آئی۔ میں کرسی سے میں اٹھا تھا میں نے دیکھا اس کرسی

خانہ ایک سوچ و خیر بنی کرے بر مشعل تھا جس کی
دیوار اس سیل زدہ شخص اندر کلی منی پڑی ہوئی تھی
کبارہ بھی کوئی ڈار کیلوانی دنیا تھی۔ میں نے سوچا اور
ایک ایک تابوت میں جھانکنے لگا۔

ایک تابوت میں عین عین اٹھیں نہیں۔ اگر کسی
مراؤ کی لاشیں انھیں روز لکین کلب سے اپنے ساتھ
لے جایا کرتی تھی۔ میں اب ایک جبرے کو بھیجاں
کہ باغیاں گر کچھ جبرے میرے لیے اٹھیں۔ آخری
تابوت میں روز لکین سو رہی تھی۔ چلی زور روز لکین
کا اٹکا۔ ہنری تمام لاشوں کے جبرے بردار ہوئی تھی۔
آٹھ گھنٹیں بھٹی بھٹی آجھی بے زنیب کھلی ہوئی تھیں۔
نہننے بھولے ہوئے تھے۔ مگر روز لکین کے چہرے
پر وہی کیفیت تھی جو نینچے زندہ سلامت دیکھ کر پیدا
ہوتی تھی۔ میں جانا تھا کہ شام ہونے سے پہلے یہ
خونی جستیاں میرا پس نہیں بگاڑ سکتیں۔ لہذا میں دیر
گئے ان تابوتوں کو دیکھتا رہا۔ میں نے ڈر کو اٹھا
کہ بانوں میں پڑا تھا کہ دن لاشوں کے دلوں میں
خبر بڑا یہ ہے کہ سلاشیں گاڑی جائیں تو ہمیشہ نے
لیے ختم ہو جاتی ہیں۔ لہذا انھیں ختم کرنے کا عزم
لیے میں دابہ لوٹا اور جب محل سے واپس لوٹا تو دونوں
کے سوا بچ کر رہے تھے۔

میں گاڑی بے شہر میں آ گیا۔ ایک نوکری
سلاخ اور مضحکہ خیز انداز میں یہ سب
کچھ اٹھنے کا دوسرا نام تھا۔ میں پولیس کو اس
اطلاع نہیں دے چاہتا تھا کہ مجھے تباہی و کربا نے کا
شوق تھا۔ ایک کامیاب انسان کا جذبہ لیے
میں بارہ کل میں آ جا اور مختلف کمروں اور نہ خانوں

کہاں گئی ہے یہ سوچتے ہوئے میں اٹھ کر سے کی طرف بڑھا، تو اساتے ایک زبہ نیچے کی طرف ہا رہا تھا۔ میں زبہ پیر کر کے تہہ خانے میں آ گیا اور پھر بومندو نیچے کی طرف جانے والے کئی زبے بننے کی تہہ خانوں میں آ گئے۔

تہہ خانے کچی اور کچی انٹوں سے بنائے گئے
 تھے اور ان میں تازہ ہوا کا مکمل انضمام تھا۔ میں نے
 حکیار کو جس تہہ خانے میں رک کر یہ سوچا کہ کہیں یہ
 بھی کوئی سازش تو نہیں۔ میرے ذہن نے جھٹ سے
 سرگوشی کی اور نہیں بڑا پا کہ یہ تہہ خانے یقیناً قندار
 میں اتنے زیادہ ہوں گے کہ آخری تہہ خانے میں
 روز لین تک پہنچنے کے لیے شام ہو جانی ہوگی اور پھر
 یہاں پہنچنے والے کی، یا اسی اس لیے بھی شاید ناممکن
 ہو کہ رات کو کھوڑائی بھیجیں بدلنے والی روز لین اتنے
 قسم کر دیتی ہو۔

میں نے سوچا تھے بھاگتے ہوئے نبرد خانوں کا سفر طے کرنا چاہیے تاکہ میں وقت سے پہلے روزگین کو پاؤں۔ پھر میں نے سوچا کہ روزگین اپنی جلد کیسے آخری تہ خانے تک پہنچتی ہوگی۔ پھر مہری ہی کسی سوچ نے بتایا کہ یہ تو روح کا بھیج بدل کر آنا تھا۔ آخری تہ خانے تک پہنچ جانی ہوگی کیونکہ وہ مہری نظر میں ایک مہر اور ہستی ایک خونیں سہنہ اور ایک خون آشام بدروح تھی۔

میں بھاگنے لگا بھاگنا رہا یہاں تک کہ سولہویں
تہ خانے تک پہنچا تو مجھے تازہ مردوں کے جسموں
کی بو آئی۔ میرا خیال غلط تھا کہ آخری تہ خانہ دور
نب میں مترہوں تہ خانے کا زینہ اڑنے لگا۔ یہ تہ

خیال آیا۔ ایک سکیم ابھری اور میں ایک بہت بڑے کتاب گھر میں داخل ہو گیا۔ میں نے کاؤنٹر پر بیٹھے نوجوان سے کہا کہ وہ بیچے پر اسرا کہانیاں پڑھنے والے کسی ایسے قاری کا ایڈریس دے جو برسرِ رات کے موضوع کا رسیا ہو۔ نوجوان نے ایک نظر نہتے دیکھا اور پھر ششے کے نیچے ایک شیم کارڈ پڑھنے ہوئے بیسے ایڈریس لکھ لینے کو کہا۔ میں نے پتہ نوٹ کر کے فوراً مسٹر ایرک کے فلیٹ پر پہنچا۔ خوش قسمتی سے وہ فلیٹ میرے وجود پر

اس ای سال بوزھے کو میں نے اپنی رام کہانی سنائی۔ میں سوچ رہا تھا کہ میری آپ بیتی سن کر وہ مسکرا دے گا مگر وہ غماصاً سنجیدہ تھا۔ بیسے وہ میری ہی کہانی کا کردار ہو۔ اس نے سہری پوری داستان، سن کر اپنی پہلی سوئی آنکھوں سے مجھے گھورا اور دوسرے کمرے میں لے گیا۔ مجھے اُڑانے کے لیے اس نے جس دیشیزاؤں کو نوٹا، میرے سامنے رکھے اور کہا بلدی سے غدا انا میں روز لین کوئی ہے؟

میں نے تصویریں الٹ پلٹ کر دیکھیں اور فوراً کہا۔ میں اس آزمائش میں کامیاب رہا تھا۔ مگر بوزھے کے متعلق میرا تجسس بڑھ گیا تھا کہ اس کے پاس روز لین کی تصویر کب سے آئی اور یہ شخص خود کون ہے؟

بوزھے نے میرے گلے میں ایک صلیب ڈال دی اور شام ہونے ہی تھے چرج میں لے آیا اور کہنے لگا کہ اب تم ایک نہایت محفوظ جگہ پر پہنچ چکے ہو۔ خردوں کا خائن کل صبح ہو جائے گا۔ میرے پونچھنے پر

سے ہوتا ہوا سردیوں کی آرام گاہ تک آپہنچا۔ دیکھ دو سبکی کتے آرام سے سو رہے ہیں سو رہے ہیں۔

میں نے دل ہی دل میں گالی دی اور روز لین کے تاہوت پر آکھڑا ہوا۔ میں نے اس کے سینے پر اہل کے اوپر اوسے کی نوکلی سلاخ رکھی۔ اور ایک فارغ کی طرح ہنخوز سے کا دار کیا۔ روز لین کا جسم نو ذرا دے کہیں زیادہ مضبوط تھا۔ میں نے مسلسل کئی وار کیے لیکن سے شرابور ہو گیا۔ مگر لوہے کی سلاخ اس کی چھائی میں پوسٹ نہ ہو سکی۔ میری حیرانگی میں اضافہ ہو گیا۔ ششے اپنے جسم میں کپکپا ہٹ بھی نہ دس ہوئی۔ میں نے نوکلی سلاخ لاش کے سر پر رکھ کر ہنخوز سے کا دار کہا مگر بے سود۔ اسی طرح جسم کے مختلف حصوں میں میں نے سلاخ ٹھونسنا باہی مگر ہر کوشش نامکام رہی بالآخر میں نے روز لین کو جھونے کے لیے ہاتھ پڑھا۔ اس کا بازو اٹھایا چاہا مگر وہ نونوا دین تک نہ گئی۔ مجھ پر کھیرا ہٹ کا عالم طاری ہو گیا۔ میں دوسری لاشوں کی طرف متوجہ ہوا مگر وہ بھی روز لین کی طرح نونوا دی سرد ہے بنے ہوئے تھے۔ میرا پیرہہ دیکھنے لگا اور میں زینے عبور کرتا باہر آ گیا۔ محل سے نکل کر میں گاڑی میں بیٹھا نوختے یوں لگا کہ میرے سر سے کاہت آگیا ہے۔

اس وقت دن کے وہ بجے رہے تھے میں نے دوپہا شام ہوتے ہی بڑھوئے زندہ ہو جائیں گے۔ اور پھر میرا پچھا مشکل ہو جائے گا۔ ایک دم کلب جانے لے۔ بنائے میں شہر کی سڑکوں پر ادھر ادھر گھومتا رہا۔ نہات کا کوئی رات نہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

ہانچ بیچے کے فریب میرے ذہن میں ایک،

تو میں نے اسے رک جائے کو کہا اور بتایا کہ ہر تہہ خانہ مزید بیچے دوتا چلا جاتا ہے۔

ہم چلا گئیں لگاتے ہوئے آخری تہہ خانے تک پہنچے تو چائیں کے گروا پیسی کیسے ہوگی۔ میں نے دوبارہ اوپر چڑھنا چاہا مگر مشکل۔ میں نے ایک سے کہا تم لوٹ جاؤ اور ستر عدد سونے ریسے لے آؤ۔ ہم بندرتیج رستے لگاتے چائیں گے اور واپسی آسانی سے ہوگی۔

ایک نے میری ذہانت کی داد دی اور جانے کے لیے مڑا تو میں نے اسے آواز دی اور کہا کہ سگریٹ اور ماچس پھینکتا جائے۔ تاکہ میں یہاں بیٹھا ہوں نہ ہوتا رہوں۔

ایک چلا گیا اور میں پہلے تہہ خانے میں بیٹھا سگریٹ کے لمبے لمبے شیشے لگے۔ میں اٹھ کر دیکھ چکا تھا کہ دوسرے تہہ خانے کا زینہ بھی اکھاڑا جا چکا ہے۔ ابھی میں نے مسلسل سات سگریٹ ہی پیئے تھے کہ ایک آپہنچا۔ اس نے ریسے کا ایک سرا اور پیر بانہ حار لگتا ہوا میرے پیچھے آ پیٹھا اور ہم دونوں اسی طرح اسے بانہ پٹے واپسی کا سامان بناتے آخری تہہ خانے میں آ گئے بوزھے نے جلدی سے ایک ایک تابوت دیکھنا شروع کر دیا۔ اور جب اسے اپنے بیٹے کی لاش نظر آئی تو وہ اٹھ کھڑا ہو گیا تابوت کے سر پائے و در کا بیٹے کی پیشانی کا بوسہ دیا اور میری طرف آ کیا۔ میں اس وقت روز لینے سے پاس کھڑا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ بوزھا میری ہی طرح نوکیلی سالار دل میں پیوست کرے گا مگر اس نے ایسا کیا اور مجھے کہنے لگا۔ ایک رات چائیں

بوزھا کہنے لگا کہ اس کا جواں بیٹا اغوا ہونے سے پہلے ایک رقاصہ کے ساتھ دیکھا گیا تھا یہ رقاصہ ان دنوں نیو یارک کے فیر وکلب میں ناچا کرتی تھی۔ اور اس زمانے میں اس کا نام پہلو لاکھا۔

بوزھے نے یہ بھی بتایا کہ اس نے پہلو لاکھا تصویر نیو یارک کے متعلقہ کلب سے حاصل کی ہے اور اب وہ اس کی تلاش میں تھا اور اسے معلوم نہ تھا کہ وہی پہلو لاکھا روز لین بن کر اسی کے شہری روز کلب کی نئی ڈانس ہے۔ مجھے بوزھے سے ہموردی ہونے لگی اور اس جذبے کی خوشبو اس نے میرے لیے سے سو گئی۔

صبح سات بجے ہم چرچ سے باہر آئے۔ صبح کا اخبار دیکھا تو کلب کی طرف سے خبر چھپی تھی جو میرے حق میں نہیں تھی۔ اس خبر میں بتایا گیا تھا کہ میں کلب کی گاڑی چر کر فرار ہو چکا ہوں اس وقت گاڑی بوزھے کے فلیٹ میں تھی۔ اس نے بھی یہ خبر پر بھی اور نیٹے لیے نکل کو پھیل دیا۔ ہم نیکیس کار میں نکل پڑے۔ اس وقت بوزھے ایک کے کہنے پر میں نے سلاح اور ہتھوڑا بھی اٹھا رکھا تھا۔

ہم نکل میں داخل ہوئے اور کئی ایک کمروں سے ہوتے ہوئے آخری کمر۔ تک آ پہنچے۔ یہاں سے تہہ خانے شروع ہوتے تھے۔ بندرتیج پیچے کو بانے والے تہہ خانے۔ جب ہم نیچے تہہ خانے میں داخل ہونے لگے تو نیچے زینہ صائب تھا مانا روز لین نے دفتر سے کی بوسو گئی تھی یہ جاننے ہونے کہ نیچے فرشتے کی بجلی پر مشتعل ہے میں نے پچھا لگ لگا دی۔ بوزھا ایک بھی چلا لگ لگاتے لگا



کے بیٹے نے خراب میں آ کر اسے کہا تھا کہ جب بھی روز لین نہیں فکر آنے تم اس کے پاؤں میں پھینک دو گے۔

پاور نے لے لوئے لی ملائی اور روز لین کے پاؤں پر صاف کر کے پھینک دیا۔ ایک کھانے کے خوراک پھینک دیا۔ ایک ساتھ کئی کھانے پھینک دیے۔ ہر تباہی سے چلانے کی آواز آرہی تھی۔ تمام لاشوں کا خون ہوائی سفر طے کرنے لگا۔ روز لین کے جسم میں متحس ہونے لگا۔ باقی تمام لاشیں زندہ ہونے لگی تھیں اور روز لین کے پاؤں سے چشمے کی صورت میں خون اٹھ رہا تھا۔ خون تھکے کی رفتار اتنی تیز تھی کہ کمرے میں خون نہ رہنے لگا۔

میں قہہ ٹھانے سے باہر تھکے کے لیے رست کی طرف اپکا اوپر چڑھنے لگا کہ ایک کمرے میں بھی رست پہ چڑھنا شروع کر دیا۔ دو آدمیوں کا بوجھ خاصا تھا۔ جنہیں بلند ہو رہی تھیں کمرے میں خون بھر رہا تھا۔ ہم جلد از جلد یہاں سے نکل جانا چاہتے تھے۔ کہ اب تک رست ٹوٹ گیا اور ہم دونوں خون لے نالاب ہیں آ رہے۔ اب باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ گرم گرم خون ہر جگہ بھرا ہوا تھا۔ منہوں تک پہنچا تو رک گیا۔ چپٹیں بھی محم لگیں۔ ایک کمرے میں میری طرف دیکھتے ہوئے کہتا۔

اب تباہی اٹھا کر ایک دوسرے کے اوپر رکھو۔ اسی طرح ہم باہر نکل سکتے ہیں۔

تباہی پر تباہی رکھا گیا اور ہم اسی کمرے خانے سے نکل کر اگلے کمرے میں پہنچے اور وہاں

پیشانی کھائی اور صفحہ 70 ستمبر 2014ء



شادی شدہ سب سے خاص استعمال

سفر جیل ایک ایسا پہل ہے جو کچھ ارادہ رکھنے والوں طرح سے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ یہ جیل انسانی اور عرب کے اکثر شہر میں پائا جاتا ہے جو بہت کم لڑنے اور بہت تعلیم یافتہ ہوتے ہیں۔ اس جیل میں ایک خاص بات یہ ہے کہ وہ کسی سے نہیں بولتے۔ مرد بھی جوان ہو جاتے ہیں اور کم عمریوں کیلئے ایک ایسا ہے سفر جیل ایک ایسا نیا پہل ہے جس کے متعلق رسول اللہ کا ارشاد گرامی ہے کہ سفر جیل کھاتے ہیں وہ کو قاتل دیتا اور اس کے والد کو روکتا، والد کو مضبوط کرتا، والد کی بیویوں کو ٹھیک کرتا اس اس کو خوش و خوش رکھتا اور سیدنا ماریا ہے یہ سفر جیل کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: سفر جیل کھاؤ اور اللہ تعالیٰ اسے ایسا کوئی نیا نہیں مامور فرمایا ہے جنت کا پہل سفر جیل نہ کھلایا ہو کہ نہ مرد کی قوت کو جالیں (اڑاؤ) نہ بزرگ و تباہ ہمارے حکم نامہ کے نزدیک یہ دل و جگر کی بیماریوں اور قوت خاص کیلئے ایک کارہہ دیکھتا ہے۔ سفر جیل کے متعلق حکیم عبد اللہ رحمہ اللہ امرتسریانی کتاب میں لکھتے ہیں: اس جیل میں قاتل قاتل نے وہ قوت رکھ دی ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے اور حکیم اسرار اللہ رحمہ (مردم) لکھتے ہیں کہ یہ جیل یہی مقوی باد اور قوت خاص میں اس قدر طاقت دیتا ہے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے، حکیم نذیر احمد ترقی (مردم) سفر جیل کے بارے میں لکھتے ہیں کہ قدرت نے اس جیل میں وہ قوت خاص رکھی ہے جو کسی اور جیل میں نہیں۔ نہ جانے اس جیل میں اور کیا قوتیں موجود ہیں جو انسان کیلئے یقینی طور پر مفید ہو سکتی ہیں۔ سفر جیل کے فوائد تو اس قدر ہیں کہ اس جیل پر کئی کتابیں لکھی جاسکتی ہیں۔ لیکن میں اس وقت دوسرے فوائد کو نظر انداز کر کے آپ کے سامنے وہ قیمتی دانہ رکھ رہا ہوں جو کہ اس قدر قیمتی ہے کہ کسی سالانہ فائدہ کرنے کے بعد عینیت فرمایا ہو کہ باوجود قوت دینے، سرمدستان ازل کو دیکھ کر سنے اور قوت خاص میں ہر ایک پیدا کرنے کیلئے باکمال ہے جس میں صرف ایک ہی عورت کھانے سے مرد میں اتنا محو شدہ آجاتا ہے کہ مرد جبار شادیاں کرتے ہیں جو بڑے بڑے جانتے ہیں کہ ان کا نام اس شخص سے ہے جو کہ گولوں کی شکل میں مارکیٹ میں دستیاب ہے۔ 30 گولی قیمت 1500 روپے بذریعہ TCS یا VP منگاوائیں۔

<p>دراشاہ دیکھتی ہوئے بازار اولیہ نڈی حکیم سہیل نو محمد اہلہویش چوک اجملہ تذکیہ چوٹی درخانہ دیپجری بازار سرگودھا سماں پور درخانہ نواز چوک سہیلہ بازار اولیہ نڈی سہیلہ نڈی درخانہ، ملت، درخانہ عابد رحمانیہ، گھنٹہ گھر پشاور حکیم جمیل، مینا بازار، ملتان سید محمد، درخانہ عدنان بازار گلگت</p>	<p>دراشاہ دیکھتی ہوئے بازار اولیہ نڈی خالد درخانہ صراف بازار امیڈ آباد محمد علی درخانہ اسام آباد، 2278463 خالد برادرزہ مدنی سٹریٹ، سکٹر نیم درخانہ گوجرانوالہ روڈ حافظ آباد ناصر درخانہ، نوبہ صحت، درخانہ، سید اورخانہ حق سائیں درخانہ صدر ریشاور عاشی درخانہ ایم جنت روڈ ٹانوی</p>	<p>دراشاہ دیکھتی ہوئے بازار اولیہ نڈی حکیم سہیل نو محمد اہلہویش چوک اجملہ تذکیہ چوٹی درخانہ دیپجری بازار سرگودھا سماں پور درخانہ نواز چوک سہیلہ بازار اولیہ نڈی سہیلہ نڈی درخانہ، ملت، درخانہ عابد رحمانیہ، گھنٹہ گھر پشاور حکیم جمیل، مینا بازار، ملتان سید محمد، درخانہ عدنان بازار گلگت</p>
--	---	--

نام ایک طلب کریں اپنی خاتون کے فرائض کا نام روچے معلوم کرنے یا اگر منگولہ کیلئے مشورہ بھی کر سکتے ہیں 66 بجے 7 بجے کلکتہ

معداتی کچھ حقیقت منگولہ کیلئے نام روچے SMS کریں - 0334-0700800 0345-700088
WWW.DEVA.PK.COM

وہ غیر شعوری طور پر بڑھنا چلا گیا اور پائل کی آواز کا تعاقب کرنا گیا۔ دور بست ایک ویران اور عالیشان مکان میں وہ داخل ہو گئی۔ اندر داخل ہو کر ایسے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ ایک رنگ محل میں پہنچ گیا ہو۔

ڈاک بنگلہ

کچھ..... نسیم امتیاز

کے تباہ نگاروں رامودا کی رائے بہت مستند مانی جاتی ہے۔ رامودا اس ماحول میں رہنے والا قدیم زمین انسان ہے اس کی زندگی میں اس کو کھٹی کے بہت سے مالک ملے ہیں۔ رامودا کی جائے رہی اور راج بھی بنگال کے ایک بڑے زمیندار ہریش چندر کے لڑکے دئے چندر کی سند پر خریدی گئی۔ یہ کھٹی رامودا کے ہی تصرف میں ہے۔ کھٹی کبھی یہاں آنے والوں سے جو آہنی: دہلی ہے اس کا تباہ حق دار رامودا ہے اور یہاں جو کہانیاں جنم لیتی ہیں ان کا واحد داز دار رامودا ہے۔ یہاں کی فضا رامودا کے ہوا کسی اور کو درس نہیں آتی۔ یہاں کوئی زیادہ دیر تک نہیں ٹھہر پاتا۔ اسٹیشن سے نکل کر غریب: دت میں درختوں کے سہجہ میں پاسرار: بند کی طرح کھڑی یہ کھٹی بہت ہی حسین ہے۔ اس کے قد: دس میں پہنی ہوئی لگا اس کے آئینل میں سننے: دے سرخ: فہر: نیول: چندور پاس کے شانہ: بٹانہ: بھلا: ہوا: مال: بھائی: پناہ: ہوں: کہ سلسلہ: دل: دماغ: پر ایک خاص: اٹ: پھوڑا: ہے: نصو: سا

کھٹے کھٹے جنگلوں میں سے مڑے: رائوں اور پچی پچھڑیوں اور چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کے طویل سلسلے سے گزرتی ہوئی ہماری ذہن: ایک چھوٹے سے اسٹیشن پر رکی۔ راج: کل: بہ: ایک: تار: خشی: شہر: ہے۔ شاہ: ٹھان: اور: لا: ڈاک: پو: کی: شکست: فتح: کی: یاد: گار۔ ماضی کے مٹنے ہوئے نقوش: پڑ: شکو: کھنڈ: رات: ابنا: مظلوم: ہوتا: تھا: جیسے: بہ: آشوب: دوز: گار: شہر: کبھی: لگا: دیا: رہا: ہو: گا۔ یہ: مل: کھاتی: ہوئی: ندی: بہ: لہلات: سبز: زار: بہ: حسین: بھولوں: کی: دادی: یہ: مہکتے: کو: سزا: چھوٹنے: سے: شہر: میں: انی: ساری: دعتا: لیاں۔ لیکن: جو: چیز: ہمیں: سب: سے: زیادہ: متاثر: کر: سکی: وہ: کھٹی: "نیل: کو: کھٹی: جسے: عرف: عام: میں: ڈاک: بنگلہ: کہتے: ہیں۔ ڈاک: بنگلہ: اس: لیے: مشہور: ہے: کہ: بہ: بنگلہ: اب: بھی: جسے: دتے: ہوئے: مسوز: سہانوں: کو: پناہ: دیتی: ہے: جیاد: بات: ہے: کہ: کوئی: بھی: یہاں: نہیں: سے: ایک: دات: ہر: نہیں: کر: سکا: ہے۔ اس: قسم: کی: بہت: ہی: راہیں: مشہور: ہیں۔ لیکن: ان: میں: "قیف: کہاں: تک: ہے: یہ: کہا: انتہائی: شکل: ہے: کوئی



ہوئی مانند پانی کی لہروں میں اتر کر گنگا کی مقدس
روانی کا سناٹا بٹا کھڑا ہے۔ سامان کا یہ خوبصورت
حصہ آگے چل کر اپنا ایک نیپے کی طرف مڑ رہا ہے۔
یہاں سے میسور ٹیٹ نیپے چٹانوں سے ٹکرائی ہوئی
لمبی ہوئی دیواروں دارو میس اپنا دبان کھولے کسی کی
منظر ہیں۔ پاس ہی کے بان کے اسٹے میں بائیں
پہیالے ہوئے سیاہ درخت اندھیری رات میں
اتھانی خوفناک معلوم ہوتے ہیں۔ درختوں نے کئی
سے سب سے انہیں بائیں کی سکیاں بن جاتی ہیں۔

ہمارے ساتھ پیارا آدمی تھوڑے دیر میں روشن خیال
کوئی وہ شخص کہ کسی طرح کا خوف مندوں پر۔ اس
لیے جب رات دوڑا اٹھے کہ

”آج آپ لوگ میری دنیا میں ٹھہریں میں کل
انتظام کروں گا۔“

تو ہم سٹرا پڑے۔ نہیں رات دوڑا دیا ہمیں۔ جی جگہ
پسند ہے۔

اور جب ہمارے اصرار پر اس نے ڈاک بنگ
کہا ”اتو بھر کہا۔“

”آپ لوگ خوب سوچ لیں۔ یہ میرا خانہ
ہے اور میں خوب پانی آ کیا ہے کالے کالے بال
منہ ۱۱ رہے ہیں۔ گھپ اندھیری رات ایسے میں
یہاں رہنا اور مشکل ہو جاتا ہے پانی کم ہوتا ہے تو لوگ
کشتی لے کر آتے جاتے ہیں نہیں ایسے موسم میں کسی
آدمی پر نظر پڑے گی۔“

”نہیں ہماری ضد کے آگے رات دوڑا دیا۔“ وہ
کہا۔ برسوں سے وہی بوازج آلود نقل کھوٹا کیا بچوں
پر پھیلے ہوئے کڑی کے بالے بگڑے اٹے ہوئے

پانہ کی رات میں اس کا من دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے
پس منظر میں سیاہ درخت اور مائے اس کا صفحہ
ایسا مفہوم ہوتا ہے جیسے کوئی پرکٹ ہو گا۔ مجھے
یہ شک تھا کہ اسے کالہ کے سینے پر بنی ہوئی یہ کوئی شے
کی لپٹی سے تیار تھی تھوڑا سا سے پانی تھی اور اب
ہندوستان کی سرزمین پر یہ وہی تھوڑا سا طرز معاشات
کا پھل ٹھونڈ ہے۔

مائے نے آج بھی وہاں پر وہ رنگ بھینچتی ہوئی
چھروں اور سرخوں سے بنی ہوئی خاک مڑ رہی ہے
وہاں سے ایک نئی خاک شروں ہو جاتی ہے۔ کھری
مڑی سے بنی ہوئی شے بھٹی کے قدموں میں پکٹی
ہوئی یہ خاک ذاب ہنگام میں داخل ہو جاتی ہے۔ اندر
جانے سے پہلے ایک بلند ٹیٹ لے گا۔ جس کا ایک
پایہ گردش زمانہ کی اندر ہو گیا ہے۔ سرخ رنگوں کے
وکر پر ہی پھول نکلے ہیں۔ شش جڑیاں کی ملیں کاٹے
۱۱ ماروں سے والہاتہ نئی ہوئی ٹیٹ پر چڑھ رہی
ہیں۔

چند زینے لے کر گئے کے بعد آپ وسیع صحن
میں بیٹھیں گے۔ پھر ایک کشادہ سامان لے گا۔ جس
میں ہر طرف ہوا دار کھجے لگے ہیں۔ ایک بڑا سا بال
ہے جس کے ارد گرد پیلا ہوا سامان دور تک پھیل گیا
ہے۔ اس کی پشت پر ایک بہت سی مچلی ہوئی جگہ ہے
جہاں سے خوشنما موسم اور لہروں کے سچے موسم کا لطف لیا
جا سکتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے یہ جگہ خاص ہی
مقصد کے لیے بنائی گئی ہو۔ یہاں بیٹھ کر وہ ہر کتے
ہوئے دل دار دنیا کی باتیں کر سکیں سامان سے
متصل پرانے قلعے کا قوی پیکل ستون ایک پہرہ دار

تھیں۔ کہنے لگی۔

”وہ نے چند رہم اس طرح نہیں مل سکتے تھیں
ایک چو جانا چاہیے۔“

وہ نے چند دیکھتے ہوئے بھی نہ سمجھ سکا۔

پھر وہ دیر تک گھومتے رہے۔ باتیں کرتے
رہے۔ رامو دادا اپنی جھونپڑی میں اُوگھ رہا تھا۔ دریا
میں لہریں ابھر کر بچے چٹانوں سے ٹکرا رہی تھیں۔
درخت سسکے کے عالم میں کھڑے تھے۔ قلعہ کا دبوٹنا
ستون خاموش تھا لڑکی اُنھ کر چلنے لگی اور بولی۔
”آؤ..... اب ہم چلیں۔“

اور وہ نے چند چلتا رہا..... چلتا رہا..... اپنے
سے بے نیاز ماحول سے بے خبر آؤ.....
اس نے پھر کہا۔

”ذرا آگے بڑھو۔“

یہاں تک کہ ایک زبردوار دھماکہ ہوا چپاسوں
فٹ بچے چگاڑتی ہوئی لہروں نے اس بنگارے کو اپنی
آغوش میں سمیٹ لیا۔
دوسرے دن سو رہے وہ نے چند کی لاش ملی۔ یہ
کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔

تو کہا اب یہاں کوئی نہیں رہ پائے گا.....؟

ہم نے پھر سوال کیا۔

”نہیں..... رات گئے دھبے دھبے ہاں کی اور
پھر زوردار قہقہوں کی آواز گونجتی ہے۔“
اس نے کہا۔

ہم لوگ کہانی میں اتنے غور ہو چکے تھے کہ خوف
ساحسوس ہونے لگا تھا۔ حالانکہ یہ شخص ایک کہانی
تھی۔ اور پھر اجنبی کی بحث کا موضوع بدل گیا۔

اور پھر ہم تک وہ باتیں کرنے رہے۔

وہ نے چند گھر لوگنا تو بے حد خوش تھا۔ اب اکثر
وہ چاندنی راتوں میں دریا کے کنارے اس لڑکی کے
ساتھ گھومتا نظر آتا۔ اس کی سمجھ میں نہ آسکا کہ یہ لڑکی
کون ہے.....؟ ویرانے کے اندر اتنا حسن کہاں سے
لکھتے آبا.....؟ وہ اس پر اتنی مہربان کیوں ہے.....؟
ان ہی دنوں اس نے ماں سے ضد کر کے یہ مکان خرید
لیا۔ رامو دادا اس کی حفاظت کرتا تھا۔ کچھ دن کے بعد
وہ نے چند میں ایک عجیب تبدیلی آئی۔ اس کی شادی کو
کچھ ہی دن گزرے تھے۔ لیکن اپنی خوبصورت اور نئی
نوبلی لہجہ سے انہائی بے زار رہنے لگا تھا۔ خاص طور
پر اسے سرخ لباس سے انتہائی نفرت تھی۔ آخر ایک
دن اس نے گھر کے سارے سرخ کپڑے جلا ڈالے۔
گھر کے لوگ بہت پریشان ہوئے۔ اس کے والد
آزاد خیال ہوئے مگر اب بھی اس سخت ہونے لگے۔
اور ایک دن اسے ایک کمرے میں بند کر دیا گیا۔ اور
اس مکان کو فروخت کرنے کی سوچ لی۔ لیکن دوسرے
دن اس سے بھی جبرِ تناک واقعہ ہوا۔ بند کمرے سے
آواز آرہی تھی۔

”وہ نے چند! اس لڑکی کو اپنی (بوی) کو نکال
دو۔ یہ مہرئی دشمن ہے۔ تم میرے ساتھ چلو۔“
اور جب کمرہ کھول کر دیکھا گیا تو وہاں کوئی بھی
نہ تھا۔ دوسرے دن چاندنی اپنے شباب پر تھی۔ رات
گئے تھے وہ اپنے کمرے سے غائب تھا۔ پھر وہی
مکان وہی جگہ ہی لڑکی اپنی ہاں کی آواز پر وہ نے چند
کو رات بتاتی ہوئی بل رہی تھی۔
آج وہ آداس تھی آؤ وہاں کی سسکیاں ابھر رہی

بلن پر ہوئے جان و دل سے غار
شہادت کی خاطر رہے بے قرار

پاک افواج زندہ باد

کچھ..... فدا شاہین بھٹی

پاک بھارت جنگ کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ بھارت شروع سے ہی فاس پاکستان کے خلاف تھا اور یہی وجہ تھی کہ ہندوؤں نے بھی بھی پاکستان کے قیام کو سچے دل سے قبول نہ کیا اور اس کا شروع سے یہی نظریہ سیاست رہا ہے کہ اپنے ہمسایہ ملک کے خلاف مکر و فریب کے ذریعے جارحانہ عزائم رکھتا ہے اور اس کے علاوہ اس نے اپنے آپ کو فوجی لحاظ سے مضبوط بنانے کے ساتھ ساتھ ایٹمی قیادت حاصل کرنے کا جنون سوار کر رکھا تھا۔

مسئلہ کشمیر بھی پاکستان بھارت جنگ کی ایک کڑی تھی کیونکہ کشمیر کا علاقہ 1947ء سے متنازعہ رہا ہے۔ جس پر بھارت نے کشمیری عوام کی مرضی کے خلاف غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے۔ اور مسئلہ کشمیر پاکستان کے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ تھا۔ کیونکہ جغرافیائی لحاظ سے کشمیر پاکستان کا حصہ ہے اور اس لحاظ سے اس کا الحاق پاکستان سے ہونا چاہیے تھا اور کشمیری عوام کی بھی یہی ولی خواہش تھی۔ لیکن بھارت نے کشمیر کے ساتھ الحاق کا ایک طرہٴ اعلان کر کے کشمیری حریت پسندوں کو بیدار کر دیا۔ جنہوں نے کشمیر کے مسئلہ کو اجاگر کرنے کی کوشش کی..... لیکن اس کے جواب میں

6 ستمبر 1965ء دفاع پاکستان کا دن ہماری عسکری تاریخ کا انہماکی اہم دن ہے۔ جو ہمیں ان دنوں کی یاد دلاتا ہے۔ جب پاکستان کی مضبوط اور تربیت یافتہ مسلح افواج اور پوری قوم نے اپنی شجاعت اور بہادری سے دشمن کی جارحیت کے خلاف اپنی آرزوی اور فوجی وقار کا دفاع کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے سے طاقتور دشمن کو ناگوں بننے چکا کہ اس کا ملیا میٹ کر کے رکھ دیا۔

یہ پاکستانی قوم کے لیے ایک تاریخی معرکہ تھا کہونکہ پاکستان بھارت 17 روز رہنے والی جنگ نے ثابت کر دکھایا کہ جب بھی پاکستانی قوم کو کسی نے بھی لٹکا رہا ہے تو اس نے اپنی سالمیت اور حوصلہ کی لازوال داستانیں رقم کی ہیں۔ یہی جنگ پاکستانی مسلح افواج اور پوری قوم کی وہ مشترکہ جدوجہد تھی جس کے سامنے تاریخ بھی جھکنی ہے۔ جن فرزندوں نے اپنے خون سے تاریخ لکھی اور ان فرزندوں کی بے مثال اور لازوال قربانیوں کی بھی یاد دلاتا ہے۔ جن کی بدولت آج ہمیں تاریخ میں ایک باوقار مقام حاصل ہوا ہے اور یہی تاریخ ہماری آنے والی نسلوں کے لیے مشعل راہ کا کام کرتی رہے گی۔



جدید اسلحہ کے زور پر حملہ آور ہوئی تاکہ پاکستان کی افواج تباہ نہ لاسکے۔ لیکن واقعہ ہے کہ یہ مطالبہ کر دیا کہ بھارتی فوجیں توپ خانوں اور ٹینکوں کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ حملہ آور ہوئیں تو قلعیں پلین پاکستان کی پیاز اور باٹاٹو فوج نے بھارتی پٹاٹو نہ صرف روکا بلکہ دشمن کو "کئی آر جی" نہیں آگے نہ لے دیا۔ "کھیم کرن" کی فتح کو اگر کسی بھڑے کا نتیجہ قرار دیا جائے تو یہ اسلامی تواریخ جنگ میں کوئی نئی

بھارتی حکومت نے تعداد اور قوت سے اس تحریک کو دبانے کی کوشش کی۔ لیکن جب بھارتی حکومت کشمیری مجاہدوں کا مقابلہ کرنے میں ناکام رہی۔

6 ستمبر 1965ء کی طلی النج بھارتی فوج نے اعلان جنگ کیے بغیر پاکستان پر تین اطراف سے حملہ کر دیا۔ جس طریقے سے بھارتی افواج حملہ آور ہوئی تو اس نے جین الاٹوای آداب انسانیت اور شرافت کی دھجیاں بکھیر دیں۔ بھارتی افواج نے کثرت فوج اور

”ایم ایم عالم“ نے ایک منٹ میں انڈیا کے پانچ ہزار ہزارہ کر دیئے۔

جنگ کے آہام میں پاکستانی بحریہ بھی پوری طرح چوکس رہی اس نے کراچی سے 200 کلومیٹر دور جنوب کی جانب اور انڈیا کے مغربی کاسٹیاوار کے ساحل پر واقع شہر ”دوارکا“ کا مشہور بھارتی بحری اڈا تہاہ ویربادکر کے عظیم کارنامہ سرانجام دیا جو کہ پاک بحریہ کی تاریخ کا ایک باادگار حصہ بن چکا ہے اور 1965ء کی جنگ میں پاک بحریہ نے ناقابلِ تغیر عزم و ہمت اور بے لوث فرض شنائی کے ساتھ دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہوئے اس پر ظاہر کر دیا کہ مسندوں میں بھی اس کو امن مانی کہنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ان غنیمتوں کو سلام پیش کرتے ہوئے بے بعد کریں کہ اس امانت اور مقدس سرزمین پاکستان کی حفاظت کریں گے کیونکہ مضبوط دفاع کا امن و امان، معاشرتی ترقی اور ملک بنوم کی معاشی، تعلیمی، اخلاقی و سیاسی ترقی اور معاشرتی ترقی میں اہم کردار ادا کرنے ہوئے دفاع وطن کو مستحکم کرنے اور سلامتی کے فروغ کے لیے بھرپور کوشش کرنا ہوگی کیونکہ بہادری روشن رہتا ہے نا کہ فوجی مستقبل کی علامت ہیں۔

حال ہی میں وزیراعظم پاکستان میں ہونے والے فوجی آپریشن جو کہ ”ضربِ عاصف“ کے نام سے بہور ہے۔ میری بلکہ پورے پاکستانی قوم کی دلی دعا ہے کہ پاک فوج کو اللہ تعالیٰ کامیابی عطا فرمائے۔ (آمین)

ہذا

بات نہیں ہوگی۔ کیونکہ ایسے کئی معجزے رونما ہوئے ہیں۔ جن میں یہ بھی ایک شامل تھا۔ اس کے علاوہ بھارت چاہتا تھا کہ پاکستانی افواج کو ”کارگل“ سے لے کر ”غریباور“ تک تقریباً 400 ہزار میل لمبی سرحد پر پھیلا کر گزروا دیا جائے۔ اس کے نزدیک ”راہستان“ ہی ایک ایسا محاذ تھا کہ جہاں فوجی سرگرمیاں مشکل ہیں کیونکہ یہ ریگستانی علاقہ ہے اور بھارتی فوج ”حیدرآباد“ پر قبضہ کرنے کی خواہش لیے ”راہستان“ پر حملہ آور ہوئی۔ مگر یہاں پر موجود پاکستانی بہادری افواج نے دشمن کے چھکے چھڑا دیئے۔ جس کی وجہ سے بھارتی فوج بھاگنے پر مجبور ہو گئی۔

سیالکوٹ کے نواحی قصبہ ”چونڈہ“ کے مقام پر فوجیوں کی دلزدائی لڑائی گئی۔ جس کو دوسری جنگ عظیم کے بعد تاریخ کی سب سے بڑی لڑائی قرار دیا گیا ہے۔ جس نے جرمن ”روسل“ کا بھیہ ریکارڈ توڑ دیا۔ اس محاذ پر پاکستان کی بہادری افواج کے ساتھ ساتھ عوام نے بھی شجاعت اور بہادری کے کارڈے سرانجام دیئے جس نے دشمن کی عسکری طاقت کا تمام غرور خاک میں ملا دیا۔ تینوں محاذوں پر پتہ چلے گئے بعد یہ آخری محاذ تھا جہاں پر بھی دشمن کو منہ کی کھانی پڑی۔

7 ستمبر 1965ء پاک فضائیہ کی تاریخ کا ایک سنہری دن تھا کیونکہ اس دن فضائی جنگ میں پاکستان کی چوکس فضائیہ نے بھارتی فضائیہ کے مقابلے میں 1/6 حصہ ہونے کے باوجود اپنی برتری منوانے کے ساتھ ساتھ پاک فضائیہ کے معرکے کا ایک اہم معرکہ سرانجام دیا جو کہ قابلِ تحسین تھا۔ جب سکواڈون

😊 نئے لکھنے والوں کے لیے خوشخبری 😊😊

آپ لکھنے کا شوق رکھتے ہیں..... لکھنے کی جہت نہیں کر رہے ہیں۔ اپنے دل کی آواز دوسروں تک پہنچانا چاہتے ہیں یا دوسرے رساکن و نا اچھست سے مایوسی ہو چکے ہیں۔ گھبرائے نہیں آپ کی تحریریں دس کے لیے "ماہنامہ سچی کہانی" کے دروازے کھلے ہیں۔ ہم آپ کی تحریر کی فک ہنگامہ درست کر کے شائع کر دیں گے۔ آپ اپنی غریب و غریب اور ایک صفحہ چھوڑ کر لکھیں تاکہ ہر نئے اور اصلاح کرنے میں آسانی رہے۔ آپ کی تحریر ہنگامہ: دینی چاہیے۔

📞 ماہنامہ سچی کہانی لاہور 29 حبیب بینک بلڈنگ چوک اردو بازار لاہور

📞 موبائل نمبر 0314-4008530

نامور قلم کار محمد رضوان قیوم کی 11 انعام یافتہ

دلچسپ منفرد پلاٹ کے حامل سچی کہانیوں کا مجموعہ

🌸 "کرب ماضی" 🌸

کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ یہ کتاب درج ذیل بکسٹال پر دستیاب ہے

📞 گورانی بک شاپ 'بینک روڈ' صدر راولپنڈی کینٹ فون: 051-5583397

📞 ملک بک شاپ 'سکیمٹی چوک' مری روڈ راولپنڈی فون: 051-5530352

🌸 قیمت کتاب -/250 روپے 🌸

ہمارا معاشرہ کتنا بے حس ہو چکا ہے کدھر شے کو خوبصورتی کے پیمانوں پر نہولتے ہیں۔ ان کے لیے شکل و صورت سب سے اہم چیز ہے۔ کالی لڑکی کو اپنا شریک سفر بنانے میں بے عزتی سمجھتے ہیں۔ آج کے لڑکے تو حسن کے شیدائی ہیں۔ حسن کے بہچنے جان دیتے ہیں۔ چاہے بعد میں یہی حسن ان کے لیے وبال جان بن جائے

کالی لڑکی

دیکھ..... رفعت محمود

چاہے جیسی بھی ہو والدین کو بیماری ہوئی ہے وہ بھی اپنے ماں باپ کی آنکھوں کا مارا تھی۔

ابو نے اس کا نام مارا رکھا تھا جو اس پر بالکل نہ بچتا تھا۔ اس کی اہلی کو فوجی اسپر تھی کہ بڑی عمر کے ساتھ ساتھ ان کی مارا کا رنگ و روپ بھی کھڑے گا لیکن بڑھتی ہوئی عمر کے ساتھ اس کی رنگت اور بکی ہوئی تھی اہلی کو کبھی افسوس ہونے لگا لڑکی ذات بھی لڑکے بد صورت تو گوارہ کر لیے جاتے ہیں لیکن کم صورت کی لڑکی بھی ماں باپ کے لیے باعث فکر ہوتی ہے۔ ابھی تو وہ کالی ہی تھی! دو سال کی تھی تب سے اہلی کو اس کے مستقبل کی شدید فکر ہو گئی تھی اللہ مہاں اس سے اچھا تو نہیں بنی دیتا تھا۔۔۔۔۔ بھی اہلی شکست دل ہو کر سوچتی تھیں حالانکہ ان کو بیٹی کی شدید آرزو تھی۔ لیکن خواہشات پورے ہو کر بے معنی بن جاتی ہیں۔

مارا بھی صرف اپنی کالی رنگت کی وجہ سے اہلی کے دل کی ٹھک سی بن گئی تھی۔

وہ نہ جانے کس پر مبنی تھی۔ کالی کو کل سی۔ حالانکہ ان کے چار بچے تھے ان میں کوئی ساوا رنگ نہ تھا۔ سب گورے بچے تھے اور پھر وہ تو اپنے والدین کی دسے امانوں کی اولاد بھی جب پورے چار بیٹوں کے بعد اس نے جنم لیا تو اس کے اہلی ابو نے بڑی خوشی منائی جیسے اس گھرانے میں پہلے بچے نے جنم لیا ہو لیکن اہلی کی خوشی اس وقت کڑی سی ہو گئی جب سب نے ان سے یہ سوال کیا۔۔۔۔۔ یہ کس پر مبنی ہے ان سوال نے جواب ان کے پاس کمال تھا وہ کس پر مبنی تھی یہ ان کو بھی معلوم نہ تھا اہلی تو وہ بے حد خوبصورت تھیں اور چار خوبصورت بیٹوں کو جنم دینے کے بعد انہوں نے ایک بد صورت کالی لڑکی کو جنم دیا تھا ان کو کبھی اس کی کالی رنگت پر انہوں نے غصہ نہ لگایا۔ نہ جانے اس کی پیدائش سے پہلے ہم پر کس کا مار بک ساہ پڑ گیا تھا تو یہ اہلی رنگت لیے پیدا ہوئی ہے وہ بہ بی کہہ کر الزام سے بری ہونے کی کوشش کرتی تھیں ابو اسے بہار سے کالی کما کرنے سے اولاد



لیکن نارانی کے احساسات سے بے خبر
نہی۔ بھر وہ ابھی بست جھوٹی تھی۔ اور اس کے لیے
اکثر بازار سے رات کے کھلونے خرید لائے
پہرہاں وہ کھلونوں سے کھلنی رہتی۔ گھر میں ادھر
ادھر شرارتیں کرتی پھرنی لڑکوں کے معاملے
میں زیادہ شوق اور ہڈیاں دوڑنے ہیں اور بہنوں کو
چھڑا بھانپوں کا بہترین مشغلہ بھی ہوتا ہے وہ چار
بھائیوں کی اکلونی بہن تھی بھائیوں کے دل کا

بھلاؤ..... بھائی اس کو طعن طعن سے پھینکتے۔
کلی کوئی۔۔۔ نہ انہوں نے اس کا کام رکھا
دوا تھا اس کو اس نام کے تھی کب معلوم تھے وہ
ناراض ہوئی ات تو اپنے بھائیوں سے بے حد پیار
تھا وہ چار برہن کی تھی شب افشہ سماں نے اس کو
ایک اور بہن دے دی تھی پندہاں کے پیدا ہونے
میں ناراض کا زوال شروع ہو گیا۔ پندہاں بے حد
خوبصورت تھی اپنے اور بھائیوں اور اسی کی طرح

گئے تھے صرف کالی رنگت نے اسے مات دے دی تھی ورنہ جسم اور مذ کے لحاظ سے وہ بڑی سارٹ لگتی تھی جبکہ اس نے اپنے بالوں کو ریشوا کر رکھا۔ اسے لمبے بال اور چوڑاں فٹول لگا کرتی تھیں کپڑے بھی وہ بجنہ فیشن کے مطابق سلوانی تھے ٹیل باؤم، فیکس ہر فیشن کے ساتھ اس کے لباس بدلنے سے ویسے بھی گمراہ لے اس کا دل توڑنا بہت خوب جاننے سے جب کبھی وہ پوڈر لگانی دیتے تھے بھانہس کر لوٹ پوٹ ہو جاتے۔۔۔۔۔

آج بارہوی خانے میں منبیدی کبوتر پھیری مٹی ہے مارا۔۔۔ بھاکے اس ریمارک پر مارا کی جان جل جانی آنکھوں میں بے شمار آنسو نریچے لگنے اور پوڈر صاف کرنے کے لیے وہ دھوٹ کی ضرورت نہ رہتی آنسو بانی کا کام ہو انجام دے دیتے تھے۔ اس کے مقابلے میں پندرا بے حد حسین تھی عمر کے ساتھ ساتھ اس کا حسن نکھر رہا تھا گلابی گلابی رنگت سر سے سرے بال ہی اس کے حسن میں چار چاند لگائے دے تھے حالانکہ جسم کے اعتبار سے وہ کچھ موٹی ہی تھی۔

پندرا مارا سے چار برس چھوٹی تھی لیکن انسان کی رپ سے وہ بارہ برس کی عمر میں مارا کے برابر لگا کرتی تھی دونوں ایک ہی سکول میں چھا کرتی تھیں مارا میزک میں تھی تو پندرا ساؤز میں۔۔۔ اسکول میں بھی سب کو ہی یہ حیرت دہنی کہ وہ دونوں بہنیں ہیں۔ صورت و شکل کے اعتبار سے دونوں میں بالکل مشابہت جو نہ تھی۔

پندرا صورت کے طے ہونے سکول میں زیادہ

بالکل گلابی گلابی۔۔۔۔۔ اسی تو پندرا کی پیدائش پر ہوس خوش تھیں جیسے پہلی بیٹی پیدا ہوئی ہے۔

ہنس کی آمد پر مارا بھی بے حد خوش تھی پہلے وہ بے جان لڑکیوں سے کھلا کرتی تھی اب اسے اللہ میاں نے عینی جاگتی سفید چھٹی کی گلاب دے دی تھی اسے کہا معلوم تھا یہ چھٹی گلاب اس کے حنون ہال کرنے آتی ہے چاہت اور محبت لوٹنے آتی ہے پندرا کی پیدائش کے بعد اسی نے مارا کو بالکل نظر انداز کر ڈالا بھائی بھی پندرا کے گرد رہے تھے اسے گود میں اٹھائے اٹھائے پھرتے۔ اسی سارا دن پندرا کو بنانی سنوارتی رہتیں۔ خوبصورت فراکیں اس کے لیے اپنے ہاتھوں سے سنیں کس باہر جاتیں تو پندرا کو ضرور ساتھ لے جاتیں۔

اور تھکی مارا دل میں کڑھ کر وہ جانی محبت چاہت کی کمی کا احساس اس کے دل میں پیدا ہونے لگا وہ چھوٹی سی عمر میں حساس ہو گئی اتے چھوٹی سی عمر میں اپنی صورت کی کمی کا بھرپور احساس رہ گیا اب بھائی اسے کالی کوئل۔۔۔۔۔ کالی ملی کہہ کر چھبڑنے تو گھٹ کر روئے لگتی۔

راج گھر میں سب گورے گورے تھے ابو سے لے کر پندرا تک صرف وہ کالی رات کا ساں پیش کیے ہوئے تھی گورے ہونے کا جنون اسے چھوٹی سی عمر میں از گہا صبا سے منہ دھو کر راج گھر چھٹ کی کمال انار تھیں لیکن سیکر اثر نہ ہونا وہ رات کالی کی کالی ہی ماد و سال کے ہندوں نے اسے دوان کر ڈالا خواتین میں بھی اس پر رنگ و روپ نہ نکھر سکا لیکن اسے بننے سنوارنے کے بے حد گرا

اور باقی بنا دیا تھا اس کی مستقبل کی سوچیں بڑی باغیانہ تھیں۔ ان میں صرف مایوس خیرو ناریکی ہی ناریکی تھی خوشی کی ایک دمن بھی نہ تھی۔۔۔ حالانکہ زنی کی منزل سے ابھی بہت دور تھی وہ لیکن پھر بھی اس نے یہی سوچا تھا کہ تعلیم کواپنا زندگی کا نصب العین بنائے گی۔ بہت پرہیز لکھے گی پھر کسی کی عیب سے نہ رہے گی وہ پڑھنے میں تھی بھی بہت اچھی اور اس کا ذہن بھی بہت اچھا تھا وہ شاعر بھی تھی اور ادیبہ بھی تھی۔ اکثر وہ کتابیں لے کر پڑھنے بیٹھتی تو کیسے کیسے رومانوی خیالات اس کے ذہن میں ابھرا کرتے اس کا دل خود بھی نہ جانتا تھا ایسی باتیں اسے آپ ہی کہاں سے آتی تھیں۔

ایک بار اس نے اپنا یہ سوچیں احساس بڑی خوبصورتی سے صفحات پر ڈال دیے اور ان کو ایک رسالے میں بھیج ڈالا۔

اور پھر اس کی خبر چھپ گئی اس کی محنت وصول ہوئی اپنی غرور و غلبہ کے مفیول رسالے میں رکھ کر کتنی خوش تھی کہ اس خوشی کا اندازہ وہ آپ کر ہی پا رہی تھی اپنی خوشی میں وہ در سراں کو شامل کرنے سے خوشی دوبار ہو جاتی تھی وہ محسوس کر رہی تھی کہ وہ لچا تک سب کے سامنے یہ پول کھولے گی کہ وہ مصنفہ قسم کی چیز بن جاتی ہے تو گھر والے بے حد خوش ہوں گے لیکن ہوا اس کے برعکس ای نے انا اسے جھڑک دیا۔

پڑھنے لکھنے میں دل لگانے کی بجائے تم ان جکڑوں میں پڑ جاتی ہو۔ ان خرافات سے کہا حاصل ہونا ہے

مقبول تھی اکثر سکول میں جو ڈرامے منعقد ہوتے چندا ان میں ضرور کام کرتی ڈراموں میں کام کرنے کی آرزو مارا کو بھی ہوتی لیکن بس اس کی خواہش دل ہی دل میں رہ جاتی اسے ڈرامے میں کبھی معمولی سا دل بھی نہ ملا تھا۔

چندا کی مقبولیت اور چاہت دیکھ کر مارا بس سے دل ہی دل میں حسد کرنے لگی۔ اس سے چلنے لگی گھر میں بھی ہر طرف چندا کی پکار تھی کیا دنیا میں صرف صورت ہی اتنی اہمیت رکھتی ہے اکثر اس سے اس کا دل بہ سوال کرنا بہ اور اس غمگین سی سوچیں اسے دن بدن حساس بناتی تھیں وہ گھر والوں نے درد درد رہنے لگی۔ کسی کو مت نہ لگانی گھر میں اسے کوئی چھیڑنا تو وہ اس کو پھاڑ کھانے کو روڑنی مجھ سے بات مت کرو۔ وہ اپنے سے بڑے بھائیوں کو بڑی آسانی سے تیز نیز جواب دے دینی اور اس کے مت سے یہ کلمات سن کر ائی اپنا سر پیٹ لیتی تھیں ہائے کم بہت صورت کے ساتھ ساتھ عادت کی بھی بد نگلی۔ کہا ہو گا اس کا کون پرچھے گا اس قسم کی لڑکی کو۔۔۔

ای کو یہ فکر کھانے جا رہی تھی۔۔۔ مجھے کسی سے خود کو نہیں پچھواتا۔ در چچ کر کستی تم ساری عمر اس گھر میں بیٹھی رہو گی کہا۔ ائی اس کے معاملے میں بڑی سنگدل تھیں۔

پڑھ لکھ کر ملازمت کر کے جب کمانے لگوں گی تب پوچھوں گی بھی نہیں کسی کو۔ وہ زنی بہ زنی جواب دیتی۔

گھر والوں کے دوسنے نے اتے حد درجہ سرکش

جلد نارا نے فلم کے زور سے اپنا سکہ گھر والوں پر بھی جمایا وہ سی ای اور بہن جو پہلے پہل اس کی غرور پر صرف تنقید کیا کرتے تھے اب اس کی تعریف کرنے لگے تھے۔

اب ای بڑے فخر سے اپنے ملے جلے والوں کو بتایا کرتی تھیں کہ ان کی بیٹی تو بڑی لائق ہے وہ اس کے ہنر سب کے سامنے منکوار جانی تھیں، ای ای اس کے ہنر کی تعریفیں کر کے وہ مسئلہ حل کرنا چاہتی تھی جو ان پر دن بدن ٹک رہا تھا۔ اب وہ بی ای کے آخری سال میں تھی چندا بھی جو ان تھی لیکن چندا کی جوانی کی فکر ای کو نہ تھی وہ نو چودھویں کا چاند تھی تو نارا دھندلی شام گزرنے والوں کے ساتھ ان کی شادیاں بھی ہونے لگیں۔ ای بھی بسوئیں خوب جھانٹ جھانٹ کر لائی تھیں ایک سے ایک خوبصورت، بڑی بھابی کو بے پناہ حسین تھیں اور ان کو کچھ زیادہ حسن کا احساس بھی تھا سارا دن بٹے سنورنے میں لگی رہتیں خوبصورت انکلیوں کے پڑے ہوئے ناخنوں پر نیل پالش بدلتا اور ان کا ہنسنے مشغلہ تھا اور بھابی کے بھی دیکھا دیکھی نارا بھی ناخن بڑھا کر ان پر ایک دن سرخ رنگ کی نیل پالش لگائی خود کو تو اسے ہاتھ اچھے لگ رہے تھے لیکن بھابی نے اس کے ہاتھوں کو دیکھ کر عجیب سا متنبہ ہوا۔

ہاتھ میں مہربانوں نارا کہنے بد نما لگ رہے ہیں نہمارے ہاتھ، بالکل چل کے بچے۔ گورے گورے ہوتے تو کوئی بات بھی تھی۔ انہوں نے

کوئی ضرورت نہیں ہے ایسی دہلیز کمانیاں لکھنے کی۔۔۔ ای کی اس نفیر سے اس کا خوشیوں بھرا دل کچھ کر پتی ہو گیا آنکھوں میں ڈھیر سے آنسو بھرے وہ اپنے کمرے میں آگئی۔

لیکن اس کے مصنفہ بننے کی خبر سارے بھائیوں کو ہو گئی پھر جیسے اس کی شامت آگئی خوب اس کی غرور کا مذاق اڑایا گیا دہلیز کمانی لکھی ہے تیرا تو نے۔۔۔ تھیں ڈنگے دنگے کر یکا سب کچھ تھوگی محبت، عشق کے علاوہ کیا اور کچھ نہیں لکھا جاسکتا۔ بڑے بھائیوں پر اثر آئے اور وہ بے چاری شرمندہ ہو کر روئے لگی گھر والے اسے بڑے دہلیز خیالات کے لگے بھونے بھائی تو اس پر اقوام مزاحی شروع کر دی تھی بول اس طرح وہ اپنے افسانے کی بہرہ ور بن کر کسی سے محبت کر نہیں سکتی تھی۔

اس کا دل گھر والوں نے ضرور برا کیا لیکن کالج میں سب نے اس کی غرور کو خوب سراہا۔ اس طرح اس کے ڈونے سو ملے پھر ابھر گئے وہ خوب جم کر لکھنے لگی گھر والوں سے اب اپنی ہر لکھی چیز چھپانے لگی جلد نارا نے ادب کی دنیا میں ایک مقام پیدا کر لیا لیکن اس کی غرور میں ہمیشہ اسی کا رنگ چھپتا تھا مایوسی ہوتی، وہ ہر لڑکی کو شکستہ دل بتاتی تھی جو دنیا میں صرف غم جھیلنے کے لیے آئی ہو پھر آخر میں اس لڑکی کی موت واقع کر کے وہ کمانی کا اختتام کرتی۔

اس کی غرور کا انداز دل پر اثر کرتا۔ وہ شہید کی لکھن اور پھر بھی پسند کی جاتی۔

فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ بھی شادی نہ کرے گی چند اگلے لپے تو ابھی سے دشتوں کی بھرمار تھی جسے سب گھر والے مل کر روکتے رہا کرتے تھے امی کو چندا کے لیے بے پناہ اونچے گھر کی خواہش تھی ناراکو احساس تھا کہ اس کے لیے ایک کلرک کا رشہ بھی اچھا تو امی اور گھر والے انکا وٹس کر رہے تھے۔ اب وہ ہر بھی بناوت بری طرح جنم لے چکی تھی۔ اب وہ ہر حربہ استعمال کرنے لگی تھی جو گھروالوں کے لیے تکلیف دہ تھا۔

بی۔ اے کے بعد امی کی لاکھ مخالفت کے باوجود اس نے ہونیوررشی میں جرنلزم میں داخلہ لے لیا۔ روز سورت گھر سے نکلتی دوپہر ڈھلے واپس آتی اسے گھر والوں سے اب کوئی سروکار نہ رہا تھا ہونیوررشی میں کلاس ختم ہونے کے بعد اس کا گھر کی طرف رخ کرنے کو دل نہیں کرنا تھا۔ حالانکہ اپنی خرباخی کی وجہ سے وہ کسی سے میل ملاپ نہ بڑھا سکی تھی اور بھر لڑکے تو حسن کے شیدائی بننے میں اس میں تو کوئی چاوم نہ تھا کسی نے اس کی طرف رخ نہ کیا۔

بھرانہ دونوں حد و حد شکستہ دل ہو رہی تھی اچھا لباس پہننا بھی اس نے چھوڑ دیا تھا بہت سفید کپڑے پہننے نہ ہالوں کا کوئی سناٹا نہ تھا اپنے سہمے سہمے بالوں کو رین سے بکڑ لیتی کٹا میں ہاتھ میں لے لے وہ سب سے لڑکی کافی سوگوار سی لگتی تھی منجھٹ لڑکے اسے چھیڑتے 'کوئی فلائزر کتنا کوئی وغناوی دوح' لیکن ناوا پر کب ان ہالوں کا

اپنے خوبصورت ہاتھوں کو اس کے سامنے لاتے ہوئے کہا۔۔۔ اور مارے بے عزتی کے صدمے کے مارا کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں اس نے اپنی مٹھی اتنے زور سے جھینکی کہ ناخن اس کی ہتھیلی میں گڑ گئے اپنے ہسز پر لبت کر وہ ورننگ روٹی رہی۔ میں کالی ہوں، بد صورت ہوں، اس وجہ سے مجھے بچے سنورنے کا کوئی حق نہیں۔ اس کا دل آپ ہی اس سے ایسی باتیں کر کے اسے اور غمزہ کرنا کہا گھر پر اب بھائیوں کا راج تھا امی تو اب ریٹائر ہو چکی تھیں بھائی اور بھائیوں کی چاہت کے پیچھے پیچھے انداز دیکھ کر کبھی ناوا کے جذبات بھٹک جاتے وہ بھی ایک خواہش بھرا دل رکھتی تھی اس کے دل میں بہت سی انگلیں کھوٹ لیتی تھیں لیکن پھر اپنی صورت کے احساس سے اس کا دل آپ بچہ جابا کرنا نہیں کون پوچھے گا بار بار اس کا دل اسے کہتا اور چچی بات بھی نہیں اسے کوئی پوچھتا بھی نہیں۔۔۔۔۔ منعدو بار امی نے اپنی کوششوں سے اس کے رشتے کی بات کی گو وہیں اسے دیکھنے آئیں۔ اسے اس طرح غمازی انداز میں خواہش کے سامنے جانا پسند نہ تھا لیکن اسے جانا پڑا۔ کتنی گھری گھری نظروں سے اسے گھورا جانا وہ گھبرائی وہنی۔ لیائی رہتی۔ ان کی خاطر مہارت میں لگی رہتی اور پھر ان کے جانے کے بعد اس انتظار میں لگی رہتی۔ شاید کوئی پلیٹ نئے ہم نے ناوا کو پسند کر لیا ہے لیکن ایک بار انکر کوئی پلیٹ کرتے نا تو اس کے دل کے زخموں میں ایک زخم کا اور اضافہ ہو جانا اور اس نے اسے پسند

بست کم لاہیری میں آیا کرتی ہیں بعض لڑکیاں تو محض نظربھاؤ یونہی رہتی تھیں کتنی ہیں وہ اس کی تعریف کر جاتا اور مارا ٹاک سیکڑ کر چہرے پر ہنسی پھیلاتی۔

اسے تکلیل کا بہ دانا۔ انداز بالکل نہ بھانا تھا بلکہ درتو اسے زہر لگا کرنا تھا۔۔۔ کوئی اور لڑکی لفت نہ دیتی تھی تو اس کے چہرے ہی پر گہما گہما ایک روز انہماک میں مارا اپنے افسانے کا مسودہ لاہیری میں میز پر چھوڑ آئی گھر آکر اسے خیال نہ آیا ہوش تو اس وقت آیا جب چہرے پر بخاش مسکراہٹ لیے تکلیل اچانک اس کے قریب چلا آیا کل آپ اسے ہرآن چھوڑ گئی تھیں وہ اس سے ذرا فاصلے پر کرسی پر جھک کر کھڑا ہو گیا اس کے اس طرح کھڑے ہونے کا انداز بھی مارا کو بے حد دہلیز سا لگا۔ اس نے منہ سے شکر کا لفظ نکالے بغیر مسودہ اپنے بڑے سے ہنڈ بک میں ڈال لیا آپ تو چھپی رستم نکلیں۔ آپ اپنی مقبول مصنف ہیں اور ہمیں علم ہی نہیں وہ اس کی تعریف کرنے لگا ہر انسان اپنا اشتہار آپ تو نہیں ہوتا مارا اپنی تعریف پر خود بخود ہی خوش ہو گئی پہلی بار تکلیل سے بات کرنے کا اس کا سوؤں گہا دیے بھی لاہیری میں اس وقت کافی لڑکے اور لڑکیاں موجود تھے اور ایسے میں تکلیل سے بات کرنا کوئی مشکوک نہ تھا۔

وہ اس کے افسانوں کے بارے میں اپنی رائے اپنے لگا مجھے سلائے کا بہت شوق ہے پھر کتابیں تو خالی کا میز پر سمیٹتی ہوئی ہیں۔ میں نے آپ کی ہر غرور کو چاہا ہے وہ اپنے الفاظوں میں اسے کتنا

اثر ہوا حالات نے تو اسے اچھا خاصا پتھر بنا دیا تھا۔ کلاسز ختم ہونے کے بعد وہ لاہیری میں بیٹھے بیٹھے ایک ادھ افسانہ لکھ لیتی تھی اکثر دو لکھتے نظر اٹھانی تو لاہیری میں کو جب ہی نظروں سے خود کو نکال پانی در نظروں محسوس کر کے اس کے دل کو کچھ ہونے لگتا نہ جانے ان نظروں میں کیا خاک اس کارواں روتاں کانپ جاتا دماغ سے سب کچھ نکل جاتا اور اسے لاہیری میں پر فضا اٹھاتا۔ کہیں۔۔۔ قہریت بدست وہ اپنے دل میں اس کو لاکھوں صلواتیں سنوائی تھی پھر ارجنزی عمر کا درود غنیمت بچوں کا باپ لگا کرنا تھا۔ بعض لوگوں کو تو ہمیں لڑکیوں کو گھوڑنے کی عادت ہوتی ہے مارا کو اس کے اس انداز سے نفرت ہی محسوس ہوتی اور پھر وہ دوسرے کو نے میں ایسی جگہ جا کر بیٹھنے لگی۔ جہاں سے اسے لاہیری میں تکلیل صاحب کو اس کی جھٹک ہی نظر نہ آتی ہو۔ لیکن اکثر وہ الماری سے کتابیں نکالنے کے بہانے ایک ادھ جگہ اس طرف ضرور لگا جاتا کرنا۔ تکلیل غائبی خود بخود تھا لیکن اوجھے سفید بال اور لباس دھتک سے نہ پہنے کا انداز اسے کم تر کبے ہوئے خاصہ درجے ان مارت تھا۔ چیک دار پتھون اور نئی لہجے اسے اس کا ہونہارم بن کر درکشی تھی اور اس کا بہ گندہر جلد رکھ کر اکثر مارا یہ ہی سوچتی کہ بقیہ اس کی بوی حد درجے ہے دھتکی قسم کی ہے جو اپنے شوہر کا ذرا بھی خیال نہیں لیتی جب کبھی وہ کتاب ایٹو کھانے تکلیل کی میز پر جاتی تو درمیان پاک مسکراہٹ لیوں پر لا کر اس کا استقبال کرنا۔ آپ بہت مٹھی لڑکی ہیں لڑکیاں تو

اپنی پسند میں نہیں لگا کرتی ہے ٹھیکل کے ان جہلوں پر بارے شہر کے مارا کی گھری گھری رگت نپ کر سرخ ہو جتی شرار اس نے اپنے سفید آنچل میں من چھپالیا۔

ٹھیکل اس کو ایک کھنار اسی موڑ سائیکل پر بٹھا کر اپنا ڈشبان دکھانے لے کر کہا وہ اپنے اس انداز کے کرے کو ڈشبان ہی کہا کرنا تھا۔ اس کا کمرہ دیکھ کر مارا کا دل بھگم ٹھیکل کے پاس دولت نہ تھی تو کچھ نہ تھا۔ یہ بات مارا کے دل میں کلک سی پیدا کر چکی تھی لیکن اس نے اس بات کا اظہار ٹھیکل پر نہ ہونے دیا دے بھی وہ بہت گھبرائی ہوئی تھی کیونکہ ٹھیکل غبر خا اور اس طرح اس کے گھر تو اس کے لیے باعث قہر بن سکتا تھا وہ بدنام ہو سکتی تھی لیکن اسے ٹھیکل کی شرافت پر بڑا مان تھا۔

ٹھیکل نو چمچ اس کے ذمے چھپے جا رہا تھا اس کے لاکھ منع کرنے کے باوجود وہ فریسی دکان سے اس کی خاطر داریت کا کافی سامان لے آیا چائے بھی اپنے ہاتھوں سے بنائی وہ کتنا اچھا خا کتنا کھٹس زندگی کے سفر میں کیا تم کو انا چاہئے والا مل سکتا ہے ٹھیکل کے برابر بیٹھے بیٹھے وہ خوبت میں ادب کئی وہ تو ایک بد صورت لڑکی تھی جس میں کوئی ہر م نہ خاشکش نہ تھی پھر بھی اس پر کوئی حرا تھا ٹھیکل جو خود تھا خجود تھا لیکن غریب تھا اور اس کی خوبت سے مارا کو گلہ خا محبت اور چاہت پا کر مارا اس تھی دل میں بار بار ایک خاش کا احساس جاگ رہا تھا وہ تو ایک بڑے گھر کی لڑکی

اپنے مقام دے رہا تھا کتنا سراپے جا رہا تھا اور وہ حیران حیران نظروں سے اسے تک دہی بھی کیا وہ خا تھا۔ یہ خیال اس کے دل میں مجبہ پہل چائے دے رہا تھا اور دل کی بات یوں پر آتی تھی کہا آپ ایکلے ہیں اس نے کچھ سوچ کر سوال کیا کیونکہ کیا قوی ی اتالا پرواہ دیکھائی دے سکتا ہے جونوں سے لے کر فیض کی حالت یہ بتائی تھی کہ اس کا کوئی خیال کرنے والا نہیں ہے۔

ہاں بالکل تھا۔۔۔ نہ مان نہ باپ نہ بہن بھائی اور نہ کوئی بد م۔ اس نے افسردگی سے کہا۔

اور مارا کو اس پر ترس ڈمبا اور اس دن مارا کو اچھا لگنے لگا وہ گھر ذکر ٹھیکل کے بارے میں سوچتی رہی وہ جو مفلس تھا بد حال خا خا غما بھی شخصیت کا مالک نہ تھا کہ کوئی لڑکی یوں اس کو اپنی آنکھوں میں بنائے۔

لیکن مارا تو افسانوی سوچیں رکھنے والی لڑکی تھی اور ہر محبت کوئی فرن محسوس نہیں کرتی جس پر دل ڈجائے دل کو اس سے ی محبت ہو جانی ہے اور پھر بالکل افسانوی انداز میں نہ جانے کس نے اپنے میں اتنی بہت پیدا کی کہ دونوں ایک دوسرے کے فریب آگئے مارا کو حیرت بھی تھی کہ ٹھیکل کو نہ جانے اس کی کیا ادا بھاگنی ہے اس کی چاہت وقتی سلاوا نہ ہو اس نے ایک بار اپنے اس خدشے کا اظہار کر ڈالا۔ ٹھیکل نہیں کھانے لگا میں صورت پر مرنے والا نہیں میں تو صفات کو پر کھا کرنا ہوں اور اپنی پسند چاہے کچھ بھی ہو انمول دہنی ہے حسن کچھ نہیں ہونا اور ہر نم مہری پسند

ساتھ ساتھ اسے اپنی حیثیت کا اور نارا کے گھر والوں کی شان و شوکت اور امارت کا بھراؤ احساس تھا اور وہ احساس کمزری میں مبتلا ہوا جا رہا تھا اس کا حوصلہ نہ پڑا خاکہ در اپنا نہ مالے کر اس دلبر پر مذم و مگے اور نارا وہ تو خود کم حوصلہ لڑکی تھی محبت تو کر چھٹی تھی لیکن گھر والوں پر اعتبار کی ہمت نہ تھی وہی اس کی بڑھتی ہوئی عمر کے ساتھ ہی اس کی طرف سے بے حد فکر مند تھیں اس کا ایک وٹن بھی نہ آیا تھا اس سے چار برس بھولی بہن چندا کے رشتوں کی بھرمار تھی اور ہی اس کے لیے انکار کر کے تھک چکی تھی ان کی نظروں میں چندا کے لیے کوئی رشتہ جتنی نہ تھا اور نارا کے لیے کوئی رشتہ آنا نہ تھا ان کی اس کی صورت کے ساتھ بخت لگا کر تھی تھی قابلیت میں نارا کے مقابلے میں چندا کو نہ تھی دروازہ نچلوں کی وجہ سے میزک بھی نہ کر پائی تھی بس بیٹھ بیٹھ سنوٹے میں تھی رہتی اس طرح اس کی خوبصورتی میں اور اضافہ ہو جا کر نارا وہ تو بغیر بے صورت ہی فاسٹ لگا کر تھی تھی بھر بھی اپنا اتنا خیال کر تھی تھی اور جس کو بیٹھ سنوٹے کی ضرورت تھی وہ خور سے لاپرواہ رہتی انی اسے نوک نوک کر تھک تھی تھیں لباس اس کے کا پٹا کر یہ لباس فہم لہارہ پر حلقہ رکھتی ہے اور در سر جھٹک کر تھی سے سکھا دینی وہ وقت اسے بار زبان جب اسے ہر طرح کے نت نئے لباس پہننے کا شوق تھا کہ نارا تھا اور گھر والے اس پر طرح طرح کے مزارعہ پاس کہا کرتے تھے ان ہی لوگوں کی وجہ سے دل بھٹکتا

تھی اس کے ابو بڑس میں تھے سارے بھائی اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے وہ بہت بڑے بچے میں رہتی تھی اس کا اپنا بندہ دوم بھی کھیل کے کمرے سے سوگنا اچھا اور اعلیٰ سامان سے نراستہ تھا اور کھیل کا سامان صرف ایک چارپائی لوہے کا ایک صندوق سیلا سا بچوٹا اور کتابوں کے ایک انبار کے علاوہ کچھ نہ تھا وہ کھانا بھی باہر کسی سٹے سے ہوتی میں کھانا کرنا تھا۔

اپنی ننگار میں سے وہ اپنی بود بہن کے اخراجات پر سے کیا کرنا تھا جو گاڑی میں رہا کر تھی تھی اس وجہ سے اپنے خرچے کرنے کو اس کے پاس کم روپے بچا کرتے تھے صاف گوئی سے اس نے یہ تمام باتیں نارا کو بتا دیں تھیں اور کھیل کی اس صاف گوئی پر نارا خوش نہ ہو سکی تھی لیکن زندگی کے طویل سفر میں نارا کو کس نے پوچھا تھا اسے تو صرف صورت کی بنا پر اپنے گھر والوں نے بھی نہ چاہا تھا وہ محبت کی بھوک تھی پیائی تھی اس کو زندگی نے ان گنت زخم عطا کیے تھے صرف اس وجہ سے درگم شکل تھی اسے کوئی نہ پوچھتا تھا لیکن بہت ہی درمناشی تھی وہ کھیل میں پوشیدہ تھی کھیل اس پر مرنا تھا ان بد صورت لڑکی سے محبت کرنا تھا ان دونوں نارا کے خیالات بھی عجیب سے اور گئے تھے سادہ ان ابھی ابھی سوچوں میں گرفتار رہتی اب نہ اس کا پڑھنے میں دل لگتا تھا اور نہ کچھ لکھنے کا ہوا بننا تھا اس کی زندگی تو اب خود ایک افسانہ بنی ہوئی تھی پھر بھلا اس کا ذہن دوسری طرف کیسے جاتا کھیل اس کا طلب کار تھا لیکن

ہو کر اس نے اپنا ہر شوق اور ارمان خاک میں ملا دیا تھا۔
 دو ہفتے گاہوں کا مرکز بنی ہوئی تھی۔

پوری محفل میں صرف ایک رہبان نارا کی طرف متوجہ تھا کیونکہ بھیا رہبان سے پہلے ہی نارا کا بارے میں خبر سے عائدانہ تعارف کروا چکے تھے بعض رسالوں اور اخبارات میں رہبان نے اس کا نام پڑھا تھا اس وجہ سے اب وہ اس کے سامنے آئی تو بڑے پرہیزگار انداز میں اس سے ملا بالکل اپنے قریب اس کے لیے جگہ بنا ڈالی نارا سمجھ کر چند مہینے رہبان اس سے اس کی تحریروں کے بارے میں گفتگو کرتے لگا وہ اس کا ہم ذوق محفل بھر میں نارا کی بیزاری اور غضبناک ہوت جانی رہی اور وہ کافی کھل کر رہبان سے باتیں کرنے لگی اس رات کافی دیر تک رہبان وہاں بنا رہا اور نارا بھی وہیں رہی اس کو رہبان اپنا پروگرام بنانا رہا اس کو سنے رسالے کا ڈیٹیکٹیشن مل چکا تھا اسے اسٹاف کے لیے قابل اور ادبی صلاحیت رکھنے والوں کی ضرورت تھی آپ میری مدد کریں گی وہ بڑے بغیر سے اس سے پوچھنے لگا۔۔۔۔۔

ضرور۔۔۔۔۔ ضرور۔۔۔۔۔ نارا تو رہبان سے مل کر بے حد خوش تھی اس نے اس کو اپنے مفادوں کا بھرپور بغیر دلا دیا رہبان نے اپنے رسالے کا افتتاح بہت اہتمام سے کیا۔ نارا کی خوش قسمتی تھی کہ رہبان نے اسے اپنے رسالے کی معاون مدد فراہم کرنا کہا اسے رہبان نے بہت بڑی خوشی دی تھی عزت دی تھی بہت بڑا اعزاز دیا تھا وہ خود کچھ نہ سمجھتی تھی اب وہ خود کو اہم سمجھنے لگی۔۔۔۔۔

ویسے بھی وہ اب گھر والوں سے کٹی گئی رہتی تھی بھائیوں سے بولتی نہ چندا کو منہ لگاتی گھر پر اپنے کمرے میں بند ہو کر بس اپنی سیدھی باتیں سوچ سوچ کر دماغ خراب کیا کرتی تھی ان دنوں وہ کلکل کی گفتگو میں گرفتار تھی کہ بھیا کے ایک دوست بڑس کے سلسلے میں ان کے شہر میں محفل ہو گئے رہبان کا اپنا ذاتی پریس تھا ایک اخبار بھی نکلتا تھا اب وہ اس جگہ سے اپنا ایک رسالہ نکالنا چاہتا تھا رہبان مانا ہوا ہوا سہائی تھا ادبی ذوق اس میں کوئی کوتاہی نہ تھا اپنے اخبار میں وہ مستقل کالم اور اوریٹے لکھا کرتا تھا جس سے اس کی قابلیت کا پتہ چلتا تھا

اب جب وہ اس شہر میں آتا تو بڑے بھانے اسے اپنے گھر پر بلواتی خوش محبتی صورت کی اس کی دعوت کی خاطر کافی اہتمام کر ڈالا نارا تو گھر کے ایسے بنگالوں سے دور رہتی تھی لیکن آج کی دعوت میں رہبان کا نارا سے تعارف کروانا بھیا نے ضروری سمجھا کیونکہ وہ دونوں ہم ذوق تھے بھیا کے بے حد اصرار پر چہرے پر لہجہ بیزاری کے سلسلے لیے وہ سفید ساڑھی میں لیٹنی رہبان سے ملنے چلی آئی بھایاں ہی اور چندا پہلے ہی ہال میں موجود تھے اس کو اتنے مسالوں کے سچ میں اس جگہ میں ڈنک کر بھایاں مسکرا پڑیں اور ای کو غصہ اٹھانے جانے دو اتنی بات سمجھ کیوں ہے ضدی بہت جوہر جسم کی ای: برا کر رو گئیں چندا بار اپنے

سے اتنی لگن کب رہی تھی وہ کم تر سا انسان اپنے اندر کچھ حیثیت نہ رکھتا اور نارا اس کا ستارہ عروج پر تھا ریحان نے اسے ذرے سے آفتاب بنا ڈالا تھا ریحان کا رسالہ صرف نارا کی وجہ سے زنی کر رہا تھا نارا کی خوبصورت شاعری اور متاثر کن افسانے حد درجے پرندہ کے جاتے ہر ماہ قمری خطوط کا انبار لگ جاتا۔ اور اپنی تعریفیں پڑھ کر وہ فخر سے پھول نہ سانی ریحان نواس سے بے حد خوش تھا۔ تمہیں پا کر تو میرے نصب جاگ گئے ہیں۔ نارا.... وہ اس کی اتنی بھرپور تعریف کرنا اور نارا ہواؤں کے درخشاں بدن اڑنے لگی۔

ریحان کے فریب رجتے ہوئے اس نے کھلبلی کو فراخوش کر ڈالا اسے اب اپنی عقل مندی پر فخر آنے لگا۔

بھلا کھلبلی بھی چاہے بانے کے قابل تھا اسے خود پر فخر آنے لگا اور دل جو کبھی کھلبلی سے متاثر تھا اب ریحان پر آمکا تھا حالانکہ یہ محبت یکطرفہ تھی پھر بھی اس کا دل ریحان کی پرستش کیے تھا

رسالے کی زنی کے لیے نارا دن رات محنت کر رہی تھی اب فوریہ ہفتوں ہونیورسٹی بھی نہ جانی دفتر کے ہی اسے کئے کام انجام دینے پڑتے تھے کبھی سروسے کرنے مختلف لوگوں کے پاس جا رہی ہے تو کبھی انٹرویو کے لیے مشہور معروف لوگوں کے گھر جا رہی ہے ہر ادبی نشست میں اور تقریبات میں وہ رسالے کی مدد کی حیثیت سے ریحان کے شانہ بشانہ موجود ہوتی ریحان نواس کا کتنا ممنون تھا احسان مند تھا اکثر احسان امارنے کی خاطر اس کے

اسے کھلبلی کی طرف توجہ دینے کی فرصت نہ ملنی رسالے کی اکثر ذمہ داریاں اس پر تھیں اور پھر ریحان اسے اچھی تنخواہ بھی دے رہا تھا اور وہاں ملازمت کر رہی تھی بھلا کس طرح کو یہی برائی۔ ہونیورسٹی سے وہ سیدھی دفتر چلی جاتی جہاں مسودوں کی کانت چھانٹ ڈاک کے خوابات اور پھر بہت سے کام اسے انجام رہتے پڑتے۔

لابیوری میں اکثر ہفتوں بھانے کی فرمت نہ آتی کیونکہ ریحان اس سے رفت چوچہ کر رہی اپنی کار اسے لانے بھیج رہا کرنا تھا اور وہ کلاس سے نکل کر سیدھی کار میں بیٹھ کر دفتر آ جاتی۔

دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر کھلبلی اس سے دفتری ملنے چلا آیا کرنا اس کی بے توجہی کا شکوہ لیں پر لے کر۔ ایک ذمہ دار کری پر بندہ کرانے سارے کاغذات کے انبار تلے رہے ہوئے اس وقت کھلبلی کو روک کر نارا کے دل میں ذرا سی بھی محبت کا احساس نہ جاگا بلکہ نور ٹھیکرا مٹی کھلبلی کو چھامت کرنے لگی کہ وہ اس سے یہاں ملنے نہ آیا کرے حالانکہ اکثر دفتر میں لوگ اس سے ملنے آتے رہتے تھے اور وہ ہر ایک سے بات کرنی تھی لیکن صرف کام کی حد تک لیکن کھلبلی سے وہ ایک بات بھی نہ کر سکی وہ مایوس سا لوت کہا بڑے سن سے لمبے میں کہہ کر نم بدل گئی ہو۔۔۔۔۔۔

وہ چلا گیا لیکن اس کے چلنے نارا کے کانوں میں گونجنے رہے نم بدل گئی ہو نم بدل گئی ہو۔

اس نے اپنے دل کو نوا لایا آج کل اس کا دل کھلبلی کی طرف سے بدل گیا تھا یہ حقیقت تھی دل کو کھلبلی

وہ لفظوں میں اپنی خوشی اور چاہت سب کا ذکر کر گیا اور اس پختہ عمر میں بھی نارانا سمجھ بچی بن کر بکسنے لگی۔ سفید فرائ کا خوبصورت سا کوٹ اس نے سرویوں کی اند کے ساتھ پہنا تو اسے ایک عجیب سی راحت کا احساس ہوا اسے رحمان خربہ کر لایا تھا اس کے ہاتھوں نے اسے چھوا تھا اسے آپ ہی آپ شرم آنے لگی۔ ان دنوں اس نے جو نیورسٹی جانا بالکل بند کیا ہوا تھا کلبل کی طرف سے اس کے دل میں پورے غما پھر اس کا سامنا کرنا اسے اچھا نہ لگتا تھا اور بھر اب بھول رحمان کے اسے صحافت کی ڈگری کی کیا ضرورت تھی بغیر ڈگری کے وہ بہت قابل تھی کیونکہ ارا کے جو نیورسٹی جانے کی وجہ سے دفتر کا کام اوروہ پڑا رہتا تھا اور اکثر رسالہ لبت ہو جانا تھا کیونکہ رحمان کو اور بھی بہت سے کام دیکھنے پڑتے تھے اکثر در کام کی غرض سے دوسرے شہروں میں بھی جانا رہتا تھا اس نے فو اپنا ماتحت لارا کو بنا ڈالا تھا وہ سارے کام کی عمر اس تھی سب پر حکم چلاتی اس کے وفز میں جوتے ہوئے کوئی بھی غفلت نہ برت سکتا تھا۔

ان دنوں وہ بے حد مسرور اور بہت خوشی دل میں تھوڑوں کا ایک سیلاب موجزن تھا اس کو محسوس ہونا اس کی زندگی میں بس اب خوشیاں آنے والی ہیں اور رحمان کی عنایتیں رنگ لائے والی ہیں لیکن در دن کب آئے گا اس کے جذبات بری طرح اہل بجائے ہوئے تھے لیکن رحمان اسے ساتھ لیے گھومتا پھرتا۔ بے تکلفی سے اس بیچے

لیے تھے بخائف لے آتا اسے زبردستی اپنے ساتھ لے کے وقت ہوٹل لے جانا ایک سے ایک ٹاپ کلاس ریسٹورنٹ میں وہ دونوں اکثر شام کی چائے پیچے رحمان کے ساتھ اس طرح گھومتا پھرتا اسے اچھا لگتا کیونکہ گھر والوں نے بھی نہ جانے کہا سوچ کر اسے اب ہر قسم کی آزادی دے رکھی تھی رحمان سے اس کی بے تکلفی دیکھ کر اسی کو اعتراض کے بجائے سکون سا ہونا ان کو محسوس ہوتا جیسے بس اب ارا کے نصب کا سنا رکھنے والا ہے رحمان کی آہٹ پر ان کے کان لگے تھے یہ سب محسوس کر کے انہوں نے چندا کا رشتہ بھی ایک ڈاکٹر سے کر دیا تھا چندا کی منگنی بڑی دھوم دھام سے ہوئی تھی گھر میں شادی کی تیاریاں بھی ہو رہی تھیں چندا کو جو ارا سے عمر میں بہت چھوٹی تھی جلد بیاہی جانے والی تھی اور ارا اس کی زندگی اب تک مسلمان تھی لیکن اس کو اب ان باتوں کا احساس ہونا تھا وہ تو بس انکمیں کھولے ایک رتک میں پیدا کیے جا رہی تھی اور یہ پتہ دیکھتے دیکھتے پوری عمر بنانے کے ور پے تھی۔

رحمان مری گیا تو اس کے لیے بے حد خوبصورت کوٹ خرید لایا انا سونگا انا خوبصورت مختہ پا کر وہ گم سم سی ہو کر رحمان کو دیکھنے لگی وہ اس کے چہرے کو پڑا دیکھو اسے قبول کرنے میں تکلف نہ کرنا میں نے بڑی چاہت سے صرف اور صرف تمہارے لیے اسے لیا ہے اور جو چیز جس کا تصور ذہن میں تھا کر پہنچائی ہے وہ اس کے پاس ہی دیکھ کر خوش ہوئی تھی۔

باہنیں کرنا اسے بہترین ساتھی اور دوست تک
 مہمان نہ ہوا تھا چندا کی شادی کے پہلوؤں میں
 بھی وہ گھر سے دور رہی دفتر سے ایک دن کی چھٹی
 بھی نہ لی۔ حالانکہ رہبان نے خود اسے چھٹی کا کہا
 تھا لیکن وہ انکار کر گئی اس کی اس ذمہ داری پر
 رہبان خوش نہ رہا لیکن پھر زمانہ کے طور پر کئے
 لگا۔

سوچ لو۔۔۔ بدلے کے طور پر چندا بھی نہاری
 شادی پر کام نہیں آئے گی۔

اوند۔۔۔ ہمیں اس بات کی پروا نہیں ہے۔ اس
 نے الجھک کر کچھ شراتے ہوئے کہا۔

چندا کی شادی پر بڑی روغن رہی چندا دلن بنی
 بارانہ آئی بڑی چاہ سے دو لہا اسے رخصت کر کے
 لے گیا اور وہ اپنے مقام پر گھڑی رہی اس کی
 چھوٹی بہن ہر بات میں اس سے جیت مچی تھی
 شادی کی محفل میں بار بار اس کے کھنوں نے یہ سنا
 کہ بڑی بہن کے ہونے ہوئے چھوٹی کا بیاہ ہو گیا۔
 بانوں کی ٹھٹھن سے اس کا دل مجبوسا ہو گیا دل کی
 خودیشات ایک پہل سی چانے تگیں وہ بھی دلن
 بننا چاہتی تھی یہ ہر لڑکی کی طرح اس کی بھی فطری
 خواہش تھی۔

لیکن اپنے نزدیک یہ خواہش اسے انسانی سی لگنے
 لگی جس کے پیچھے ہماگ ہماگ کر در شدت سے
 پیاس محسوس کرنے لگی تھی۔

ان دنوں رہبان غریبہ ایک ماہ سے کراچی گیا تھا
 رسالہ بھی اس کی غیر موجودگی میں نارا نے ہی نکالا
 اس بل کا پرچہ کچھ زباہری مغبول ہوا تھا رہبان

چلا کہ وہ چند دن کی رخصت پر ہے۔

کیوں۔ کیوں۔۔۔ یہ ابھرنا حوالہ اس کے دل میں
 بارہ بار نہ ہو۔ یہ خدشہ بھی اس کے دل میں
 جاگا وہ سست قدموں سے ابھری سے باہر دلی نو
 اس کے قدم آپ ہی آپ گھلنے کے گوارہ کی
 طرف پڑھنے لگے اس کا گوارہ بارہ دور۔ غنا نہیں
 مارا کو پیدل چلنے کی عادت کہاں تھی بس گھلنے کی
 دہلیز پہ پہنچی تو اس کے قدم برنی طرح ٹھک چکے
 تھے پورا جسم سبیل سے شرابور غنا۔

پھر اس کا دل زربا خواں نے بھی ٹکلیل کی تو
 کی ٹھنی نہ بائے ٹکلیل کا رعبہ اس کے ساتھ کیا
 ہو، اسے ڈھیل ہی نہ ہوتا دہی لبان ٹکلیل کے
 باخوں اس وقت اسے ڈھیل ہوتا بھی عوارہ خوا
 ٹکلیل کی موثر سانچلی ڈھیر ٹھنی جس سے
 اندازہ ہوتا تھا کہ وہ اندر اندر ہو رہے۔

کھٹ... کھٹ... کاپنے، ہاتھوں سے وہ دروازے پر دستک دینے لگی، دروازہ تکیلیں بنی کیڑا اور ہجران کے کمرے میں اور شاہجی ٹوٹنے.....

[illegible]

سچا سچا تھا کوئے میں پڑے چارپائی کی بجائے زلی
 جینہ نظر آ رہا تھا جس کا بسز بھی ریشمی سٹاپنگ دامن
 کی سچ کر طرح سچا ہوا تھا کمرے پر ایک نظر ڈالو۔

بے تحاشا پھر باؤ آنا جس سے اس نے بے وفائی کی
 نفی اور اتے اس نے صرف اس لیے لکھنا بخادر
 دولت مند نہ تھا لیکن وہ خود عمر بھر دولت سے
 کھینچی آئی تھی اب خود وہ ہر ماہ چار ہزار روپیہ
 آسانی سے کما رہی تھی دولت نے اسے کون سا
 سکون دیا تھا۔

اب پوٹ کھانے کے بعد اس ٹال سے مستغنی اس سے یہ کہہ رہا تھا دولت سمجھ نہیں سکتی۔

دولت ہے سب کچھ خریدا جا سکتا ہے لیکن دلی سکون دولت بھی میسر نہیں کرتی اتے سکون کی ضرورت بخئی راحت کی ضرورت تھی محبت کی ضرورت تھی رات بھر میں اس کے دل نے ایک اہم فیصلہ کر لیا بغیر کسی سہارے کے زندگی کی راہیں کھنسن ہو جا یا کرتی ہیں۔

اسے بھی ہم سفر کی ضرورت تھی اس نے اپنے دل میں ٹکلیل کی بن جانے کا سوچ لیا ٹکلیل کی بندرہ کی رفاقت نے اسے گھنا سکون، باغواہ اس سکون کو عمر بھر کو اپنی جھولی میں بھر پھنا جاپانی تھی ٹکلیل کی خاطر وہ اپنا راحت کدہ، پیموڈر اس کے جھوپڑت میں بس باندھے پر فائدہ تھی اس نے سوچ لیا وہ ٹکلیل سے شادی کر کے اپنے گھر والوں سے بھی کنارہ کش ہو جائے گی تاکہ کسی قسم کا احساس اس کے دل میں نہ جاگ پڑے کہ وہ کسی سے کمزور ہے۔

صبح روزِ سفر جانے کی بجائے ہونہوڑی بیچ گئی اور
گلاس کا رخ کرنے کی بجائے وہ سیدھی لاہوری
چلی لیکن وہاں تکمیل نہ تھا اس کے پوچھنے پر :-

ایک دم غائب تھی بے چارہ حد درجے گھبرائے ہوئے تھا جب وہ اتنی تو اس کی جان میں جان آئی۔ کہاں غائب تھی تم۔ وہ بے صبری سے اس کے بندہ روم میں چلا آتا۔

ایک عزیز دوست کو اس کی شادی کی مبارکباد دینے جانا تھا اور ریمان سے بچ بولنے لگی۔

لیکن اب تم جلدی سے یار ہو کر میرے ساتھ چلو ریمان اسے پروگرام کے بارے میں بتاتے لگا تاہم تو بے حد شک و شبہ دل بھی اس نے تو سوچا تھا مگر جا کر آنسوؤں کے ذریعے دل کا غبار نکال کر رہے گی لیکن اب ریمان کے سامنے وہ ایک انصاف بھی نہ بچا سکتی تھی اور نہ اس کے ہمارے جانے سے انکار کر سکتی تھی آپ بیٹھنے میں ابھی یار ہو کر آتی ہوں۔

صبح تبدیل کیا ہوا لباس اسے برا لگنے لگا تھا وہ ڈرائنگ روم میں جا کر بیٹھ گیا اور اپنے مفید سوٹ پاسٹری کرتے کرتے آہستہ آہستہ پھر اٹھ گئی۔ نوپہ کھنی تا سمجھ بے آواز اپنے آپ کو تھا کیوں کہ کتنی بے

غیری کتنی مصروفیات ہیں۔ کتنا اونچا غماز نام ہے کیا ان کے سارے تم ہی نہیں سکتیں۔ یہی سوچ اس کے دل کو تسکین پہنچانے لگی۔ میں صرف اور صرف اپنے لیے جیوں گی یار ہوتے ہوئے اس کے دل نے کتنے وعدے اپنے آپ کر لیے دل کے فطن میں ٹکلیں اور ریمان کے بعد وہ کسی کا سایہ نہ ڈالنے کا وعدہ کر کے چہرے پر پراسید سی مسکراہٹ لیے جب ریمان کے ہمراہ کار میں بیٹھی تو بے حد پرسکون تھی۔

ریمان صاحب آپ مجھے ڈرائیونگ سکھائیں نا۔

کر تاہم سب کچھ سمجھ گئی اس بل اس کے دل پر ایک قیامت سی گزر گئی اسے شک نہ ہو گیا آئیے اندر تشریف لائیے ٹکلیل چٹ منڈب انداز میں اس سے مخاطب تھا دل تو آرا کا اس وقت یہ چار رہا تھا کہ اگلے قدموں واپس لوٹ جائے اس کی آنکھوں میں اب یہ نظارہ دیکھنے کی تاب نہ رہی تھی لیکن وہ اپنی یہ کمزوری ٹکلیل پر ظاہر کرنا نہیں چاہتی تھی دوسرے بل ورسٹبل تھی۔

میں آپ کی شادی کی مبارکباد دینے آئی تھی اس نے ٹکلیل سے اس طرح کہا کہ جیسے کبھی ٹکلیل اور اس کا کوئی ولی قفل نہ تھا اور ٹکلیل کی شادی سے اس کو زرا بھی مدد نہ ہا مال نہ ہوا تھا۔

بڑی سرائی ہے آپ کی۔۔۔ ٹکلیل خوش اخلاقی سے بولا۔

اچھا میں پھر کبھی آؤں گی یہ کہہ کر وہ آہستہ سے چل دی کہ کسی کا دل توڑتے ہیں وہ کب آئیں دوتے ہیں۔ اپنی ہی سوچیں اس کے دل کی ویرانی بڑھاتی جا رہی تھی۔ ٹیکسی میں بیٹھ بیٹھ وہ سوچے جا رہی تھی۔ ٹیکسی والے کی آواز پر وہ پونک پڑی وہ اس سے کہاں اڑنے کا ہوجھ رہا تھا زرا کاٹلے نا اس کا گھر تھا وہ ٹیکسی سے اذکر پورج میں آئی تو ریمان کی نیلی کار کھڑی تھی اور اندر زرا ٹنگ روم میں وہ سبہ چینی سے اس کا منتظر تھا وہ اسے بتائے بنا آج غائب ہو گئی تھی صبح سے ریمان مسلسل گھر پر فون کیے جا رہا تھا۔

آج ایک سب سے دان کی بیگم کا انٹرویو کرتے تاکہ کر جانا تھا۔ میں بچے کا ایڈمنسٹریٹر تھا اور آرا

۴۰۰. امتیاز خانم

نویسندہ کے نام۔

فریجیائی کے تباہ!

ۛۛۛۛۛ

اور راج میں آگئی!

میں نے کافی کوشش کی کہ اس سے اس کی حق و شکی
وہ بوجھوں مگر وہ مجھ سے کی طرح نال ورتا!



انہوں نے میرے لئے چائے منگوائی
 رابعہ کوئی بھی میرے دل کی حالت کو سمجھ نہ سکا۔ میں اندر ہی
 پھر کافی دیر تک بائیں کرتی رہی۔ اس دن مجھے بھی
 اندر رکھ کے روکی ہوں۔
 رابعہ انٹریں ہائی ٹیپ کوڑو اقلیات۔ آپ اپنی اداس
 کیوں نظر آتی ہیں؟
 تو یہ بولی اور رابعہ انہی کچھ کیونکہ وہ اسی نہیں آتی میں
 کہیں سے کی مرادیں ہو گئی ہوں۔
 لیکن میں نے بہت اصرار کیا تو یہ اپنی کئے گئی۔
 آج میں بھی ان سے دل کی حالت پوچھا مگر پھر وہ
 ناکے گئی۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :-

- ✧ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ✧ ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ✧ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
- ✧ ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور ریزیوم ایبل لنک
- ✧ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو
- ✧ ہر پوسٹ کے ساتھ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ✧ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل ریج
- ✧ ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ✧ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ✧ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں
- ✧ سیریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- ✧ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل ریج
- ✧ ایڈ فری لنکس، لنکس کو میسج کمانے کے لئے شرنگ نہیں کیا جاتا

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

➡ ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

➡ ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library for Pakistan



Like us on
Facebook

fb.com/paksociety



twitter.com/paksociety1

ایسا معلوم ہوا تھا۔ جیسے بڑی دنیا ساتھ چھوڑ گئی ہو۔ وہ اب
 ٹویہ ایک دم خاموش ہو گئی!

راہ نے کہا

ٹویہ اپنی ٹپ کی شادی کس کے ساتھ ہوئی تو یہ نے
 تیار! سہیل کی دولت کو تین سال گزر گئے۔ میرے گھر والوں
 نے سہ چاہا ہم باہر کے لئے کس طرح بات کریں۔ انہیں
 دونوں اچانک چھوڑ دیا ہے پاس نہیں۔ کئی دن رہیں۔ اب
 نے موقع کیجئے کہ بات کی۔ آپ اب اگر ٹویہ فوراً باہر کی مشق
 کریں۔

پھر پھر نے کہا ابراہی مجھے کوئی امتیاز نہیں اٹھا رہا
 معلوم ہو گیا ہے پھر پھر کی طرح کہہ رہی ہے۔

اسی طرح تیار۔ دونوں کو وہ میں شادی کی
 تیاریاں شروع ہو گئی۔ پھر باہر کی مشق کی گئی۔

میں دل میں کر رہی تھی۔
 جیت ہی مجھے سسری دالے کرے میں نے جانا ہے۔
 میں وہاں جا کر دیکھا تھا کہ بھول گئی۔

عامر کرے میں۔ اصل بڑے دو میرے پاس آ رہے
 کیا اس نے کہا۔ ٹویہ مجھے معصوم ہے تم اندر سے کتنی ڈرتی
 ہوئی ہو اب یہ سب قسمت کی بات ہے۔

اب تم میری وہی دو اہلیں تمہاری کوئی آج نے نہیں
 روں گے

ٹویہ نے کہا واقعی راہ وہی بات!

دو مجھ سے اتفاق کر گئیں جس میں اپنے BUN میں تھا
 نہیں تھیں۔ سب وہ صبح اتر جائے۔ میرے ہر کچے مر جائے اس
 کے بغیر میں سارا دن اس طرح گزارتی تھیں وہ صبح سے
 مجھ سے دور ہو۔

میں صبح سے شام کا انتظار کرتی۔ اب شام ہو۔ عامر
 نے ہم بند کر دیا میری باتیں کریں۔

ہر روز اسی طرح ہو کہ ہے جینی میں سارا دن

ٹویہ نے کہا راہ تم سنا چاہتی ہو۔ تو سنا راہ! وہ
 ابھی آپ لوگ میری نہیں آئے تھے۔ کافی عرصہ کی بات
 ہے! میری چھوڑ گئی رہتی تھی۔

ان کے روز کے سہیل اور عامر! یہ سنا رہے اور
 لائق تھی قسم کے لڑکے تھے۔

یہ وہاں سہیل جس کے ساتھ میری مشق چھین سے
 ہوئی تھی۔ میری چھوڑ! میرے ساتھ بہت یاد کرتی تھی۔

ایک دن فون آیا پھر پھر آ رہی ہیں۔ دوسرے دن اب
 سٹیشن پر چھوڑ کر پلٹ گئے ٹویہ نے کہیں!

بپ اب وہاں آئے تو اکیلے تھے۔ چھوڑ ساتھ نہ
 تھیں ہم نے کہا اب چھوڑ گئی ہیں۔

اب نے کہا میں اس نے تمام گاڑی دیکھ ڈالی۔ مگر
 تمہاری چھوڑ نہیں نظر نہیں آئیں۔

اس طرح ہر کوئی یہ ہیں ہو گیا۔ شام ہو کہ کتنی۔
 فون کی نہیں ہوئی۔

میں نے فون اٹھایا!

فون پر میرے چھوڑ تھے۔ انہوں نے کہا میں اپنے ابو کو بلاؤ۔
 میں نے ابو کو توڑ دی۔

ابو آئے!

پھر چائے دیا کل رات سہیل اپنی اہلی کو سٹیشن
 چھوڑنے آ رہا تھا۔ معلوم ہوا کہ ان پر فائرنگ کر دی۔

جس سے سہیل کی حالت بہت خراب ہے۔ آپ
 لوگ فوراً آجائے۔

ابو نے کہا ہم لوگ ابھی آ رہے ہیں۔

ابو نے فون کو تیار تو ابھی ابو جانے کے لئے ابھی تیار ہو
 ہی رہے تھے۔ دوسرے ہی لمحے فون آیا۔ سہیل ہمیں چھوڑ

کر اس دنیا سے چلا گیا۔

یہ خبر سننے ہی میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔
 اسی ابو تو اس وقت چلے گئے۔ لیکن ذمہ تو میرے لئے تھا!

گفتگو کے لئے رستہ کی۔ میں نے فوراً کہا۔ غاصبہ! اس کا کہنا ہے
 حرم کے۔ غاصبہ! اس کا کہنا ہے۔

پھر وہاں گئے۔ مگر ناصر کے دفتر پہنچے تو دیکھا کہ وہاں پر ایک اور شخص بھی بیٹھا ہے۔ وہ بھی ایک اور شخص کی خدمت کر رہا ہے۔

آج بھرات کا وہ دن تھا۔ عمار کی باری تھی۔ بھرات نے رات بھر ایک دو سوئٹ کے بغیر نہیں گزارنے کو اپنے آپ کو روکا۔ عمار نے گھڑی کی طرف دیکھا۔ بجھا۔ اونچی آواز میں کہنے لگا:

بار بڑا ٹائم: جو مباح ہے۔ میں نے وہاں پہنچا ہے۔ میں نے بڑی ضد کی مگر میں بھی ہمارے ساتھ جاؤں گی!

توبہ پاگل ہو گئی۔۔۔ رات بھر ہسپتال میں اس طرف
گزر رہی تھی۔ میں اٹھ کر کہہ جاؤں تو اس نے پاس سے بوٹے
لیے۔

میں نے بڑی خد کی ماسٹر کئے اٹا۔ پلیز فرم: میر۔ فیبر۔
صرف ایک رات صرف ایک رات۔

ہمارے شادی کے پہلا دن تھا۔ ہم ایک دوسرے کے
بغیر رہتے تھے۔

کہا کرتے تھے۔ ہمارے دونوں ساتھیوں نے کہا کہ ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ہمیں اپنے آپ کو بہتر بنانا ہے۔ ہمیں اپنے آپ کو بہتر بنانا ہے۔ ہمیں اپنے آپ کو بہتر بنانا ہے۔

مکروہ، بدو سا، اذلی شائستہ کرتے ہوئے۔ ایک نثر
بات کہ رہا تھا۔

نوبت پہنچ میرے بغیر صرف ایک رات ایک بات کی
نوبت!

اسی طرح، دوز سائنچل دور دھواں بیرونی: دینی
میری نظروں نے او: نخل: دگنی۔

میں اپنے کمرے میں اٹھتی۔ لیکن بے چینی ہے۔

مگندہ راء۔ یہاں غلبہ رحیم بار خائن سے فون : فون : آ۔ توجہ :-
 ذکر ہمیں مل جاؤ۔

مگر نامبروت بغیر ایک ورنہ ایک سنت بھی نہیں
سکتا تھا۔ اسے یہود کے لئے کو میرا حق دل نہیں کرنا تھا۔

اسی طرح چہا گزر گئے۔ اور امید ہے بدلتی سب کو چلا
 بہت خوش ہوئے۔ ماسٹر کی ٹوٹی کی کوئی اصلاح نہ تھی۔

وہ پہلے سے بھی زیادہ سہرا خلیل رکھنے لگا۔ میں اپنے آپ کو اس طرح محسوس کرتی تھی جیسے انہوں نے کوئی حور از کوثر بنائی ہوں!

آجی دو راہی گزرتے تھے۔ ایک دن اچانک فرس
 سے میرا ہواں بھل گیا۔ بس گزرتی جس سے مجھے ہوش پر نہیں
 نہیں اور میں بار نہیں دیتی۔ جس سے مجھے بہت افسوس
 ہوا۔ میں حاضر کو جانے سے بھول کر دیکھ سکی۔

مگر عامر نے اپنا دوسلہ بند رکھا۔ میری انہی خندست کی۔ اس نے مجھے پتلیوں کی طرح رکھا۔ مجھے یہی کہنا پڑا۔ پھر لپٹا۔ دلہا۔ اللہ کی مرضی اسی میں تھیں۔ افس نہیں اور دے گا۔

نہیں جو بیچو گا وہ دنیا بدلتا ہے، دنیا جا رہا تھا۔ ماسٹر
مجھے محسوس کرتا ہے، وہ نہ دیتا۔ کچھ خفوں بعد میں ٹھک: دوکے۔

بھرا۔ ایک دن دشمن بار خن سے فوج لایا۔ انی نے کہا کہ
 ٹوڑے فوج اور عام کچھو فوجوں کے لئے میں اسلحہ۔

میں اور خاں محمد جمیل خان آگئے۔ ہندو رہے۔ اسے
محسوس آؤں، جیسے ہم دونوں ایک دوسرے سے دو دو گئے
ہو۔ جو اس میں کو اپنے گھر آزادی ہوئی ہے۔ اچھے اچھے
ہیستہ۔ وہ اللہ بن کے ٹھہر گئے۔

ایک پختہ کے بعد ہم لوگ واپس چلے آئے۔ مخبروں
فہم صبح سے شام ۱۵ نظارہ لڑا۔ کب عام دفتر سے آئے اور

بہنو کر بائیں کریں۔ ایک دن بائوں ہی بائوں میں عامر نے کہا:
 شوہر! اگر ہم دونوں میں سے کوئی مر جائے تو زندگی

واپس آئے گئے۔ اسی ابو بکر محمد اور اہل بیت نے آئے۔

محمدؐ 13، اہل بیتؑ کے لئے اس طرح تھے۔ جسے میں نے پوری زندگی حاکم کے ساتھ گزاری ہو، اب حاکم اب عامری و ملت کو 12 سال ہو گئے۔ مگر عامر کو ایک دن بھی نہیں بھول سکی۔ یہی امید بن حاکم نے آئے گئے ضرور۔ وہ وعدہ کر کے گیا ہے۔

نوبہ کی آنکھوں سے جھم جھم آنسو گرنے لگے۔

میں نے اسے غمزدار۔

نوبہ بانی۔ بنیز آپ روئے نہیں۔ آپ پہلے ہی بیمار

ہیں۔

نوبہ نے کہا۔ معلوم نہیں مجھے کب موت آئے گی۔

اس کے بعد میں اپنے گھر واپس آئی۔ جانیں اس کی بات کو ایک منٹ بھی نہیں بھول پائی۔

اللہ کی قدرت ہے اللہ تعالیٰ انسان کو سکھ بھی دیتا ہے اور دکھ بھی مگر اس نے انسان کو اتنا حوصلہ دیا ہے کہ وہ ہر دکھ کو دوامت کو لیتا ہے۔

میں نہیں انہا کوئی گی کہ اس دنیا میں کوئی بھی شخص منحوس نہیں ہو۔ ہر بات نصیب و مختصر ہوئی ہے۔ کسی کا نصیب اچھا اور کسی کا برا۔

میں تو کمزور گی۔ کسی کی بیٹی منحوس ہے۔ اور نہ کسی کا بیٹا منحوس ہے۔ وہ اس دنیا کی زمین جو کہ کسی کے دکھ کو نہیں سمجھتی۔ اگر سمجھتی ہے نوبہ دنیا صرف اپنے ہی خلاق!

میرے نزدیک اس دنیا کا ہر انسان وہ ہے جو کہ سب کے دکھوں کو اپنی جھولی میں سمیٹ لے اور اپنی خوشیاں دوسروں کو پھیلو کر دے۔

نوبہ بانی کو کبھی عامر بھلائی۔ اے مجھنی نہیں ہیں اس دنیا کا سنا رہے۔



نئی ہے۔ چند دن پہلے دل کو دو تالبا ہے۔ ہمزو لینی نوخند بھی آئے۔

سبھ نہ آئے ہیں کیا کہوں۔ کبھی کرے ت باہر انہاؤں۔ کبھی کرے میں جاؤں آدمی دلت بھی نہیں گند دی تھی۔

اچانک خون کی تل دوئی میں نے بھاگ کر فون پکڑا۔ سو چا عامر کا فون ہو گئے مگر کسی دوسرے شخص کا فون تھا۔ اس نے کہا۔

یہ عامر کا گھر ہے۔ میں نے کہا ہاں عامر کا گھر ہے۔

کیوں؟

اس نے کہا عامر کا اسکینڈل: دو گیا ہے۔ اس کے دل پر چرٹ لگنے سے وہ انتقال کر گیا ہے۔ یہ لفظ سننے پر ہمزو جھنجھلائی!

پھر پھر وہ پھر پھر اپنے کرے سے بھاگ کر آئے۔ مجھے کچھ ہوش ہی نہ رہا۔ پھر پھر پھر پھر پھر۔ اس آدمی سے بات کی۔ دوسرے دن صبح 5 بجے لاش گھر آئی۔ میرا دل اس طرح تھلا جیسے پھٹ جائے گا۔

ابھی عامر کی لاش میرے سامنے پڑی تھی۔ میری پھر پھر نے کتنا شرم کر دیا۔

یہ نوبہ ہی منحوس: میرے دونوں بیٹوں کو قتل کی۔

اس دن میری بہ حالت تھی۔ میں بھی عامر کے ساتھ حجازوں گی۔ مگر مجھے موت کمان: اسی طرح دن گندے گئے عامر میرے ساتھ ایک رات کا وعدہ کر کے نہ لوٹا اس کے بغیر میرے دن قیامت کے دن گندے۔

عامر کا چشم تھا۔ میرے اسی ابو بھی آئے۔ دوسرے دن میری بھو بھوئے ابو سے کہا۔

اس منحوس کو میرے گھر سے لے جاؤ۔ اس کے لئے میرے گھر میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ مجھے اس دفت بھی پکی انتظار تھا۔ عامر ایک۔ دلت کلوز ہو کر کے کہا ہے۔ وہ ضرور



جناب عرض ہے

بارہ عورتیں بارہ کہانیاں



دکھی مرد و خواتین کی سچی آرزو یہاں شائع کرنے والا پہلا انگریزی

مفت ایڈیشن ہے۔ یہ کتاب صرف 103 روپے میں دستیاب ہے۔



وہ مرد و خواتین جو اپنی یا اپنے ارد گرد کی سچی
اجہوتی معاشرتی آب و ہوا سے آپ لوگوں
تک پہنچانا چاہتے ہیں یا جسے آپ زبان پر
نہیں لاسکتے یا کسی سے کہہ نہیں سکتے یا آپ
لکھنے کا شوق رکھتے ہیں پر لکھ نہیں پا رہے یا
آپ دوسرے رسائل و ذرائع سے لگ
آچکے ہیں، وہ پریشان نہ ہوں اب انتظار کی
کمزوریاں ختم کیونکہ اب "بارہ عورتیں بارہ
کہانیاں" کے صفحات آپ کی تحریروں کے
شکر ہیں۔

آپ اپنی تحریر کو محفوظ اور ایک صفحہ پر لکھیں تاکہ یہ سچے سچے آسانی رہے۔ شکر

اس میگزین میں آپ مختصر واقعات اپنی ذاتی کے قیمتی اوراق و بیانات
پسندیدہ اشعار، نظمیں، نظمیں، اقوال، زریں ٹوکے اور بیوی بیٹے بھی شائع کروا سکتے ہیں

صرف 10 روپے میں ہی تحریر اپنی کے مفت ایڈیشن کی کتاب آپ سچی شائع کروا سکتے ہیں

راہنہ و خط و کتابت کے لیے - بارہ عورتیں بارہ کہانیاں - 29 جلال الدین بلوچ چوک اردو
بازار لاہور۔ سو پائل نمبر 0314-4008530

تیرا دیس چھوڑ چلے

کچھ..... رانا جی

میاں ملک جہاد سے کہا کہ وہ دوسری شادی کر لیں
شاید ان کی یہ خواہش خدا پوری کر دے۔ مگر ملک
جہاد نے دوسری شادی کرنے سے صاف انکار کر دیا۔
وہ کہتے تھے اگر خدا نے بیٹے سے نوازنا ہوتا تو اسی
ہوئی سے نواز دیتا۔ جب خدا کو منظور ہی نہیں تو ہم
کہا کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ آمنت بیگم پر سوکن
اور فری پر سوتلی ماں کا سایہ تک نہیں پڑنا دیتا چاہتے
تھے۔ اور اب نو بے بھی وہ عمر کے اس حصے میں پہنچ
چکے تھے۔ کہ جب انسان بوڑھا کملانے لگتا ہے۔
اب توکل کا نکتہ فری ہی تھی۔

ملک جہاد شر کے ایک بڑے بڑس میں تھے۔
اور اس میں فیروز کا برابر کا حصہ تھا۔ کیونکہ ملک جہاد
اور ملک فیروز دونوں مل کر شراکت میں کاوہیا کرتے
تھے۔ اور فیروز کے والدین فوت ہو چکے تھے۔ اس
لیئے والدین کی وفات کے بعد وہ اپنے باپ کی جائیداد
کا اکلنا وارث تھا۔

فیروز ایف ایس سی سال دوم میں پڑھ رہا تھا۔
جبکہ فری فرسٹ ایئر میں تھی۔ فیروز ہر کلاس میں
فرسٹ پوزیشن میں پاس ہونا چلا آ رہا تھا۔ اور ہر
کلاس میں فرسٹ پرائز لیتا تھا۔ اس کی ذہانت کا سب
سٹوڈنٹس اعتراف کرتے تھے۔

فیروز سات سال کی عمر میں والدین جیسے عظیم
دشمنوں سے محروم ہو گیا۔ اس کے والدین ڈاولپنڈی
شادی میں شریک کی غرض سے جا رہے تھے۔ کہ
واستے میں ان کی گاڑی ایک ٹرک سے ٹکرائی اور
وہ موقعہ پر ہی ہلاک ہو گئے۔

فیروز کے والدین کی وفات کے بعد فیروز کے
انکل جہاد اسے اپنے گھر لے آئے۔ اور اس کی باپ
بن کر پرورش شروع کر دی۔ اور اسے باپ کی کی کا
احساس تک نہ ہونے دیا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ یہاں پر
سرسر و شادیاں تمام سب سے بڑھ کر فری کی قرمت
میں وہ غموں اور دیشاندوں کا تصور بھی نہیں کر سکتا
تھا۔ جسکو وہ زندگی سے بڑھ کر چاہتا تھا۔ فری اس
کی کزن تھی۔ اور والدین کی اکلونی لازمی بیٹی تھی۔
اور اسی سے ان کی تمام امیدیں وابستہ تھیں۔ وہ
فری کو اس قدر چاہتے تھے کہ اس کے منہ سے نکلی
ہوئی ہر بات ہل بھر میں پوری کر دی جاتی۔ فری بھی
والدین کا سب سے احترام کرتی تھی۔

ملک جہاد اور آمنت بیگم کی خواہش تھی کہ اللہ
تعالیٰ انھیں زینہ اولاد سے نوازے مگر لاکھ علاج
معالجے اور نعوذ گنڈوں کے باوجود ان کی خواہش
پوری نہ ہو سکی تھی۔ آمنت بیگم نے سبھی باو اپنے



اس کا خیال تھا کہ فیروز نچرز کو رشوت دیکر ماد کس
بڑھا لیتا ہے۔ اور خواجہوا اپنی ذہانت کا رعب
دوسروں پر ڈال رہتا ہے۔ لیکن میٹرک کے آگزام
میں اسے دلی طور پر اس کی ذہانت کا اعتراف کرنا پڑا

فری نے ہر کلاس میں ہر ممکن کوشش کی۔ کہ
وہ کسی طرح کسی کلاس میں تو فیروز سے زیادہ ماد کس
لے کر اس کے دیکار کو توڑ دے۔ مگر دن رات کی
محنت کے باوجود وہ اس تدریس مار کس حاصل نہ کر پاتی۔

ماہ۔ فیبروری 2014ء 105۔ ستمبر 2014ء

وراصل وہ جان بوجھ کر اسے ستا جاتا تھی۔

”یہ دیکھو“ انھیں سکول کر رہے آج کا اخبار ہے۔ یہ میری تصویر لگی ہے جس کے نیچے لکھا ہوا ہے کہ گورنمنٹ ہائی سکول نمبر 2 کے فیوز نے میٹرک میں سب سے زیادہ مارکس لے کر پہلی پوزیشن حاصل کی ہے۔“ فیوز نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے پڑھا۔

”فیوز کے بچے! تم نے تو کمال کر دیا۔ میں تو سمجھتی تھی کہ تم میٹرک کے بورڈ کے انگرام میں اپنی سہانہ پرکار منس کھو د گے۔ مگر تم نے میری سوچ کے برعکس اپنے سہانہ ریکارڈ کو بھی برقرار رکھا۔ بلکہ اس بار تو تم نے پہلے سے بھی زیادہ مارکس حاصل کئے ہیں۔ خیر تم ابھی پرکار منس میں رہے مگر میرے نزدیک کوئی بی بی بات نہیں۔ اگلے سال میرا بھی میٹرک کا انگرام ہے بھروسہ کیا تم سے زیادہ مارکس نہ لوں تو میرا نام بدل دتا“ فری نے فیوز کو چیلنج کرتے ہوئے حکیر بے میں کہا۔

”یہ منہ اور مسور کی وال۔۔۔!“ یہ کہہ کر فیوز کمرے سے تقریباً بھاگتا ہوا باہر نکل گیا کیونکہ فری اسے مارنے کو روک رہی تھی۔

فری کی رونوں سے فیوز کے پیچھے پڑی ہوئی تھی کہ وہ میٹرک میں امتیازی پوزیشن میں کامیابی کی خوشی میں اسے کوئی خوبصورت گفٹ دے۔ جبکہ فیوز ابھی سوچ رہا تھا کہ گفٹ میں اسے کیا چیز دے۔ کئی روز تک فیوز اسی مکملش اور تذبذب میں جھا رہا۔ آخر اسے ایک چیز پسند آئی تھی۔

اس نے صرف باڈا سے ایک خوبصورت

تھا۔ کیونکہ یہ بورڈ کا انگرام تھا۔ اور یہاں رشوت سے کام چلانے کے بہت کم چالس تھے۔

میٹرک میں فیوز نے پورے سکول میں پہلی پوزیشن حاصل کی تھی۔ بہترین کارکردگی پر تمام استاد نے اسے خصوصی طور پر سہار کبادی تھی۔ سکول ہیڈ ماسٹر صاحب نے فیوز کو سکول کا ڈین و فٹین طالب علم قرار دیا تھا۔ اور اس خوشی میں ہیڈ ماسٹر صاحب نے اسے طلاستہ اقبال کی تصانیف کے ساتھ اعزاز دی تھیں سے بھی نوازا تھا جو قسمت والوں کو ہی ملتا ہے۔

اس دن جب وہ خوش خوشی مگرتا تو وہ مگر میں آتے ہی زور زور سے فری کو پکارنے لگا۔ اس سے یہ بے باباں خوشی قلم میں نہیں آ رہی تھی۔ یہی مشکل سے فری اسے کمرے میں مل گئی۔ اس نے اسے بازوؤں سے پکڑ کر اسے اپنے گرد کئی پکڑ دے ڈالے۔

”فیوز۔۔۔ یہ کیا بد تمیزی ہے۔“ فری نے چلا کر کہا۔

”فری آج میں بہت خوش ہوں۔ جی کرتا ہے ہواؤں میں اڑنا چھوڑ۔“

”مگر ایسی بھی کیا خوشی ہے“ فری نے فیوز کی بات کاٹنے ہوئے کہا۔

”اس لئے کہ میں پورے سکول میں میٹرک میں سب سے زیادہ مارکس لیے ہیں۔“ فیوز نے فخر سے سنسن میں کہا۔

”مگر ان کا کیا ثبوت ہے کہ تم فرسٹ آئے ہو“ فری کو اس کی بات پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

انگوٹھی خریدی۔ جس میں کئی رنگ کے خوبصورت کینے چڑے ہوئے تھے۔ اور گینوں سے یکے بعد دیگرے کئی رنگ آشکار ہوئے تھے۔ انگوٹھی پیک کر اسنے کے بعد وہ اسے گھر لے آیا۔ فری اپنے کمرے میں کسی کتاب کا مطالعہ کر رہی تھی۔ اچانک اپنے کمرے میں قدموں کی چاپ سن کر چونک گئی۔ نظریں اٹھا کر دیکھا تو سامنے فیروز ہونٹوں پر مسکان سجائے بیڑی محنت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"آئیے آئیے فیروز کمرے کیوں ہو بیٹھنا۔" فری نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور فری کی چٹکشی پر وہ مسکراتا ہوا صوفے پر بیٹھ گیا۔ کچھ لمحے کمرے میں گھبراہٹ رہا پھر اس سکوت کو فری نے ہی توڑا۔

"آج جناب ضرورت سے زیادہ ہی خوش نظر آ رہے ہیں" فری نے کتاب بھیل پر پختے ہوئے کہا۔

"شاید تم سمجھ سکتی ہو" فیروز نے کہا۔

"اچھا تو ہاتھ میں کیا چیز رہا رکھی ہے؟" وہ براؤن کھراٹھا سائیکٹ جو فیروز نے اپنے تئیں فری سے چھپا رکھا تھا۔ مگر فری نے دیکھ لیا تھا۔

"یہ... یہ آپ کی امانت ہے میری طرف سے حقیر سا گفٹ! فری کے پیکٹ دیکھ لینے پر وہ کچھ ذرا مت ہی محسوس کرنے لگا تھا۔ شاید وہ کسی اور مناسب موقع پر وہ گفٹ دینا چاہتا تھا۔"

"اوجھڑا ہاتھ کو؟" فیروز نے کہا اور فری نے فوراً "ہاتھ آگے پھرا دیا۔ فیروز نے اس کا نرم دلائم ہاتھ پکڑ لیا۔ دوسرے ہاتھ سے ذیبا کھولی۔ اور جم جم کرتی انگوٹھی باہر نکال لی۔ گینوں کی شعاعیں فری کے چہرے پر پڑ رہی تھیں۔ فیروز نے فری کی غوطی

"جن کی فستیں بچپن میں ملے ہو جائیں ان کی بار بار چھٹی نہیں ہوا کرتی۔ ویسے تم اسے کوئی سا بھی نام دے سکتی ہو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں" فیروز نے متانت سے کہا۔ اس سے پہلے کہ فری اس کی بات ٹھہرنا شروع کرے۔ اتنی آواز کمرے میں آؤ چٹکیں اور ان کی اچھی بھلی باتوں کا ستیا ناس کر دیا۔

فری دن رات کتابوں کے مطالعے میں محو نظر آتی۔ وہ ہر حال میں فیروز سے زیادہ مارکس لے کر اس کا میزنگ کارڈ کارڈ توڑنا چاہتی تھی۔ یوں تو وہ ہر کلاس میں خوب محنت کرتی تھی۔ مگر دن رات کی محنت اور مطالعے کے باوجود وہ بیڑی مشکل سے دوسری پوزیشن حاصل کر پاتی تھی۔ جبکہ فیروز تو پورے سکول میں ٹاپ کرتا تھا۔

فری جس انداز میں اس مرتبہ انعام کی تیاری کر رہی تھی۔ اسے پوری امید تھی۔ کہ اس مرتبہ وہ فیروز کا ریکارڈ توڑنے میں ضرور کامیاب ہو جائے گی اس لئے اس نے غیر فنانسیل پروگرام میں سر رکھے تھے۔ وہ ہر ہفتے بازار شاہنگ کرنے ضرور جاتی تھی مگر اب تو اسے شاہنگ کئے ہوئے بھی کئی ہفتے گزر چکے تھے۔ اور اس نے فریڈ سے بھی ملنا جانا ترک کر رکھا تھا۔

سے کامیابی سے ہٹتا رہتی ہو۔ پھر یہ اداسی، بے چینی اور پریشانی کسی؟ میں مجھے خدا قسم ہے کہ تم میرے بیٹے، مادکس نہ لے سکیں۔ اور میرا ریکارڈ نوٹس میں ناکام رہی۔ خیر چھوڑیے! چھوٹی چھوٹی باتوں پر دل برداشتہ نہیں ہوا جانا۔ ہو سکتا ہے تم اگلی بار مجھ سے بھی زیادہ مادکس لے لو۔ اور اب غصہ تھوڑا کم اور پاس ہونے کی خوشی میں منہ بٹھا کر آؤ۔“ فیروز نے دائیں ہاتھ سے اس کے ہتھکے ہوئے سر کو اوپر اٹھاتے ہوئے کہا۔ مگر اس کے باوجود اس حواس پر چھائی رہی۔ شاید اس نے ابھی تک غصے اور شرمندگی کے غبار کو نہیں نکالا تھا۔

”اے محترمہ! اب غصہ خفک بھی دو۔ یہ ٹھیک ہوا چہو مجھے ایک آنکھ نہیں بھادو۔ ایسے لگ دیا ہے جیسے خواب سے ہوا نکل گئی ہو۔“ اور فیروز کی بات اپنا کام کر گئی۔ فری کے ہونٹوں پر تبسم کھینچ لگا۔

”شکر ہے۔ کھڑوٹا درد۔۔۔“

”تم خوشباں مساتے اور مجھ پر طنز کرتے، نسنر لگاتے۔“ فری، فیروز کی بات کانٹے ہوئے پر طیش لیجے میں بولی۔ اس کی آنکھوں میں نمی غمزدی تھی۔

”فری، نام ہوئی میں تو ہو۔ یہ ایک دم تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ اس خوشی کے موقع پر تم۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے فری۔ اگر میری وجہ سے تمہیں کوئی دکھ پہنچا ہے تو مجھے معاف کر دو۔ میں آئندہ ایسی باتیں نہیں کروں گا۔“ فیروز نے بڑی عاجزی و انکساری سے کہا۔

”اے فیروز تم فو دانی سرپس ہو گئے۔“

فیروز اب سکول کی فضا سے نکل کر کالج کے ماحول میں رچ بس گیا تھا۔ وہ اب اس ہی کے سال اول میں تھا۔ اور حسب معمول انعام کی بھرپور تبادلی کر رہا تھا۔

فری انعام سے فارغ ہو چکی تھی۔ اور رزلٹ آنٹ ہونے کا بے چینی سے انتظار کر رہی تھی۔ اور ساتھ ہی ساتھ خدا سے فیروز کا ریکارڈ نوٹس کی دعا میں بھی مانگی رہتی تھی۔ مگر شاید اس کی دعائیں قبول نہ ہو سکیں۔ رزلٹ آتا تو وہ فیروز بیٹے، مادکس لینے میں بری طرح ناکام رہی تھی۔ وہ کلاس میں دوسرے نمبر رہی تھی۔

فری جب گزرت سے اپنے مادکس دیکھ کر گھر لوٹی تو وہ کچھ مذہمال اور کچھ شرمندہ شرمندہ سی تھی۔ فیروز چونکہ گزرت پر اس کے مارکس دیکھ چکا تھا۔ اس لئے وہ اس کے پیچھے پیچھے اور نکلے ہوئے چہرے کو دیکھ کر بات کی تہ تک پہنچ گیا۔

فری آج کے دن فیروز کے سامنے نہیں آتا چاہتی تھی مگر ایسا ممکن نہ تھا۔ ایک ہی گھر اور ایک صحن میں رہتے ہوئے ایک دوسرے سے سامنا نہ ہو بہ ممکن نہ تھا۔ اور فیروز تو گزرت سے روئے اٹھاؤنے والا تھا۔ فری نے اپنے آپ کو متعین کر لیا تھا۔ اور کمرے میں فیروز کے نہ آنے کی دعائیں مانگتی رہی۔ مگر ابھی اسے اپنے کمرے میں آئے کچھ دیر گزری تھی کہ فیروز بھی وہیں آدھکا۔ اور اسے دیکھ کر اس کی جہیں عرق آلود ہو گئی۔ وہ آتے ہی گویا ہوا۔

اے محترمہ ہمارے چہرے پر بارہ کیوں بج رہے ہیں۔ خدا کے فضل سے تم اتنے غامض نہیں

”بے آئی کم ان فیروز؟“ دروازے پر فری کی آواز سن کر فیروز چونک گیا۔ جانے وہ کن خیالوں کی بھول چلیں میں کھویا ہوا تھا۔ اور خیالات کی اس لڑی کا ٹوٹنا اس پر باگوار مگر رات تھا۔ وہ اس وقت کسی کی مداحیت نہیں چاہتا تھا۔

”نہ۔“ فیروز نے مسامت سے کہا۔
 ”لیکن میں آ رہی ہوں“ یہ کہہ کر وہ جھڑی سے اندر گھس آئی۔
 ”اگر تمہیں آنا ہی تھا تو پھر اجازت لینے کی کیا ضرورت تھی۔ فیروز نے غلطی سے کہا۔“

”ٹھیک ہے میں چلتی ہوں آئندہ نمبر سے کمرے میں قدم نہیں رکھوں گی“ فری نے فیروز کو ناراض دیکھا تو جانے کے لئے چل دی۔ فیروز کو فری کا ناراض ہونا بھی گوارا نہ تھا۔

”ادھر تم تو ناراض ہو گئیں ارے بابا میں تو مذاق کر رہا تھا آئی ایم ویری سو ری!“ یہ کہہ کر فیروز نے اسے کندھوں سے پکڑ کر زبردستی صوفے پر بٹھا دیا۔ اور فری فیروز کی اس خوبصورت حرکت پر کھٹکلا کر ہنس پڑی۔

”آپ مجھے گفت سے نوازنے آئی ہیں؟“
 ”کی ہاں!“

”تو لاؤ نا.... دیر کس بات کی ہے“
 ”یہ لیجئے“ فری نے پتیلی پر لاکٹ رکھ کر ہاتھ آگے بڑھا دیا۔

”ارے ایسے نہیں“ یہ لاکٹ تم خود میرے گلے میں پٹاؤ گی“ فیروز نے پکلتے ہوئے کہا۔

”نو پراہم ہم خود ہی پٹا دیتے ہیں۔“ فری

فری نے قسم لگاتے ہوئے کہا۔ ”میں نے تو تمہیں سنا ہے کہ لے یہ ٹاٹک کیا ہے۔ کون بدبخت اس خوشی کے موقع پر ناخوش ہو سکتا ہے۔“ فری نے فیروز کے حیرت زدہ چہرے پر نظرس کاڑتے ہوئے کہا۔

”اچھا چھوڑیے اس فضول بحث کو اب بناؤ تم اس خوشی میں کون سا تھک لیتا ہے کہو گے۔“
 ”پہلے وعدہ کرو تم کہ جو باتوں کا تم دو گی۔“
 ”ٹھیک ہے بشرطیکہ وہ چیز میری دسترس میں ہو۔“

”تم اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دو۔“
 ”دیکھو فیروز! اس وقت مذاق کا بالکل سوز نہیں۔ یہ پس بناؤ۔“ فری سنجیدہ ہو گئی۔
 ”دیکھو فری خدا کی قسم میں نے یہ مذاق نہیں کیا۔“ اس نے مصمبہ لہجے میں کہا۔

”تم باز نہیں آؤ گے۔ ہر وقت مذاق، اگر گفت نہیں لیتا تو نہ لیجئے۔“ اس نے غلطی سے کہا اور جانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

”ارے ارے تم کہاں چلیں۔ بیٹھو تو سہی۔“
 اور فیروز نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے صوفے پر بٹھا دیا۔ کچھ ساتتیس سکوت کی نذر ہو گئیں۔ پھر اس سکوت کو فیروز نے ہی توڑا۔

.... ”فری! میں نے کہا تو وہ بھی ٹھیک تھا۔ تم اسے مذاق سمجھو تو تمہاری مرضی۔ تم جو چاہو گفت کر سکتی ہو۔ مجھے منظور ہو گا۔“ اور وہ وہاں سے اٹھ آیا۔

فری نے فیروز کے لئے ایک خوبصورت لاکٹ خرید اور گھر لے آئی۔

جہاں دونوں مل کر مریضوں کا علاج کیا کریں گے۔ لیکن بعض اوقات انسان اپنے تو بڑے خند اور حسین دیکھتا ہے۔ مگر ان کی تعبیر اتنی بھانک اور پر اذیت ہوتی ہے۔ کہ انسان کی روح تک ڈھکی ہو جاتی ہے۔ اپنے تو شاید صرف آنکھیں میں سجائے کیلئے ہوتے ہیں۔

”دیکھو فری! زندگی میں ناکامیاں اور کامیابیاں تو آتی رہتی ہیں۔ بلکہ ناکامی تو کامیابی کا فریبہ ہے۔ اگر انسان ناکامی سے دل برداشتہ ہو کر اپنا مستقبل راؤ پر لگا دے تو بے کماں کی شکل مندی ہے؟ ضمیمہ تو انسان کو بس سی ناکامیوں اور محرومیوں سے نجات دلاتی ہے۔ کوئی وقت ابنا بھی آتا ہے۔ جب سب لوگ اس سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں اور اس نازک موز پر تعلیم ہی انسان کا سانچہ رہتی ہے۔ خدا را تم اپنا فیصلہ واپس لے لو۔ ایک بار پھر پوری تگن سے امتحان کی تیاری کرو انشاء اللہ کامیابی تمہارے قدم چومے گی“ فیروز فری سے ہر کوشش سے اس کا فیصلہ بدلوانا چاہتا تھا۔ اس لیے وہ مختلف دلائل سے تعلیم کی اہمیت بنا کر اسے تعلیم کی طرف راغب کرنا چاہتا تھا۔ کچھ دیر فری خاموش رہی پھر دھڑک دھڑک کر کہنے لگی۔

”فیروز! میں تمہاری باتوں کی دل سے قدر کرتی ہوں۔ اور اس کا اعتراف بھی کرتی ہوں کہ تعلیم کے بغیر انسان ارحور ہے۔ لیکن میرے خیال میں میں نے اپنی تعلیم حاصل کر لی ہے کہ میں معاشرے میں سینہ تان کر چل سکتی ہوں۔ ویسے بھی عورتوں کیلئے اتنی تعلیم کافی ہوتی ہے“ فری نے

نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا اور لاکٹ فیروز کے گلے میں ڈالنے لگی۔ لاکٹ فیروز کے گلے میں پتا کر وہ دبدباد صوفے پر بیٹھ گئی۔

”یقیناً کو فری! تم نے میری بات مان کر میری روح تک کو سرشار کر دیا ہے۔“ فیروز نے مغلوب ہوتے ہوئے کہا۔

رقت کا چمچھی محو پرواز رہا۔ اور دو سال کا عرصہ انہی شراروں میں ٹپک جھپکتے میں گزر گیا۔ اس عرصہ کے آخری ایام میں ایک اہم واقعہ ہوا جس کا فیروز کو دلی طور پر دکھ ہوا۔ فری دانا رات کی محنت اور کوشش کے باوجود رتبہ ایس سی کا امتحان پاس نہ کر سکی تھی۔ جو نہ صرف فیروز بلکہ پورے گھرانوں کی سوچ کے برعکس تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ہر امتحان میں ایسے مارکس لینے والی فری ناکام بھی ہو سکتی ہے۔ فیروز چاہتے ہوئے بھی اس کی وجہ نہ پوچھ سکا۔ وہ فری کو شرمندہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ ان دنوں اس کے سامنے آنے سے بھی گریز کر رہا تھا۔ تاکہ فری اس کے سامنے شرمندہ نہ ہو۔ مگر اس دن وہ اس سے نہ صرف ملنے بلکہ اس سے بست کچھ پوچھنے پر بھی تیار ہو گیا تھا۔ یہ خبر اس کے لئے انسانی حیرت اور پریشان کن تھی۔ فری نے مزید آگے بڑھنے سے صاف انکار کر دیا تھا۔

فری کا تعلیم کو خیر یاد کر رہنے کے فیصلے پر فیروز بہت رنجیدہ تھا۔ وہ اکثر سوچتا رہتا تھا کہ ایس سی کے بعد وہ فری کو مزید پیکل میں داخلہ دوائے گا۔ اور اپنے سانچہ اسے بھی ڈاکٹر بنائے گا۔ اور پھر شادی کے بعد ایک خوبصورت کلینک بنائیں گے۔

یراندہ ہو سکتی۔ اب شادی کے بعد وہ اسے بھرپور یاد دے سکتی تھی۔ پھر بچے ہو گئے۔ ان کی تعلیم و تربیت اور دیکھ بھال بھی نوکریاں ہو گئی۔ یوں وہ ایک ہنس زندگی گزاریں گے۔

انہی سند و سند اور حسین سہنوں کے دوش وہ اڑا رہا تھا۔ وقت سرگنا رہا مگر وہاں اور کی سال بیت گئے۔ فیروز ان دنوں ہاؤس جاب کر رہا تھا۔ اور مقرب اپنا کلبک کھولنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اس دوران فری اپنی فرینڈز کے ساتھ ٹگ کے بست سے مقامات کی سیر کر چکی تھی۔ اور خود کو مصروف رکھا تھا۔

اب فیروز فری کو جلد از جلد اپنی دلہن کے دوپ میں دیکھنا چاہتا تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا۔ کہ کلبک بنانے کے فوراً بعد ہی وہ انکل اور آئی سے فری سے اپنی شادی کا مطالبہ کر دے گا۔

ایک دن جب وہ ہاسٹل سے واپس گھر لوٹا تو گھر سے ایک اسٹارٹ اور خوش شکل فوجیوں دو سر رسیدہ مواد خانوں کو جاتے دیکھا۔ اگرچہ انکل اور آئی سے ایسے ملنے والے آنے دیتے تھے۔ مگر نامعلوم کیوں فیروز کو وہ لوگ کچھ مشکوک سے لگے۔ وہ ان لوگوں کے متعلق جاننے کے لئے فری کے کمرے میں جا دھکا جو اس وقت کسی کتاب کی دونوں گروائی کرنے میں مصروف تھی۔ فیروز کو دیکھ کر وہ مسکرا پڑی اور گویا ہوئی۔ ”آئیے، ہم نو نظریں بچھائے بیٹھے ہیں آپ کیلئے“۔ فری کا غیر متوقع خوشگوار موڈ دیکھ کر وہ چرکے بنانہ وہ سکا۔ ”لگتا ہے آج بہت خوش ہو“ فیروز نے

حالت سے کہا۔

”فری آخر تم مجھے کی کوشش کیوں نہیں کرتی۔ تمہارے لئے یہ تعلیم بہت کم ہے۔ آخر ایسی کون سی مجبوری آئی ہے جو مجھے تعلیم سے متفرق کیجے ہوئے ہے“ فیروز نے قد دے سخت لہجے میں پوچھا۔

”فیروز پلیز! میں مزید آگے نہیں پڑھ سکتی۔ اپنے احساسات و جذبات کا مجھے علم ہے۔ میرا دل اور دماغ مکمل طور پر تعلیم سے باغی ہو چکا ہے۔ میں لاکھ کوشش کے باوجود تعلیم کی طرف توجہ نہیں دے سکتی“۔

”مگر فیروز پلیز! میں کچھ بتانے سے قاصر ہوں۔ نہیں میری قسم ہے۔ اس موضوع پر بات نہ کرو۔ میں کسی صورت میں آگے نہیں پڑھ سکتی مجھے مجبور مت کرو پلیز“ وہ اٹھار کر دی تھی۔

فری کی اٹھادی اور اس کی قسم نے فیروز سے دی کسی قوت گروائی سلب کر لی تھی۔ وہ بہت کچھ کہتا اور پوچھتا چاہتا تھا۔ مگر کچھ نہ کہہ سکا۔ اور بچے دل کے ساتھ اپنے کمرے میں چلا آیا۔ شدت غم سے اسکی آنکھیں بھر آئیں۔ اور وہ کتنی دیر تک بے گھوٹا رہا۔

اسے اپنے سہنوں کا عمل ٹوٹا نظر آ رہا تھا۔ اس نے فری کے ڈاکٹر بننے کے جو سند و سند خواب دیکھے تھے۔ وہ پکٹا چو ہو گئے۔ کئی روز تک وہ اسی غم میں کالج بھی نہ جاسکا تھا۔ اب وہ اکثر سوچتا کہ چلو کوئی بات نہیں۔ کہ فری مزید آگے نہ پڑھ سکی۔ اگر وہ ڈاکٹر بن جاتی تو شاید گھر کے زرداریوں سے عمدہ

مسکراتے ہوئے کہا۔

مغرور کر گئے ہیں۔ اب وہ مجھے زولی میں بٹھا کر میٹھ کیلئے اپنے گھر لے جائیں گے۔ یعنی میں بیاہیں سدا رہا جاؤں گی۔

”فری کیوں مذاق کرتی ہو“ وہ ہونٹوں پر ہلکی مسکراہٹ سجاتے ہوئے بولا۔ وہ فری کی بات کو مذاق سمجھ رہا تھا۔ ایسے پیاروں سے جنہیں سراج حیات سمجھ لیا جائے اسکی پرافتخا ہونے کی توقع بھی نہیں ہونی سگرت۔

”ارے فیروز! وہ حیرانگی سے بولی۔ تم واقعی اتنا زلی ہو۔ یہ دیکھو مٹھنی کی انگوٹھی جو آج خالد نے مجھے اپنی تمام تر چاہنوں کے ساتھ پسائی ہے۔ ابھی رسم مٹھنی ادا ہوئی ہے۔ ایک ماہ بعد رخصتی ہے“ وہ قدرے شرارتے ہوئے بولی۔

”نت۔۔۔ تم سے پوچھتے بنیو۔۔۔ شادی کی تاریخ مغرور کوئی انکل انٹی نے۔۔۔“ وہ اب بھی بے یقینی کا واسطی پکڑے ہوئے تھا۔

”بہ کیسے ہو سکتا ہے۔ می زیدی تو ابھی شادی کیلئے رضا مند نہیں ہو رہے تھے یہ تو میں نے مجبور کیا ہے کیونکہ خالد کی یہی خواہش تھی۔“

”نت۔۔۔ تو گویا شادی نصاریٰ رضا مندی سے ہو رہی ہے۔“

”بالکل! وہ بھرپور مسکراہٹ کے ساتھ بولی خالد میری سویت فریڈ ٹاویڈ کا بھائی ہے۔ خالد اور میں ایک دوسرے کو تین سال سے چاہتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کو جنون کی حد تک چاہتے ہیں۔ اور ہمارے درمیان جینے مرنے کے عدد دیاں ہوئے ہیں۔ فیروز اگر خالد مجھ سے جان بھی مانگے تو خدا قسم اس پر

”ہوں بالکل بہت زیادہ خوش ہوں“ وہ ایک اوز سے بولی۔ اس کا چہرہ خوشی و مسرت سے تھمرا رہا تھا۔ اس وقت فیروز کے دل سے دعا نکلی۔ اے خدا میری فری کو یونہی سدا پر مسرت و شادمان رکھنا

”فری آخر کون سا شخص کا رون کا خزانہ مل گیا ہے۔ جو تم اس قدر ہوازی کے دوش اڑ رہی ہو۔“

”ابھی نہیں جب وقت آئے گا شخص خود معلوم ہو جائے گا۔“

”تو گویا سر اڑو دیتا چاہتی ہو۔“

”پوٹھی سمجھ لیجئے۔“

”اپنا فری میں اس وقت تم سے کچھ پوچھنے آتا ہوں۔“

”پوچھئے“ اس نے اپنی جھمنجی مٹھی آکھیں اس پر گاڑیں۔

”ابھی تھوڑی دیر پہلے جو تین عدد مسلمان یہاں سے شریف لے گئے ہیں وہ کس سلسلے میں یہاں آئے تھے“

”کیوں ان کے آنے پر نصیص کوئی اعتراض ہے۔“

”بہں پوٹھی پوچھ رہا تھا۔“

”وہ مسلمان مجھے تماری شرارتوں سے نجات دلانے آئے تھے۔“

”کیا مطلب“ فیروز ایک دم چونک گیا۔

”مطلب یہ کہ وہ مجھے اس گھر سے سدا کیلئے لے جانے کی تاریخ مقرر کرنے آئے تھے۔ اور تاریخ

میں اس سے کہہ رہا تھا۔
 "فیروز میں نے کچھ کہا ہے" فری چلا رہی
 تھی۔

نم مجھے اپنے مارے دکھ دے دو" وہ بجنبرہ
 تھا۔ اور فری اس کی بات پر یوں مسکرا دی جیسے اس
 نے کوئی انہونی بات کہہ دی ہو۔

"فیروز آج خوشیوں کی بات کرو۔ دکھ تو ہم
 سے کوسوں دور بھاگ گئے ہیں"

"خوشیاں مجھے راس نہیں آئیں" میں اب
 کچھ لے کر کہا کروں گا جی دامان ہی اچھا ہوں" وہ
 کھوئے کھوئے لہجے میں بولا۔

"ہاں باو آبا" یہ ٹھہری انگوٹھی جو تم نے
 مجھے تحفے میں دی تھی۔ خالد دیکھے تو کہیں برا نہ مان
 جائے" وہ دروازے کے بیچ کھڑی تھی۔ اس نے وہیں
 سے کھڑے کھڑے کچج کرانے والے اعزاز میں
 انگوٹھی فیروز کی طرف اچھال دی اور چلی گئی۔
 کوشش کے باوجود فیروز انگوٹھی کچج نہ کر سکا۔ اور
 انگوٹھی پختہ فرسز پر گر گئی۔ انگوٹھی میں جڑے ہوئے
 رنگ برنگے خوبصورت کتبے ٹوٹ کر ادھر ادھر بکھر
 گئے اور فیروز کو ایسا لگا جیسے اس کا دل بھی ٹکڑوں کی
 طرح دیرہ دیرہ ہو کر بکھر گیا ہو۔ وہ بیٹھ کر ٹکڑوں کے
 ٹکڑوں کو سمیٹنے لگا۔ شدت غم سے اس کی آنکھیں
 اشک خوں اگلنے لگیں اور وہ سسک سسک کر رو
 دیا۔

سندی والی رات تھی۔ مگر سمانوں سے کچا
 کچج بھرا ہوا تھا۔ فری کھونٹکٹ میں سبیلوں میں
 کھڑی بیٹھی تھی۔ اور لڑکیاں اس سے پھیز چھا کر

قریان ہو جاؤں گی" فری نے سنجیدگی سے کہا۔ اور
 فیروز کا دماغ پھٹا جا رہا تھا۔

"فیروز ہم نے دوستوں کی طرح اچھا وقت
 گزارا ہے۔ ایک دوست کو دوسرے دوست کی
 جدائی کا دکھ تو ہونا ہے مگر وقت کے ساتھ ساتھ سب
 کچھ ختم ہو جاتا ہے۔"

فیروز کا دل چاہا کہ وہ کہہ دے یہ زخم وقت
 کے ساتھ ساتھ مندمل تو نہیں ہوتے بلکہ وقت کے
 پیسٹوں میں لپٹی ہوئی حسین دھجج بادیں ان ذہنوں
 کو ہر بل سریرتی دہاتی ہیں۔ اور زخم سدا رستہ رچے
 ہیں۔ مگر اس وقت تو اس کے سامنے فری کا خوشی و
 سرت میں چہرہ تھپتا رہا تھا۔ وہ بے حد مسرور تھی۔
 اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی کسی بات سے فری کی
 خوشی راسرب ہو۔ وہ سدا اسے ہنستے مسکراتے اور
 خوش دیکھنا چاہتا تھا۔

"وہ اوسے فیروز غم کہاں کھو مجھے" فری کی
 بات پر اس کے خیالوں کا تسلسل ٹوٹ گیا۔

"وہ... کہیں بھی نہیں" وہ چپکلی مسکراہٹ
 ہونٹوں پر سجاتے ہوئے بولا۔

"فیروز" آج اس خوشی کے موقع پر غم جو بھی
 مانگو کے میں دو گئی" وہ ایسے کہہ رہی تھی۔ جیسے کوئی
 بادشاہ کسی شخص کو اس کے بہت بڑے کارنامے پر
 خوش ہو کر انعام سے نوازا چاہتا ہو۔ وہ فری کی بات
 پر ایک زہریلی مسکراہٹ مسکرا دیا۔ میں نے پہلے بھی
 تم سے کچھ مانگا تھا۔ اور تم نے دینے کا وعدہ کیا تھا۔
 مگر غم نے میری بات کو مذاق میں غم کر دیا تھا۔ اور
 آج تو مانگنے کو کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ وہ دل ہی دل

ہے۔ یہ کسی بزرگ خاتون کی آواز تھی۔

فیروز کے لئے یہ غیر منفع بات تھی۔ کیونکہ مندی لگانا عورتوں کا کام ہوتا ہے۔ مگر وہ سب کے اصرار پر فری کے ہاتھ پر مندی لگانے پر مجبور ہو گیا۔ اس نے مندی کی مثال میں انگلی ڈبوئی۔ اور فری کے ہاتھوں پر لگانے لگا۔ اسی لمحے فیروز کی آنکھوں سے آنسوؤں کے دو موٹے موٹے قطرے فری کے ہاتھوں پر گر گئے۔ فری نے چونک کر فیروز کی طرف دیکھا۔ جو ہونٹوں پر مسکان سمجائے اپنی ہی شادی میں مندی لگا رہا تھا۔

”فیروز یہ آنسو کیسے؟“ فری نے سرگوشی کی۔
 ”پگلی یہ آنسو نو خوشی کے ہیں“ فیروز نے کہا۔
 اور حیرت زدہ سوں سے انجم سے باہر نکل آیا۔
 برات آگئی تھی۔ فیروز اپنے دل پر چتر رکھے۔
 اپنی ہی آنکھوں کے سامنے اپنی محبت دوسروں کے حوالے ہونا دیکھ رہا تھا۔ وہ ہر سوڑ پر فری کو شکست دیتا آیا تھا مگر اس اہم سوڑ پر وہ مات کھایا تھا۔

وہ کاموں میں اس قدر مصروف رہا۔ اسے فری کی شخصیت کا خیال ہی نہ آیا۔ اس کا خیال تھا۔ کہ اس موقع پر اسے بلایا جائے گا مگر اس موقع پر بھی اسے نظر انداز کر دیا گیا تھا۔ وہ جب وہاں پہنچا فری دولہا کی گاڑی میں بیٹھ چکی تھی۔ اور وہ جو نئی گاڑی کے قریب پہنچا گاڑی ایک جھکے سے چل پڑی۔ اور وہ دل تمام کر رہ گیا۔ بڑی مشکل سے وہ اپنے کمرے تک پہنچا۔ اور کئے ہوئے شہتیر کی طرح بیڈ پر ڈھ گیا۔ اور نکتے میں منہ چپا کر بچوں کی طرح بلک بلک کر روتا۔

رہی تھیں۔ اور فری کو مندی لگانے کی تیاری بھی کی جا رہی تھی۔ لڑکیاں کسی بزرگ خاتون سے رسم مندی کا آغاز کروانا چاہتی تھیں۔ ابھی نام بزرگوار اہم بحث دہانے میں مصروف تھے اور قریب قریب ان کے فارغ ہونے کے چائیں نہ تھے۔ کئی لڑکیاں فیروز کے گرو منڈلا رہی تھیں۔ وہ اس اہم دن بھی کتاب کے مطالعے میں مصروف تھا۔ کتاب پڑھنے کا نواک بہانہ تھا دراصل وہ خود کو مصروف رکھنے کی ہاکام کو شش کر رہا تھا۔

اچانک نین چار لڑکیاں اس کے کمرے میں آ رہیں۔ جو اس کے لئے باتشنا تھیں۔ فیروز صاحب! اور آپ کا شدت سے انتظار ہو رہا ہے۔ اور آپ اور کتاب کی کڑے بنے بیٹھے ہیں۔ آج کے دن نوکتابوں کی جان چھوڑ دیے۔“ ایک لڑکی نے بے تکلفی سے کہا۔

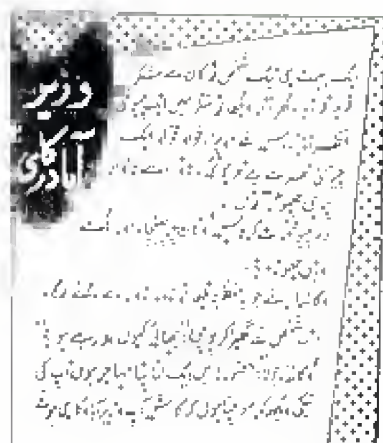
”فرسٹ نو آپ نے آتا ہی ہے۔“ دوسری لڑکی نے فخر و کسا۔

”کون ہے جو میرا انتظار کر رہا ہے؟“ وہ سنجیدگی سے بولا۔

”ارے آپ کا انتظار کرنے والے تو بہت ہیں۔ مگر آپ کسی کو گھاس بڑا نہیں بھی تو۔“ ایک لڑکی نے شوخی سے کہا۔

”اچھا چلو“ وہ ان کے ساتھ چل رہا۔ فری کو بہت سی لڑکیاں گھبرے کڑی تھیں۔ فیروز کو دیکھ کر لڑکیوں نے فری تک جانے کا راستہ ہٹایا۔

”کہا ہوا جو فری کے انگل انہی تھیں ہیں۔ لہذا انہیں جوار راحت میں جگہ دے ان کا بیٹا فیروز جو



پر پتھر دکھائی پڑتا ہے۔ میری دعا ہے خدا نصیب سدا
پر مسرت و شادمان رکھے۔

بد نصیب ”فیروز“

خدا کی غمخیز کیا تھی فری کے لئے ہم کا دھاک
تھا۔ جس نے فری کو پود پرورد کو لوہا بن کر دیا تھا۔ وہ
خط میں منہ چھپا کر سسک پڑی ”فیروز۔ یہ تم نے کیا
کہا۔ تم اپنے من میں میرے لئے اتنی محبت اتنی
چاہت چھپائے پھرتے تھے۔ میں ان کی خوشبو تک کو
محسوس نہ کر سکی۔ تم نے کبھی مجھ پر غمخیزگی سے اپنی
محبت کا اظہار بھی تو نہ کیا تھا۔ میں تمہارے گونگے
جذبات و احاسات کو کیسے سمجھ پائی۔ مگر شاید اس میں
میرا قصور ہے کہ میں تمہاری باتوں کو نہ اتنی سمجھتی
دی۔ میں تمہاری ہجر ہوں فیروز۔ پلیز مجھے معاف
کرو۔ مجھے معاف کرو۔“

فری کو دونا دیکھ کر یوں لگ دیا تھا جیسے
کائنات کی ہر چیز دو دی ہو۔

تیسرے روز جب فری گھر والوں سے ملنے آئی
تو اس کی منشا فری فیروز کو ڈھونڈنے لگیں۔
جب فیروز نظر نہ آیا تو اس نے می سے پوچھا۔

”میں فیروز نظر نہیں آ رہا کہاں گیا ہے؟“

”وہ جی کسی دوست کے ہاں جانے کا کہہ رہا
تھا۔ کہ وہ شاید کافی دن وہاں رہے گا۔ جانے سے
پہلے بہت منہ مسموم تھا۔ اور ہاں وہ تمہارے نام ایک
لغاف دے گیا تھا۔ کہہ گیا تھا فری آئے تو اسے دے
دیتا“ کچھ دیر بعد می ایک خاکی لغاف کمرے سے اٹھا
لائی اور فری کی طرف بڑھا دیا۔ فری نے بے باکی
سے لغاف چاک کیا اور اندر سے کاغذ نکال لیا۔ اور
پڑھنے لگی۔

فری جان!

سلام جدا! بعض اوقات انسان کسی چیز کو اس قدر
چاہنے لگتا ہے کہ وہ تصور بھی نہیں کر سکتا۔ کہ وہ چیز
کبھی اس سے جدا ہوگی۔ با چمن جانے گی۔ مگر شاید
یہ میری سب سے بڑی بھول تھی۔ تھذہ اور وقت
انسان کی بڑی بڑی سرجن کو مات کر دیتا ہے۔ میں
بھی ایک ایسی ہستی کو بہت پیار کرنا تھا۔ بہت چاہتا
تھا اسے مگر وہ چیز میری تھی ہی نا۔ اور چمن گئی۔ اور
اب یہاں میرے لئے کوئی دلچسپی باقی نہیں دی۔ اس
لئے یہ دیکھ چھوڑ کر ہمیشہ کیلئے لندن جا رہا ہوں۔
جہاں ہا سون ممانی شدت سے میرے منتظر ہیں۔ ویسے
بھی تمہیں میرے بہاں دہنے پر تکلیف ہوگی۔
تمہیں بہت سنا تھا نا میں۔ اب تمہیں کوئی نہیں
ستا با کرے گا۔ تم لوگ شدت سے یاد آؤ گے۔ مگر کیا
کدوں آخر دل کی کرچیوں کو مٹنے کیلئے کبھی بھی دل

© 2014

خواتین کے ساتھ پولیس اسٹیشنوں پر ایسی گناہگاروں روز دہرائیں
جانی ہیں۔ ظلم و ستم اب بھی جاری ہے۔ ایک انٹوس ٹاک المناک حقیقت

خواتین میں خواتین پر کیا ہوتی ہے؟

دکٹر حمیرا الطہر

رکھا گیا تھا۔ جن کا بنیادی
منہد زیر حراست عورتوں کو مرد پولیس کے تشدد
سے بچانا نیز خواتین کے موقف کی ترمیم مردانہ
شعور کو بھی یقینی بنانا ہے۔

کراچی میں خواتین پولیس اسٹیشن کا قیام 2
اپریل 1994ء کو عمل میں آیا لیکن یہ اسٹیشن خود
استقلال کا حکم ہے۔ قیام کے وقت اس کو ایک
باقاعدہ خراب صورت عمارت دی گئی تھی

ایس ایچ آر نے بتایا کہ تھانے کے ریکارڈ
کے مطابق فی زمانہ عورتیں ذہنی، قتل، اغواء
غرض ہر طرح کے جرائم کا شکار بن کر رہی ہیں۔

گھروں میں قائم کرنے والی مایوں اور لڑکیوں
و زیادہ تر مقدمات چوری کے ہوتے ہیں۔ ویسے
ذہنی میں شریک اور لڑکیوں سے دوسری لگانے
والیاں بھی آتی ہیں۔ مرد ہی صورت میں آتے
ہیں جب بیوی سے علیحدگی یا اس کی وفات ہو
جانے کے بعد بچوں کی تحویل کا جھگڑا ہوتا ہے۔

یوں تو ہمیں میاں بیوی کے جھگڑوں میں ہاتھ
ڈالنے کا اختیار نہیں ہے لیکن چونکہ ہم خود بھی
کسی کی بیوی، بیٹی اور بہو ہیں لہذا مصالحت کرانے

کوئی عورت جب واپسی کے لیے قانون کا
دروازہ کھٹکتاتی ہے تو اسے تھانے میں سب سے
پہلے ایف آئی آر درج کرانی ہوتی ہے مگر یہ مرحلہ
جوئے شیر لانے کے مترادف ہوتا ہے۔ اکثر
اوقات تھانہ دیا ایس ایچ او کی ایف آئی آر
درج کرتے ہیں یعنی سادے کاغذ پر درخواست لے
کر رضا دیتے ہیں۔ کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ لڑکا
اسے ہی ملزم نامزد کر کے حوالات میں بند کر دیا
جاتا ہے۔

دوسری صورت میں جب کوئی مرد عورت کے
خلاف ایف آئی آر درج کرانا ہے اور ملزم کی
مگر فوری عمل میں آتی ہے تو تشدد کا وہ سراسر اسلہ
شروع ہو جاتا ہے۔

قانوناً کسی بھی ملزم یا ملزمہ کو چودہ روز سے
زیادہ تھانے میں نہیں رکھا جاسکتا

مردے کے مطابق تھانوں میں دو مہینے
سے ایک ماہ تک رکھی جاتے والی عورتوں کا تناسب
26.25 فیصد اور ایک ماہ سے بھی زائد عرصہ تک
رکھے جانے والی عورتوں کا تناسب 12.8 فیصد تھا۔
ان میں بھی اکثر عورتوں کو شہر کے عام تھانوں میں



نہیں ہوئے تھے۔

ان چند مثالوں سے یہ بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ عورٹوں پر تھانے میں کیا بنتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب ہر سٹرک میں ایک ریستورنٹ سٹاپ ہے تو پھر مذکورہ عورٹوں کو مردوں کے تھانے میں کھنکھار کیا؟ کیا یہ مناسب نہ ہو گا کہ دارالافسران کو اس بات کا سختی سے پابند کیا جائے کہ کوئی بھی عورت کسی بھی صورت میں مردوں کے پولیس اسٹیشنوں میں نہیں جائے گی۔

یوں بھی کسی شہر میں ایک ریستورنٹ اسٹیشن اس لحاظ سے نامکمل ہو جاتا ہے کہ مرد و زنانہ کے علاقوں کی عورتیں وہاں تک با آسانی نہیں پہنچ پائیں۔ نیز ایسے قوانین نہ صرف بنائیں جائیں بلکہ ان کے نفاذ کو بھی یقینی بنایا جائے تاکہ پولیس اپنے فرض کی لوائیگی کے دوران عورٹوں کو تشدد کا نشانہ نہ بناسکے۔ تشدد قانون پر قانون، سماجی اور انتظامی پابندیاں عالم کی پابند خواتین گھر میں کام کی جگہ تلاشے یا معاشرت میں ہو۔

خواتین پر تشدد کرنے والے ریاستی اداروں مثلاً پولیس اور ریجنل پولیس کے خلاف سخت کارروائی کرنے کی خاطر ایک موثر نظام تشکیل دیا جائے۔

جنگل میں منعقد ہونے والی 1995ء میں عورٹوں کی چوتھی عالمی کانفرنس کے موقع پر پاکستان دنیا بھر کے ان سو سے زائد ممالک میں شامل تھا جنہوں نے خواتین کے ساتھ ہر قسم کے امتیاز کے

کی کوشش کرنے میں اکثر بہتر اس میں کامیابی دہائی ہے۔

اگر کبھی کوئی مذہبی ریستورنٹ تھانے کی حوالہ میں بند کی جائے اس پر کیا کر دیتی ہے اس کا اندازہ ان چند واقعات سے لگایا جاسکتا ہے۔

شوہر کے قتل کے الزام میں جیل میں قید ایک خاتون نے بتایا کہ گرفتاری کے بعد وہاں کے ایس ایچ او نے مجھ سے دس ہزار روپے رشوت طلب کی۔ میں نے کہا کہ میرے پاس نہیں ہیں تو اس نے مجھ سے نہایت بدتمیزی سے بات کی اور دوسرے کمرے میں لے جا کر میرا پیٹ مارنے کی غرض سے کھینچنے لگا۔ میں نے اسے دھمکی دی کہ میں آئی جی سے شکایت کر دوں گی جس پر اس نے مجھے لاک اپ میں بند کر دیا۔ سات دن تھانے میں رکھا اور شروع کے دو دن دن سوتیوں سے پٹائی کی۔

گرفتار ہونے والی دو ہزاران خواتین نے بتایا کہ انہیں چودہ روز تک تھانے میں رکھا گیا اور انہیں جرم کرانے کے لیے تھانے والوں نے ان کے ہانک حصوں پر تشدد کیا، سر کو دیواروں سے ٹکرایا، پھنسا مارے گئے اور مار پیٹ کے لیے مرد پولیس والوں کی خدمات حاصل کی گئیں۔ جن میں سے ایک شرمہ بیگم ماہ کی حاملہ بھی تھی کے ہاتھوں پر تواتنی سوٹیاں ماری گئیں کہ جب وہ چودہ روز بعد جیل بھیج دی گئی تو اس کے ہاتھوں پر اور کہنیوں تک سوٹیوں کے نشانات تھے اور کھال اور جڑی ہوئی تھی۔ اس کے یہ زخم رونا تک ٹھیک

ت عورتوں کے ساتھ غیر مساوی سلوک کے خلاف اقدامات کو روکنا۔

6۔ ایسے قوانین، ضابطے، رسومات اور رواجوں کو ختم کرنا یا ان میں ترمیم کرنا جو خواتین کے ساتھ غیر مساوی سلوک کے خلاف ہوں۔

7۔ تمام ایسی ضروریات کا خاتمہ جو خواتین سے امتیازی سلوک کے خلاف ہوں۔

آرٹیکل نمبر 3 فریق ممالک سماجی و اقتصادی اور سیاسی میدان میں مردوں کے برابر عورتوں کو تمام حقوق مساوی دینے کے لیے ضروری اقدامات کریں گے۔

آرٹیکل نمبر 5-A فریق ممالک ایسے اقدامات کریں گے جن کا مقصد ایسے قوانین، رسومات اور تعصبات کا خاتمہ کرنا ہے جو مرد با عورت کو جنس کی بنیاد پر ایک دوسرے سے کٹریا بہتر بناتے ہیں۔

آرٹیکل 6 تمام فریق ریاستی قانون سازی کے ساتھ ایسے اقدامات اٹھائیں گے جن سے عورتوں کی فردیت اور استحصال ختم ہو جائے۔

آرٹیکل 9۔ حکومتیں مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کو بھی شہریت حاصل کرنے کا حق دیں گی۔ وہ یہ بھی یقینی بنائیں گی کہ مرد کی شہریت کی تبدیلی کی وجہ سے عورت شہریت سے محروم نہ ہو جائے اور نہ مرد کی شہریت عورت پر ٹھوس جا سکے۔

2۔ حکومتیں بچوں کی شہریت کے معاملے میں عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق دیں گی۔

آرٹیکل نمبر 15-1 ریاستیں عورت اور مرد کی

خلاف افواہ متحدہ کے کنونشن سیزا پر دیکھا کیے۔ بہ دستاورد دنیا کی فوجی آبادی اپنی عورتوں کو انسانی حقوق کے دائرہ کار میں لانا ہے اور حکومتوں کے لیے عمل کا ایک ایجنڈا بھی ہے تاکہ خواتین اپنے حقوق سے مستفید ہو سکیں۔

اس دستاویز میں 30 آئین شامل ہیں جن میں عورتوں کے حقوق اور ان کے ساتھ منسوب ہونے والے امتیازی سلوک کے حوالے سے اہم نکات شامل ہیں مثلاً۔

آرٹیکل نمبر 2۔ کنونشن میں فریق ممالک خواتین کے خلاف عدم مساوات کی مذمت کرتے ہیں اور بغیر تاخیر کے اور ہر ممکن طریقہ سے خواتین کے خلاف تمام امتیازی رویے ختم کرنے کے لیے مندرجہ ذیل عمل کرتے ہیں۔

1۔ خواتین اور حضرات میں عمل مساوات کی ملکی آئین کے ذریعے ضمانت دینا اور اس مقصد کے لیے ضروری قانون سازی کرنا۔

2۔ خواتین کے ساتھ عدم مساوات کے خلاف تمام قوانین کا خاتمہ اور ان کی جگہ مناسب قانون سازی کرنا۔

3۔ عورتوں کو قانون کے ذریعے مردوں کے ساتھ مکمل حقوق دینا۔

4۔ کوئی ایسی کارروائی نہ کرنا جس کا تعلق عورتوں کو غیر مساوی حقوق دینے سے ہو اور اس بات کی ضمانت دینا کہ سرکاری مشینری اور ادارے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے کام کریں گے۔

5۔ کسی بھی ادارے، شخص یا تنظیم کی طرف



جانب اول: آپ کی قرارداد کا تہہ نہیں، کچھ ہیں اختلاف
ضربہ بڑے ہو چکے ہیں۔



کرنے کی تمام اقسام کی شکار عورتوں کو قانونی تحفظ
دیا جائے گا۔

مساوی حیثیت کو قانونی طور پر تسلیم کریں گی۔

2. شریک ممالک خدائیں کو مردوں کی طرح
کاروبار میں معاہدہ جائیداد کی خرید و فروخت اور
نذرانوں اور شریعت کے سامنے کہیں لڑنے کے
مساوی مواقع مہیا کریں گے۔

3. کونفرنس میں شریک ممالک اس بات پر
متفق ہیں کہ ایسی تمام قانونی نہیں اور قانون جو
عورتوں کی قانونی حیثیت متاثر کرتی ہیں ختم کر دی
جائے گی۔

4. تمام ممالک مردوں کی طرح عورتوں کو
ایک جگہ رہائش اختیار کرنے اور جہاں بن کارل
چاہے ہر مہلک حاصل کرنے کی آزادی فراہم
کریں گی۔

ان تمام فریڈمز پر عمل درآمد کے لیے ایک

بین الاقوامی قانون ایکشن مرتب کیا گیا ہے جس کے
تحت 1998ء سے لے کر 2013ء تک مرحلہ وار
اقدامات طے کئے گئے ہیں۔ ان میں سرگرمی
عورتوں کی حیثیت کے بارے میں انکوارنٹیشن
ریپورٹ کا زبہ کرنا، اسکی اشاعت اور وسیع
پیمانے پر تقسیم شائع ہے تاکہ لوگوں کو اس کے
بارے میں آگاہی ہو سکے۔

زمرہ میں قانون سے آگاہی
کے لیے باہر اور ذرائع ادراغ کے ذریعے کم
جائی جائے گی۔ نیز قانون نافذ کرنے والے
اداروں کے اراکین، جیل کے محکمے، انتظامیہ اور
نئی اداروں کو عورتوں کے خلاف تشدد کے خاتمے
کی تربیت دی جائے گی۔ جنسی طور پر ہراساں



خوشخبری



پرانے ڈائجسٹ و رسائل فروخت
کرنے والوں کے لیے خوشخبری



ہمارے ہاں پرانے ڈائجسٹ و رسائل اور ہر موضوع پر
نئی کتب کی تمام ورائٹی نہایت رعایتی قیمت پر دستیاب ہے

خواتین خوفناک عمران جاسوسی سسپنس نچی کہانیاں نئے افق مسٹری
ایڈنیز کہن شعاع پاکیزہ آپٹیکل مرگزشت عجیب کہانی آداب عرض
دو بیڑہ جواب عرض رفیق حکایت چاند پتر ملی نیشن سٹاک اشارہ اسٹائل
ایس نیشن بچوں کا پرستان بچوں کا باغ بچوں کی دنیا آنکھ بھولی تو نہال
جگنہ تعلیم پتر بیت مزیدار لطیف مہندی کے دلرب ڈیزائن بچوں کی
اسلامی کہانیاں بکوان کے حوالے سے کھانے پکانے کی خوبصورت کتب
در رسائل چھوٹی بونی ایس ایم ایس اور چھوٹی بونی شاعری نیز پرانے
ڈائجسٹ و رسائل کی خرید و فروخت کے لیے ہمارے پاس تشریف لائیں۔

منصور حسن پرانے رسالوں والے

نوابشاہ عالم مارکیٹ نیابازار اورک مارکیٹ دوکان نمبر 9 لاہور

موبائل نمبر 0333-4765899

فلسطین اور اسرائیل کے بارے میں ایک حقیقت
افروز کہانی حیرت انگیز واقعات لیتے ہوئے

مشرقی

سبحہ کامل پاشا

بولتی۔ جیم کو گاف، گاف کو ہمز بولنا بھی مصریوں کا
سماعتاً لیکن بولنے وقت مصریوں کی طرح زبان کے
ساتھ آنکھیں ہاتھ گردن اور کولھے نہ چلنے تھے۔
بلکہ بولنے کا انداز بڑا بادشاہ تھا۔ اس لیے مجھے
اعتبار نہ ہوا کہ وہ مصری ہے۔

تیس اکیس سال پہلے وہ میرے سامنے ہی وارد
نہ ہوئی ہوئی تو میں لبنانی ہی سمجھتا اس وقت وہ بلا
کی حسین تھی۔ قصر نیل میری شکار گاہوں میں
سے تھا اس لیے وہاں پر اسرار لوگوں کی آمد اور
رفضت میری نگاہ سے چھپی نہ رہ سکی۔ خود اس
کی مالکہ یا منتظر شو شو کیا کم پر اسرار تھی۔

قصر نیل میری توجہ کا مرکز اس وقت بنا تھا جب
ایک خاص مقصد کے تحت الفتح کے ایک ساتھی
نے قیام کے لیے قصر نیل کا انتخاب کیا تھا۔ لیکن
ایک رات اندر داخل ہونے کے بعد وہ قصر نیل
سے نہیں نکلا۔ اسے زمین کھا گئی تھی یا آسمان پر
اٹھالیا گیا تھا۔ اسے کوئی نہ جان سکا۔ اس کا وہ مشن
بھی ٹھپ ہو گیا تھا جس پر اسے بھیجا گیا تھا۔

اس عمرانی کے دوران تو اکثر ایسا ہوتا کہ کوئی
عرب باشندہ قصر نیل میں داخل تو ہوا لیکن باہر آتا

وہ لبنان کے مشرقی حصہ میں واقع شیشا کھجپ
کے قتل کے فوراً بعد بیروت میں آئی تھی اور چند
ای دن میں شیرجاسل کے ویران دلا میں آباد ہو گئی
تھی۔ جو کئی ماہ سے محفوظ علاقہ کے سیاہ پوش
اسرائیلی محاذیوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔

جلدی اس دلا پر قصر نیل ہوئی کا بورڈ نظر
آنے لگا۔ اس خیال نے میری حیرت دور کر دی
تھی کہ یہ نام غیر لبنانی عربوں کو متوجہ کرنے کے
لیے منتخب کیا گیا ہے ساتھ ہی اس ہوئی کی غرض و
نایت مشکوک لگنے لگی تھی۔

لیکن عملاً ایسا ہوا نہ تھا۔ زیادہ تک امریکن
یورجین اخبار نویس یا سیاح اوجھر کا رخ کرتے کیونکہ
یہ عیاشی پنی میں واقع تھا۔ یہ ضرور تھا کہ مصری
عراقی اور اردنی قصر نیل ہی کو ترجیح دیتے۔ وہ قصر
نیل کی مالکہ تھی یا تنخواہ دار مستقل۔ اس کا
فیصلہ میں نہیں کر سکا تھا اس کی عراب چالیس کے
قریب ہوگی۔ اسے حمل دیکھنے سے وہ کوئی ناگوار
سی بھاری بھر کم چیز لگتی تھی۔ لیکن جدا جدا اس
کے نقوش بڑے تھکے اور پرکشش لگتے تھے۔
بولنے میں مصریوں کی طرح دو تین کلمے ایک ساتھ



تجسبی رات کے سناٹے کو چرتی ہوئی بذاتی انداز میں تسوائی چھین سٹائی دیں۔ وہ شو شو کی چھین چھین تھیں جیسے وہ پاگل ہو گئی ہو۔ وہ دوڑتی ہوئی باہر نکلی بس اشارت کی اور آندھی طوفان کی طرح بس کو اڑاتی چلی گئی۔ میں تو کسی آپریشن کے لیے ساری رات مستعد رہتا تھا۔ فوراً ہی اپنی وائرکول یاٹنگ کو بس کے پیچھے لگا دیا۔ مشرقی ساحل پر بس کے رکے ہی میں نے یاٹنگ رست کے نیلے کے پیچھے چھوڑنی اور جھاڑیوں کی اوٹ لیتا ہوا ساحل کے اس حصے کی طرف بڑھا جہاں سے تدریوں کی چھاؤں میں اسخیر کاہیولی صاف نظر آ رہا تھا اور چند سائے شو شو کی چخ و پکار سن کر برآمد ہوئے تھے شو شو کا کوئی لفظ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا پھر اسٹین گن کا برست مارا گیا شو شو کی چھین یک لخت بند ہو گئیں۔

وہ جھاڑیاں میرے لیے اوٹ تو بن سکتی تھیں

اسے نصیب نہ ہوا۔ یہ بات بھی میں نے نوٹ کی کہ جب کبھی ایسا واقعہ پیش آتا اس رات ساحل سمندر سے اسخیر کا سائرن خاص انداز میں بجتا جیسے کوئی کتابی تن لگا کے رویا ہو اور پھر تین بار برف برف کر کے غرایا ہو۔ غائب ہونے والے شخص کے دیکھے جانے کی وہ آخری رات ہوتی۔

سائرن کی اس مخصوص آواز کے آدھے گھنٹے بعد شہر کی لہاس میں چند لوگ آتے اور چند منٹ بعد ان کی واپسی شو شو کی سنی میں ہوتی۔ شو شو اسے ڈرائیور کر رہی ہوتی۔ لیکن ان کے تعاقب کی ہمت میں نہ کر سکا تھا آج بھی تو سنی رات کے بعد وہ شہر کی مسخ لوگ، قصر نیل میں نظر آئے۔ حسب معمول شو شو انہیں سنی بس میں لے گئی۔ آدھے گھنٹے بعد ہی خالی بس لیے لوٹی۔ میں اسی سوچ میں ڈوبا تھا کہ صبح کو کون غائب پاتا ہے۔

چند دن پہلے اس کی ساتویں سالگرہ دھوم دھام سے منائی گئی تھی اس کے والد قن ایبب کی انتظامیہ میں کسی نچلے عہدے پر تھے۔ اس دن ان کے کسی اعلیٰ افسر کی گاڑی ان کے گھر کے آگے رکی۔ وہ کرکس سے اٹھا دن تھا۔ بیت اللہم کی نفیسات جاری تھیں اس کے والد اسے یہ تقریبات دکھانے کے لیے اس اعلیٰ افسر کی گاڑی میں آ بیٹھے گاڑی دیوار گریہ کے جوار میں آ کے رکی۔ ایک شخص لپک کر گاڑی کے قریب آیا۔ اس کے ساتھ شو شو کی عمر ہی کی ایک بچی تھی۔ شو شو کو گاڑی سے امار دیا گیا اور اس بچی کو گاڑی میں کھینچ لیا گیا۔

وہ شخص شو شو کے لیے کانوں سے بیو گلم چاکلیٹ کھلنے اور شو شو کے پسینہ لباس خربوتا رہا۔ پھر اسے نو عمر بچوں کے ایک ہوسٹل میں لے گیا۔ شو شو بہت گمن تھی لیکن رات بہت اچنی ماں کے بغیر گزارنی پڑی تو اسے اپنے ننھارے کا احساس ہوا۔ وہ ساری رات بہکتی رہی۔

اس کا گھر ماں باپ بھائی بہن اس کے لیے خواب بن چکے تھے۔ دو ماہ اس ہوسٹل میں اس کی اس قدر بوجھ کی گئی اور اس انداز میں تربیت دی گئی کہ خود اس کا دل نہ چاہتا تھا کہ وہ اس کو بھلا دے کہ جو شخص اسے ہوسٹل لایا تھا اس کا باپ نہیں ہے بلکہ وہ قن ایبب نہیں قاہرہ کی مضافاتی ایسی الواسع کی باشندہ ہے۔ بیو بی نہیں بلکہ بھائی ہے حتیٰ کہ اس کا نام سارہ نہیں شو شو ہے۔ اپنے مائیں تعافر کے ساتھ دو ماہ بعد مصری

لیکن اسٹین گمن کی بوجھاز سے مجھے بچان پائیں۔ اس لیے اسٹیر کے انجن کی آواز سنائی دینے تک میں اپنا سرا بھارنے کی بھی ہمت نہ کر سکا آدھی رات کے اندھیرے میں نظر بھی کیا آ سکتا تھا۔

اسٹیر دور جا چکا تھا۔ ساحل سنہن سمندر خاموش تھا شو شو جس کا تعاقب کرنا ہوا میں موت کے کارندوں کی زد میں آ گیا تھا۔ اس کا کہیں پتہ نہ تھا۔ آخر وہ چیز مجھے نظر آ گئی جیسے میری نظرس تلاش کر رہی تھیں شو شو کی لاش۔

میں لپک کر اس کے پاس پہنچا۔ وہ حیات پڑی ہوئی تھی۔ آنکھیں اس طرح کھلی ہوئی تھیں جیسے ستاروں کا نظارہ کرنے میں گمن ہوں۔ اس کا پیٹ خون سے لالہ بھری ہوئی سی قالب لگ رہا تھا۔ جوں ہی میں اس پر جھکا اس کی آنکھوں نے حرکت کی لب بلے۔

وہ میرے بچے کو لے گئے ہیں۔ وہ میرے بیٹے کو لے گئے ہیں۔

جذبات سے کمر خالی چہرہ آنکھیں آسمان پر گڑی ہوئی جیسے کوئی مردہ آسمان سے شکوہ کر رہا ہے۔

وہ میرے بیٹے کو لے گئے ہیں۔

میں نے اپنی فیض امار کر اس کے رخم کو باندھنے کی کوشش کی اور سینوں کے بیچ میں ڈال کر اپنے یونٹ کی کمین گاہ پر لے آیا۔ جلدی ہی وہ اس قابل تو ہو گئی تھی کہ اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر سکے۔

آفسر جوان جذوب نظر اور وجہ تھا طلحی بلالی اس کا نام تھا وہ مصری تھا وہ طلحی کے قریب ہوتی تھی۔

یہ قوت عشق اور عشق جسمانی کیجائی میں تبدیل ہوا جس کے نتیجے میں وہ ایک ناجائزہ بیٹے کی ماں بن گئی جس کی پیدائش نہایت رازداری سے اس کے سرپرستوں کی نگرانی میں ہوئی۔ ابھی یہ بچہ چھ ماہ کا بھی نہ ہوا تھا کہ ایک دن شوشو نے مارے کرید سے طلحی کی ڈاک میں آیا ایک بھاری بھر کم لفافہ چاک کیا۔ اس میں اس کی اور طلحی کی ایک ساتھ تصویریں تھیں۔ عشق سے ماں باب بننے تک وہ جتنے مرحلوں سے گزرے تھے ہر ہر مرحلہ کی تصویر حتیٰ کہ وضع حمل اور اس سے پہلے کے دنوں کی تصویر نوزائیدہ بچہ کے ساتھ شوشو اور طلحی کی تصویر۔

ان تصویروں کے پانے کے بعد طلحی کا رویہ یکسر بدل گیا۔ کبھی گلنا وہ اس سے خائف ہے اور کبھی گلنا کہ وہ اس سے شدید نفرت کرنے لگا ہے۔

شوشو کو پہلی بار احساس ہوا کہ وہ کس جلی میں بچنی ہے۔ طلحی اپنے ملک کی سیکرٹ سروس کا ایک اہم ترین رکن تھا۔ مشرقی افریقہ کے ملک کے سفارت خانہ کی ملازمت اس کی اصل حیثیت کے لیے شہد تھی شوشو کے سرپرست طلحی کی اس حیثیت سے واقف تھے اور اب اس سے اس کے محکمہ سے متعلق ٹاپ سیکرٹ دستاویزات کا مطالبہ کیا گیا تھا لیکن طلحی نے ایک شرط رکھی کہ اسے اس کا بیٹا دے دیا جائے۔

پاسپورٹ پر اس مصری عیسائی کی بیٹی کی حیثیت سے وہ قاہرہ کے ایئرپورٹ پر اترتی۔

اسے حیرت ہوئی کہ ہر جگہ اسے مصری عیسائی کی بیٹی شوشو تسلیم کیا گیا۔ جو نہیں سال بعد اپنے باپ کے ساتھ وطن لوٹی تھی۔

چند دن بعد ہی اسے یہ یقین دلایا جانے لگا کہ وہ یہودی ہے اس کے ماں باب ٹی ایبب میں ہیں۔ یہی نہیں اس کے ماں باب کے ٹیلی فون بھی آنے لگے ہر ہفتہ اس کی ماں کا پیار بھر خطا اسے ملنے لگا جو بیروت سے پوسٹ کیا جاتا تھا۔

ساتھ ہی اس کی زندگی اور تعلیم شروع ہوئی۔ نہایت تمام تر مارشل آرٹ جاموسی کے آلات فائر گورٹھا چالوں پر مشتمل تھی لیکن بظاہر وہ ایک عیسائی لڑکی شوشو تھی۔ اس حیثیت سے اس نے ابتدا ہی سے جامد تک تعلیم حاصل کی۔ اب وہ قیامت خیز حسن کی مالک ایک جوان لڑکی تھی۔ جامد اسکندریہ سے ڈگری لیتے ہی اسے ایک شمالی افریقہ کے ملک کے سفارت خانہ سے ایک خالی اسای کے لیے انٹرویو لیٹرٹھا۔ ظاہر ہے اس کا اہتمام اس کے زیر زمین سرپرستوں نے کیا تھا۔ خدا جانے اپنے حسن با اپنی لباقت یا پھر اس کے سرپرستوں کے اہتمام کے طفیل اسے وہ ملازمت ملی تھی۔

اپنی اس حیثیت سے وہ بہت خوش تھی۔ اسے اس کے زیر زمین سرپرستوں کی جانب سے اپنے تکشن آفسر کے قریب رہنے کی ہدایت ملی اس حکم سے وہ بد دل بھی نہ ہوئی کیونکہ مذکورہ تکشن

ساو کے کمانڈو آتے اور اس شخص کو بحالت بے ہوشی لے جاتے لیکن شو شو کے آخری شکار کا معاملہ الٹا تھا۔

اس کے قسریل میں داخلہ کے ساتھ ہی صدارت کے ہیڈ کوارٹر سے ہدایت ملی یہ شکار ان کا ہے چنانچہ اسے چائے میں خواب آور دوا تو دی گئی لیکن اس کی تلاشی کو غیر ضروری سمجھ گیا۔ نیا شکار کمانڈوز کے اسٹریٹک سپیجائیج کے بعد جب شو شو کوئی نو اس نے پہلا کام یہ سمجھا کہ کمرے سے نئے مسافر کا سامان اٹھا کر تلف کر دے پاسپورٹ مصر کا تھا۔ اس نے اسے کھولا اور چونک پڑی۔ اس پر کچکی طاری ہوئی گئی۔ اس کا دل اس کی سیلیوں پر ٹھوکریں مارنے لگا۔

حامل پاسپورٹ کا نام تھا۔ محمود علی بلالی۔ اس نے اس کے سارے سامان کو الٹ پلٹ کر کے رکھ دیا ہر چیز کو ٹیوٹی چوٹی اور سبکی جانی۔ آخر اسے وہ چیز مل ہی گئی جس نے اس کے اندیشہ کو یقین میں بدل دیا۔

یہ ایک نار تھا جو نئے مسافر نے لکھ چھوڑا تھا۔ شاید صبح ہونے پر وہ اسے تار گھڑ لے جاتا۔ تار میں تحریر تھا۔ بابا میں نے اما کو ڈھونڈ لیا ہے وہ یہاں ایک ہوٹل چلا رہی ہیں۔ میں وہیں مقیم ہوں فوراً آئیے۔ محمود۔



ملی ایک مضبوط جیل میں پھنس چکا تھا اس کی شرط بے معنی تھی لیکن شو شو کے سرسریوں کے لیے ایک لائیو شرط تھی اس کی شرط تسلیم کر لی گئی۔

مطلوبہ دستاویز اب سجدہ کے اسٹیشن پر حوالہ کی جانی تھیں۔ آدھی رات کو ملی اپنی گاڑی لے کر شو شو کی قیام گاہ پر آبا اور وہ بیویوں اس اہم مہم پر روانہ ہوئے جو سب سے زیادہ شو شو کے لیے روح فرسا تھی اس کا بیٹا اس سے جدا ہونے والا تھا۔

قاربز کی روشنیوں نظروں سے لوجھل ہو گئیں تو ایک زبردست دھماکہ ہوا۔ اس نے ملی کی چیخ سنی۔ لیکن اسے نہیں معلوم پھر کیا ہوا۔

ملی اور ان کا بیٹا زندہ رہے با۔۔۔ اس نے اپنے اسے سوچ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر روئے لگتی۔

ابھی وہ سنبھلتے تھے ہی پالی تھی کہ ایک نیا مشن

اس کے سپرد کر دیا گیا یہی نصر نیل کا انتظام۔ نصر نیل خالص اسرائیلی ہوٹل تھا۔ ہوٹل کو نظر ہر تھا دراصل وہ ایک جال Trap تھا عرب ممالک کی اہم شخصیتوں اور فلسطینیوں کے قتل اور اغوا کے لیے ایک بلا ضرر مقام۔ ہر نئے مسافر کو قیام کی پہلی رات کھانے کے بعد جو چائے پیش کی جاتی اس میں خواب آور دوا ہوتی پھر اطمینان سے اس کا سامان اس کے کفالت چیک کئے جاتے۔ اس کو پرہیز کر کے اس کی ایک ایک شناخت کو پرکھا جاتا آخر وہ ان کا شکار ثابت ہوتا تو بڑے رعبہ وازلیس محفوظ علاقہ میں واقع ہیڈ کوارٹر کو خبر دی جاتی رات گئے



WWW.URDUBAZAR.COM.PK

OUR WEBSITE

Email at

orders@urdubazar.com.pk

افتخار اینڈ سنز { 18 - ٹک جلال الدین (دفتر) پلاننگ، چوک اردو بازار لاہور
فون: 042-37226772 سہیلی: 042-4515183 }
سرفراز آرٹسٹ

پیشہ ورانہ ڈیزائن سروس 127 - ستمبر 2014ء

ایک خود غرض شخص کی کہانی۔ جس نے اپنی محبوبہ کو سفاقی سے قتل کر دیا تھا

محبوبہ کا قاتل

کچھ..... سنبل ناز

چلتے وقت اس نے ماں سے کہا کہ آپ کچھ پیسے بھی دے دیجئے کچھ لوگوں کے ٹکٹ بنوانے ہیں وہ بھی لیتی ہی آؤں گی۔ مسز جو نہیں نے سیف میں سے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر سیما کو دی جسے لے کر وہ باہر نکل گئی۔

جامع مسجد دہلی کے اوور بازار علاقے میں مشہور شاعر افضل پشاور کی کافی جائیداد ہے۔

انہوں نے سات شادیاں کی تھیں جن سے ان کی بیٹیاں اولادیں ہوئیں۔ سب سے چھوٹی یعنی سائزس بیوی سیما کی والدہ مسز جو نہیں ہیں۔ افضل پشاور نے اپنی زندگی میں ہی اپنی بیویوں اور اولادوں میں اپنی جائیداد تقسیم کر دی تھی جس کی وجہ سے اس خاندان میں کوئی کشیدگی نہیں ہوئی۔ سب آپس میں نہیں خوشی وہ دے دے تھے۔

افضل پشاور کی بھی علاقے کی ایک معزز ہنس مانے جاتے تھے۔ مسز جو نہیں سے ان کی ملاقات لدھیانہ (پنجاب) میں ہوئی تھی یہ ایک عیسائی گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں دونوں کی یہ محبت کی شادی لدھیانہ میں ہی ہوئی تھی۔ اس کے بعد افضل پشاور اور مسز جو نہیں جامع مسجد اوور بازار کے مکان میں رہنے لگے۔

مسز جو نہیں کمرے کے دروازے میں ہی ٹھک کر کھڑی ہو گئیں۔ ان کی بیٹی قد آدم آئیے کے سامنے کھڑی بہت اہٹاک سے اپنے آپ کو سجا سنوار رہی تھی۔ شینڈ عرف سیما ان کی پانچ اولادوں میں سے سب سے چھوٹی بیٹی تھیں اس سے بڑی تین بہنیں اور ایک بھائی تھا۔ جن کی شادی ہو چکی تھی۔ سیما بہت پرکشش خوبصورت لڑکی تھی۔ اس وقت سفید سوٹ میں وہ بہت اچھی لگ رہی تھی۔ آخر وہ پوچھ ہی بیٹھیں۔

آج کہاں کا ہر گرام ہے؟ جو اتنی تیار ہاں ہو رہی ہیں؟

اے آج میری دلی ننا پوری ہونے والی ہے۔ رضوان کا فون آتا تھا۔ وہ آج مجھے اپنے گھر والوں سے ملانے لے جا رہا ہے۔ میں رضوان کے پاس ہی جا رہی ہوں۔

ٹھیک ہے بیٹی خدا تمہاری دلی مرادیں پوری کرے اور دنیا بھر کی تمام خوشیاں تمہاری جھولی میں ڈال دے۔

مسز جو نہیں نے بیٹی کو پیاد بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے اس کی پیشانی کو چومے ہوئے ڈھیر ساری دعا مانگیں دیں۔



سیما شروع سے ہی بہت ترقی پسند خیالات کی
لڑکی تھی جو اپنی محنت اور لگن سے بہت اونچے
مقام پر پہنچنا چاہتی تھی۔ نس کی زندگی کے کچھ
عربے بعد ہی اسے سعودی عرب جانے کا ایک
چانس ملا تو وہ -عودیہ چلی گئی۔ لیکن جس بہم کے
سلئے میں وہاں گئی تھی اس میں کاریابی نہیں ملی تو
چھ مہینے بعد ہی وہ واپس آگئی۔

مسز جوئیس کا ایک بیٹا تھا جس کا نام افسر جاوید
افضل تھا۔ مسز جوئیس نے اپنی پانچوں اولادوں کو
اعلیٰ تعلیم دلائی تھی۔ سیما کی تعلیم ابتدائی طور پر
بے ڈی ہائر اسکول میں ہوئی تھی اور گریجویٹیشن
اس نے اپنی تھمال پنجاب سے کیا۔ پھر نرسنگ کی
زندگی لی۔ اس کے بعد وہ اپنی ماں کے پاس دہلی
آگئی۔

بہن سیمہ کے پیسے سے ہوئی ہے اس نے سیمہ کو پریم جیل میں پھانس کر اپنا الو سیدھا کر لیا ہے۔ آخر افسر نے رضوان کے خاندان کی پوری حقیقت جاننے کے بعد ایک دن اپنی بہن سیمہ سے پوچھ لی۔

سیمہ میں جو کچھ بھی تمہارے اور رضوان کے بارے میں سن رہا ہوں اس کی سچائی میں تمہاری زبان سے سننا چاہتا ہوں۔

اوپر تو کئی دنوں سے آپ اسی لیے اتنے سنجیدہ نظر آ رہے تھے۔ بھائی جیل آپ تو جانتے ہی ہیں کہ ہم جس علاقے میں اور جن لوگوں کے درمیان رہتے ہیں وہ جاہل اور غیر تعلیم یافتہ لوگ ہیں۔ ایسے لوگ دوسروں کے گھروں میں جھانکنا اور دوسروں کے معاملات میں دخل دینا اپنا حق سمجھتے ہیں رضوان کا اور میرا صرف اتنا تعلق ہے کہ وہ باہر جانے کے خواہش مند لوگوں کو میرے پاس لاتا ہے اور میں اس کے عوض اسے کمیشن دیتی ہوں۔ اس کے علاوہ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

سیمہ نے اپنی طرف سے افسر کو یہ یقین دلانے کی پوری کوشش کی کہ ان افواہوں میں کوئی سچائی نہیں ہے۔ تب افسر نے سیمہ کو یہ بات صاف طور پر سمجھا دی کہ اسے رضوان جیسے ان پڑھ اور غیر مہذب شخص کے ساتھ شادی کرنے کی اجازت کسی بھی قیمت پر نہیں دی جائے گی۔

سیمہ نے بھائی کو الٹی سبدمی پٹی پڑھا کر یہ یقین دلایا تھا کہ رضوان سے علاوہ برائے ریشہ کی اور کوئی تعلق نہیں ہے جبکہ حقیقت یہ تھی کہ

دلی واپس آنے کے بعد سیمہ نے میں پاور ہسٹل کی کرنے کا ایک دفتر اپنے مکان کے پیچھے والی رکھن میں کھول لیا۔ اس کا نام اس نے روزگار رہائش رکھا جہاں سے وہ لوگوں کو عرب ممالک میں نوکری کے لیے بھیجتے تھے۔ کچھ ہی دنوں میں اس کا یہ کاروبار اتنے پیانے پر چلنے لگا۔ مسز جو کس بھی اپنی بیٹی کی ترقی دیکھ کر بہت خوش تھیں۔ انہیں اس بات پر ناز تھا کہ ان کی چھوٹی بیٹی بہت قابل اور سمجھدار لڑکی ہے اور ایک دن یہ ضرور اپنا اور اپنے باپ کا نام روشن کرے گی۔

اب انہیں رات دن صرف یہی فکر کھائے جاتی تھی کہ اس کے قابل کوئی لڑکا مل جائے تو وہ اس کی شادی کے فرض سے بھی فارغ ہو جائیں لیکن سیمہ نے یہ کہہ کر بات ختم کر دی کہ جب مجھے شادی کی ضرورت محسوس ہوگی تو میں خود آپ کو بتا دوں گی ابھی آپ کچھ نہ کریں۔

اسی دوران سیمہ کے بھائی افسر کو پتا چلا کہ سیمہ جامع مسجد کے ہی ایک لڑکے رضوان کے ساتھ بہت زیادہ دیکھی جا رہی ہے جبکہ رضوان ایک غریب خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ اس نے سیمہ سے کافی رقم بھی لے لی ہے۔

رضوان کو: گوگل شاہ: نیا محل جامع مسجد پر رہتا ہے۔ اس کے والد کا نام احسان فریٹی ہے۔ رضوان پہلے نو میٹ کی دکانوں پر مرضی سیلائی کا کام کرتا تھا لیکن اب اس نے غازی پورہ میں مرغوں کی ازمنت کر لی ہے اور ایک کار بھی خرید لی ہے۔ افسر کو یقین ہو گیا کہ رضوان کے خاندان میں مالی اعتبار سے اتنی زبردست تبدیلی اس کی

میں پہلے اپنی قریشی برادری کی لڑکی سے شادی کروں۔ اس کے بعد اسے طلاق دے کر تم سے شادی کروں یہ سن کر سیمائے میں رو گئی۔ اس نے رضوان سے کٹنی احتجاج کیا لیکن اس کی ایک نہ چلی۔

دوسرے کو رضوان کی شادی میرٹھ کے رئیس احمد قریشی کی لڑکی شکیلہ سے ہو گئی حالانکہ اس شادی سے سیمائے کے دل کو شدید ہچکا لگا تھا لیکن رضوان کی چاہ میں وہ اس غم کو بھی برداشت کر گئی۔ اس دوران رضوان نے سیمائے کا دل لینے کی خواہش ظاہر کی۔ اس نے دوسرے دن ہی رضوان کو کارولوا دی۔ اکثر اوقات وہ اپنے کاروبار کے لیے سیمائے سے رقم مانگا کرتا تھا اور سیمائے چوں چوں اس کا ہر مطالبہ پورا کرتی رہتی تھی۔ اس کے دل دماغ میں یہ بات بسی ہوئی تھی کہ میرا جو بھی کچھ ہے اس پر رضوان کا پورا پورا حق ہے جبکہ رضوان کا رویہ اس کے شیئیں مفکمانہ نہیں تھا۔

ایک بار سیمائے غازی پور سے رضوان کے ساتھ کار میں آرہی تھی۔ راستے میں کسی بات پر دونوں میں تکرار ہو گئی۔ پھر بات اتنی بڑھی کہ اس نے کار میں ہی مار پیٹ کر اسے نیچے اتار دیا اور کار لے کر چلا بنا۔ سیمائے کسی طرح اطلاع دے کر اپنی بڑی بہن کو بلوایا جس نے اسے اسپتال میں داخل کر لیا۔ اس کی امی اور بھائی کو پتا چلا تو وہ بھی اسپتال پہنچے اسے دیکھ کر اس کی ماں اور بھائی کی آنکھوں میں غصہ سے خون اتر آیا لیکن سیمائے نے ماں اور بھائی کا یہ کہہ کر غصہ ٹھنڈا کر دیا۔

سیمائے اور رضوان کے درمیان محبت کے رشتے قائم تھے اور وہ ایک دوسرے کو اپنا شریک سفر بنانے کے لیے موقع کی تلاش میں تھے۔

رضوان اور سیمائے کے تعلق کا آغاز اس وقت ہوا جب وہ ایک رشتے دار کو سعودیہ بھیجنے کے چکر میں اس کے روزگار ریسٹینٹ میں آیا تھا اس کے بعد سے رفتہ رفتہ دونوں ایک دوسرے کے پریم جہل میں چھتے گئے سیمائے رضوان کی چاہت میں ایسی کھوئی کہ اسے رضوان کی حقیقت جاننے کی فرصت ہی نہ ملی۔

ایک بار ممبئی میں رضوان کا پولیس والے سے جھگڑا ہو گیا جس کے نتیجے میں اسے گرفتار کر لیا گیا۔ تب رضوان نے سیمائے کو فون کیا۔ اس کی گرفتاری کی اطلاع ملتے ہی وہ بے چین ہو گئی۔ آخر بذریعہ جہاز ممبئی پہنچی اور رضوان کو چھڑا کر دہلی لے آئی۔

بتایا جاتا ہے کہ سیمائے خفیہ طور پر رضوان سے نکاح بھی کر لیا تھا جس کے بارے میں اس نے کسی کو کچھ نہیں بتایا تھا۔ رضوان نے اسے یقین دلایا تھا کہ وہ بہت جلد سب کے سامنے اسے اپنی بیوی تسلیم کرے گا۔ اور اپنے گھر لے جائے گا۔ سیمائے عرصے سے اس بات کا انتظار کر رہی تھی لیکن ابھی تک رضوان کی طرف سے اس سلسلے میں کوئی پیش قدمی نہیں ہوئی تھی۔ جب بھی سیمائے اس سے اس سلسلے میں بات کرتی وہ بہانے کر کے اسے ٹال دیتا۔

آخر سیمائے نے حد اصرار پر ایک دن رضوان نے اسے بتایا کہ میرے ماں باپ کی یہ ضد ہے کہ

ہے آج رات کو میں رہا نہیں نہ آنکوں۔ اس لیے آپ میری طرف سے بالکل پریشان نہ ہوں۔

تین دن گزر جانے کے بعد بھی جب سہا نہیں نہیں لوئی تو میں کو تشویش ہوئی حالانکہ اس نے فون پر میں سے کہہ دیا تھا کہ میری طرف سے کوئی فکر نہ کریں مگر ایک دو دن تو میں نے اطمینان رکھا لیکن پھر اسے گھبراہٹ ہونے لگی پھر یکایک جامع مسجد علاقے میں یہ خیریت تیزی سے پھیلنا شروع ہو گئی کہ سہا کو قتل کر دیا گیا۔

ان خبروں سے پریشان ہو کر اس کا بھائی افسر ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اسے اس سلسلے میں کیا کرنا چاہیے کہ ایک دن وہ پیر کو کسی گمنام آدمی نے اسے فون کر کے بتایا کہ رضوان نے خیریت عرف سہا کا قتل کر کے اسے دیہی پولیٹیکل بارڈر کے پاس کسی جگہ پھینک دیا ہے۔ افسر کو اس بات کا اس لیے یقین ہو گیا کہ اس کی ماں نے اسے بتایا تھا کہ رضوان کے گھر والوں نے یہ کہہ کر اپنے رشتہ داروں میں مصلحتی تقسیم کی ہے کہ انہیں ایک بہت بڑی پریشانی سے نجات مل گئی ہے۔

مسز جوئیس اپنے بیٹے افسر کو لے کر تھانہ جامع مسجد رپورٹ لکھوانے گئیں تو ایس ایچ او نے کہا کہ پہلے آپ سہا کو تلاش کر کے تصدیق کر لیں کہ یہ خبر سچ ہے تبھی ہم رپورٹ لکھیں گے۔ چاروں طرف سے مایوس ہو کر دونوں ماں بیٹے رات کے گیارہ بجے کے قریب پھر تھانے گئے تب پولیس نے سہا کے قتل کی نامزد رپورٹ درج کی۔

3 جولائی کو افسر کو پھر کسی گمنام ترمی نے فون کیا

میں رضوان کے خلاف کوئی بھی کارروائی نہیں کروں گی اور نہ ہی ترمی کو کسے روں گی۔

ہسپتال سے گھر آنے کے بعد سہا ایک بار پھر رضوان کی لپچھے دار باتوں میں آگئی اور اس کی چٹکنی چڑھی باتوں میں آکر اس کی تمام زیارتیں فراموش کر گئی۔ مگر اب سہا رضوان سے فیصلہ کن بات کرنا چاہتی تھی۔

29 جون کو رضوان اپنے باپ کے ساتھ سہا کے آفس میں آیا تو ان میں آپس میں خوب ٹھکارا ہوئی اور پھر بات اتنی بڑھی کہ آپس پاس کے لوگ اکٹھا ہو گئے۔ انہوں نے سمجھا جگا کر معاملہ رفع دفع کرایا اور دونوں باپ بیٹے غصے سے آگ بگولہ ہو کر چلے گئے۔

کچھ دیر کے بعد رضوان سہا کے پاس آیا اور جو کچھ ہوا تھا اس کے لیے معافی مانگ کر سہا سے کہا کہ اب وہ سب لوگوں کے سامنے اپنی شادی کا اظہار کرنے والا ہے۔ وہ کل چلنے کے لیے تیار رہے۔

20 جون کو جب سہا ساج منور کو جاری تھی تو اس نے اپنی ماں کو بتایا کہ آج مجھے رضوان اپنی بیوی کے طور پر اپنے گھر لے جائے گا اور میں اس کے گھر پر اس کی بیوی کی طرح رہوں گی یہ سن کر اس کی ماں بہت خوش ہوئیں اور اسے دعا دے کر رخصت کیا۔

وہ پھر کو قتر بنا دو بیچ سہا کا فون آیا اس نے میں کو بتایا کہ میں پنہپہ بیچ کے اگر وال سوبہ سے فون کر رہی ہوں۔ رضوان بھی میرے ساتھ ہے۔ میں اس کے ساتھ میرٹھ جاری ہوں ہو سکتا

کے سرسرد نہیں قریشی وغیرہ کے نام مقدمہ درج کیا گیا۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ سے یہ بھی پتہ چل گیا تھا کہ سیمہ کا قتل 30 جون کی رات کو کیا گیا تھا۔

11 جولائی کو رضوان ارشد اور سکلفام قریشی نے خود کو عدالت میں پیش کر دیا اس کے باوجود لنک روڈ پولیس نے اس کیس کی تفتیش میں کوئی دلچسپی نہیں لی۔

آخر 18 جولائی کو ایس پی راضیہ کے حکم پر ردمن سنگھ نے سی جے ایم کی عدالت میں مجرموں کو رہنمائے پر دینے کی درخواست کی جو منظور نہیں ہوئی لیکن 25 جولائی کو ڈسٹرکٹ جج مسٹر بھنور سنگھ نے درخواست منظور کر کے رضوان کو چار گھنٹے کے رہنمائے پر دے دیا۔

رہنمائے کے دوران سختی سے پوچھ تاچھ کرنے پر رضوان نے اعتراف کیا کہ اس نے ہی سیمہ کا قتل کیا ہے۔ رضوان نے تفصیل سے بتایا کہ سیمہ عیسائی تھی اور میرے خاندان کے لوگ اسے کسی بھی قیمت پر میری بیوی کے روپ میں قبول نہیں کر سکتے تھے جبکہ سیمہ بھند تھی کہ اس کو سب کے سامنے میں اپنی بیوی کے طور پر پیش کروں۔ آخر مجبور ہو کر ہم نے اسے بیٹہ کے لیے اپنے راستے سے ہٹانے کا منصوبہ بنایا اور اسی منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے سب سے پہلے ہم لوگ سیمہ کو گنگا جمن پوٹری فارم غازی پور لے گئے اور وہیں گولی مار کر اس کا قتل کر دیا گیا۔ پھر ہم نے اس کی لاش صاحب کٹہا کے پاس لے جا کر پھینک دی جس کے لیے میں نے اپنی ٹائیسیرا کار نمبر ڈی این سی 7038 کو استعمال کیا۔

اس نے بتایا کہ سیمہ کی لاش رضوان کے رشتے داروں نے صاحب آباد میں کسی جگہ پھینک دی ہے۔ تب انفراسپنر رشتے داروں اور دوستوں کے ساتھ غازی آباد کے لنک روڈ تھانے پہنچے۔ جہاں سیمہ کی لاش کا پتہ چل گیا۔ انسپکٹر وردن سنگھ نے بتایا کہ صاحب آباد کے رہنے والے ایک شخص امیش کمار نے تھانے میں اطلاع دی تھی کہ لنک روڈ پر ساگر سواری کی ٹیکسٹی کے پاس ایک عورت کی لاش پڑی ہے۔ تب پولیس نے وہاں پہنچ کر کافندی خانہ پڑی کی۔ اس کی شناخت کے لیے بھی کوشش کی لیکن جب کوئی اسے شناخت نہ کر سکا تو اس کی لاش مزید مومن اسپتال میں بحفاظت رکھا دی۔

لاش کو دیکھتے ہی اس کی ماں اور بھائی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ سیمہ کے دو گولیاں ماری گئی تھیں ایک سر میں اور ایک گردن میں پو سٹ مارٹم کے بعد سیمہ کی لاش کو ماں اور بھائی کے سپرد کر دیا گیا۔ سیمہ کے رازمین نے سیمہ کے قتل کی رپورٹ لنک روڈ پولیس تھانے میں نامزد رپورٹ درج کرانا چاہی تو وارنڈہ جی نے صاف انکار کر دیا کہ یہ قتل کیس ہمارے علاقے میں نہیں ہوا ہے تب سیمہ کی ماں اور بھائی غازی آباد کے ایس ایس پی سنندھ کمار گرگ اور ایس پی راجیش کمار سنگھ سے ملنے اور انہیں مفصل حالات سے آگاہ کیا۔

اب انہوں نے نے لنک روڈ تھانہ کو مقدمہ درج کرنے کی ہدایت کی تب کہیں جا کر تھانہ لنک روڈ میں رضوان اس کے والد احسان قریشی بھائی سکلفام قریشی اور عرفان قریشی کے علاوہ رضوان



سچہ..... شمع پروین

ایک طرف بیٹے کی محبت اسے اس لڑکے سے ایک بار مل لینے کے لیے اکسارتی تھی تو دوسری طرف اسرار کی موت والا واقعہ اسے پیچھے دھکیل رہا تھا۔ اس اوجیز میں میں سارا دن نگل گیا۔

شام کو امی نے یہ بات اپنے بھائیوں کو بتائی۔ اسرار کے زندہ ہونے کی بات پر انہیں قلعی یقین نہیں ہوا۔ انہوں نے اسرار کو سمجھایا کہ ممکن ہے

اسرار نام کا کوئی دوسرا لڑکا ہو۔ اس لیے ات کسی کی بات کا اس طرح یقین نہیں کرنا چاہیے۔

اس رات امی ایک لمحے کے لیے نہ سو سکا۔ آنکھیں بند کرتے ہی اسرار کا معصوم چہرہ اس کی نگاہوں میں گھومنے لگا۔ ابنا محسوس ہوتا جیسے وہ کہہ رہا ہو کہ اب میں مرا نہیں میں زندہ ہوں۔ اسی طرح کہ کوئیں بدلتے ہوئے رات گزر گئی۔

دوسرے دن امی اپنے بھائی جبار اور سنا کر ملے کر خوش بخت رائے مارکیٹ آیا۔ اس مارکیٹ میں پہلے جبار کی پینچل پیڈیو ز نام سے ایک دکان تھی اس لیے وہ زیادہ زور کا دائروں سے واقف تھا۔ وہاں جا کر وہ لوگ ملے اور لڑکے لائی سے ملے۔

لالی نے بتایا کہ وہ لڑکا محبوب اسٹوڈیو میں بیٹھا ہے۔ امی نے جبار کے ساتھ ہی لالی کو بھیج کر

بات یہ ہے کہ کل میرے بیٹے لالی کی دکان پر ایک لڑکا آیا تھا۔ اس نے اپنا نام اسرار بتایا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ اسی ضلع کا رہنے والا تھا۔ لیکن برسوں پہلے اپنے ماں باپ سے بچھڑ گیا تھا۔

نم کیا کہنا چاہنے ہو بھائی ملے۔ امی خاں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

امی بھائی کہیں وہ لڑکا تمہارا بیٹا اسرار تو نہیں ہے۔

یہ نم کیا کہہ رہے ہو۔ وہ میرا اسرار کیسے ہو سکتا ہے۔ نم تو جانتے ہی ہو میرا اسرار اس دنیا سے کب کا رخصت ہو چکا ہے۔ کہتے کہتے امی خاں کی تہ از بھر آئی۔

ملے اس کی ڈھارس بندھاتے ہوئے بولا۔

میرے کام کو امی بھائی اللہ سب کی سناتا مجھے یقین ہے تمہارا بیٹا مرا نہیں زندہ ہے۔ نم ایک بار اس لڑکے سے مل کر دیکھو ہو سکتا ہے وہی تمہارا بیٹا اسرار ہو، جسے وہ لڑکا کل مارکیٹ آئے گا۔

امی سوچ میں ڈوب گیا۔ اتنے سالوں بعد کوئی اسرار کے زندہ ہونے کی خبر دے گا۔ یہ اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔ وہ شش و پنج میں جکھا ہو گیا۔



امامی کی آنکھیں بند آئیں۔ اسے یقین سا ہونے لگا کہ وہ اس کا بیٹا اسرار ہی ہے۔ کیونکہ ایسے ہی نشان بچپن میں اس کے جسم پر بھی تھے۔ وہ اپنے بیٹے کو سینے سے لگانے کے لیے بڑھا لیکن پھر کچھ سوچ کر رک گیا اور اس سے پوچھا۔
بیٹا تمہارا نام کیا ہے؟
اسرار۔

اسے بلوایا۔
تھوڑی ہی دیر میں وہ لڑکا آگیا۔ امامی نے اسے اوپر سے نیچے تک بہت غور سے دیکھا وہ اکھرے بدن کا سانولا سا لڑکا تھا۔ اس کی عمر بیس اکس سال کی رہی ہوگی اس کی ناک کے نیچے بائیں طرف فل تھا، دایاں ٹخن چھدا ہوا تھا اور دائیں پیر کے اٹوٹھے پر چلے ہوئے کا نشان تھا۔ یہ سب دیکھ کر

لے لیا۔ بس اس نے امی کو بنواری کی بیوی سے ماہ بانٹے وہ ماں کہتا تھا۔ امی نے اسے جب یہ بتایا کہ اسرار اس کا بیٹا نہیں ہے تو وہ بھڑک گئی۔

تم نبوت بولنے ہو وہ میرا بیٹا ہے تم لوگوں نے میرے بیٹے کو امی سیدھی بی بی پر حاکم کر رکھا ہے۔

امی نے ہڈا نہیں کو بہت سمجھایا لیکن اس نے ایک نہ سنی وہ بھی کہتی رہی کہ اسرار اس کا

کھو ہوا بیٹا ہے۔ دونوں میں بہت دور تک بحث ہوئی۔ آخر میں بڑی مشکل سے ہڈا ان کی امی

اسرار اور ہڈا ان کی کو ساتھ لے کر اپنے گھر آیا۔ اسرار کے آنے کی خبر فوراً ہی سارے محلے میں

پھیل گئی۔ سبھی اسرار کو دیکھنے دوڑ پڑے دیکھتے ہی دیکھتے امی کے گھر میں پہنچ جاتے تھے۔

امی کی بیوی کو اسرار کی شناخت کے لیے بلوایا گیا۔ اس نے صبح کے سامنے اسرار کی شناخت

کی شناخت کے دوران ہڈا ان کی نے اسرار کو اپنے پیچھے کھڑا کر لیا۔ جس سے امی کی بیوی اسے دیکھ

نے سکے پھر ہڈا ان کی نے اس سے اسرار کی پہچان بنانے کے لیے کہا۔

امی کی بیوی نے اسرار کے جسم پر جہاں غو نشان تھے بنا دیے۔ دیکھتے جاتے پر وہ نشان اپنی

جگہوں پر پائے گئے۔ لیکن ہڈا ان کی یہ بات نہ مانتی تھی۔ اسرار کو اپنا بیٹا ہی کہتی

رہی۔ امی کی مخالفت کرنے پر اس نے ہنگامہ کھڑا کر دیا۔ بات بغلیات تک پہنچی۔ معاملہ طے نہیں

سو رہا تھا۔ امی کی بیوی ہڈا ان کی اسرار پر اپنا اپنا حق بنا رہی تھیں۔

آخر اسرار کس کا بیٹا ہے؟ یہ جاننے کے لیے

تم کہیں کے رہنے والے ہو؟ گھر تو میرا کھیم پور میں ہی ہے۔ لیکن میری پردیش نہیں میں ہوئی ہے۔ آج کل میں وہیں رہتا ہوں۔ اسرار نے بتایا۔

دراصل میں بچپن میں اپنے خاندان سے مجھے گھبراہٹ تھی۔

کھیم پور میں نہاں اگر کس جگہ پر ہے؟ پادے پور میں چنڈت بنواری میرے باپ

تھے۔ لیکن تم تو مسلمان ہو؟ امی نے حیرت سے سوال کیا۔

میں مسلمان نہیں ہندو ہوں۔ چونکہ مجھے ایک مسلمان نے بالا تھا اس لیے میرا نام ایسا

ہے۔ بہ سن کر امی پر اوس پڑ گئی۔ اس کی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا۔ لیکن نہ جانے کیوں اس کا

دل کہہ رہا تھا کہ وہ جو ان کی کا بیٹا ہے۔ پھر اس کی بہت سی باتیں اسرار سے میل بھی کھاتی تھیں

امی نے اس سے کہا۔ بننا لگتا ہے تمہیں دھوکا دیا ہے۔ تم میرے

بیٹے اسرار ہو؟ اسرار چونک پڑا اور بولا۔ آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں؟

اس پر امی نے اسے ساری باتیں بتائیں۔ جنہیں سن کر اسرار کسی سوچ میں ڈوب گیا اور

اس کے دل میں بھی شبہ پیدا ہو گیا کہ ممکن ہے وہ غلط جگہ پر پہنچ گیا ہو اور جنہیں وہ اپنا ماں باپ

سمجھتا تھا وہ اس کے کوئی نہ ہوں۔ امی کے کہنے پر اسرار ان لوگوں کو پادے پور

لے گیا۔

امی کے کہنے پر اسرار ان لوگوں کو پادے پور

کر لائے۔ امی نے غصے سے کہا۔

امی کی بیوی نے جبار کو اسے بلائے بھیج دیا۔ جبار نے اسرار کو اس پاس تلاش کیا لیکن وہ نہیں ملا۔ پھر جبار نے سوچا۔ ایسا تو نہیں کہ اسرار گھر میں ہی کہیں سو رہا ہو۔ وہ لوٹ آیا۔ اسرار کو گھر میں سب جگہ دیکھا گیا۔ لیکن وہ گھر میں نہیں تھا۔ اب امی کو فکر ہوئی آخر کہاں چلا گیا۔ گھر کے لوگ اسرار کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ انہوں نے بھی ممکنات مقابلتہ پر اسرار کو ڈھونڈا۔ اس کے ساتھ کھیلنے والے لڑکوں سے پوچھنا چھ کی گئی۔ لڑکوں کا کہنا تھا کہ اس شام اسرار ان کے ساتھ کھیلنے نہیں آیا تھا۔ پھر وہ کہاں چلا گیا؟

امی گھبرا گیا۔ اسرار لٹا ہوا بھی نہیں تھا کہ اس کی کہیں دور جانے کی امید کی جاسکتی اس وقت اس کی عمر صرف پانچ سال کی تھی۔ ساری رات اسرار کی تلاش ہوتی رہی لیکن اس کا کوئی سراغ نہیں ملا۔ امی کی ماں اور بیوی کا روتے روتے بڑا حال تھا۔

دوسرے دن اسرار کی تلاش میں گاؤں کے لوگ بھی شریک ہو گئے۔ اس پاس کے رہنے والے تمام رشتہ داروں سے پوچھنا چھ کی گئی لیکن اسرار کا کوئی پتہ نہیں چلا۔ ان دنوں کیرنی کے علاقے میں ایک گزر گچھ کاہست دور تھا رات میں گاؤں میں گھس کر وہ موشیوں کو مار ڈالتا تھا۔ کہیں اسرار کو کی سوچ کر سب کانپ جاتے تھے؟

دھیرے دھیرے تین دن گزر گئے اس شام امی دن بھر اسرار کو تلاش کرنے کے بعد گھر لوٹا تھا جتنی ایک لڑکے نے آکر پوچھا۔

معاملہ کی تفصیل جانتا ضروری ہے۔

کھیم پور کھیری کے باشندے امی بیٹے سے کہنا ہیں۔ ان کے پاس 28 سالہ لڑکھنوی ہے چھ بھائیوں میں امی سب سے بڑا ہے۔ جبار کو چھوڑ کر اس کے سب دیگر بھائی بھی کھنٹی جڑی کرتے ہیں۔ جبار ریڈیو ٹرانسنز کی مرمت کا کام کرتا ہے۔ ان کی کھیری قصبہ میں خان ریڈیو نامی دکان ہے۔ اسرار امی کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ دونوں دوسرے بیٹے حبیب بارہ سالہ اور شفیق آٹھ سالہ گاؤں کے اسکول میں پڑھتے ہیں۔ اسرار پہلی اولاد تھا۔ اس لیے خاندان میں سب کا دلدار تھا۔ اسرار کی داؤی تو اس پر جان چھڑکتی تھی۔ وہ ہر وقت اسرار کو اپنی چھائی سے لگائے رکھتی تھی۔ اس لاڈ و پیار نے اسرار کو ضدی بنا دیا تھا۔ وہ جس چیز کے لیے پک جانا سے لے کر ہی مان تھا۔

5 اکتوبر 73ء کی بات ہے شام کو امی جب کھیت سے واپس آیا تو اسے اسرار گھر پر نہیں دکھائی دیا۔ یہ سوچ کر کہ وہ کہیں باہر کھیل رہا ہو گا۔ اس نے کوئی پوچھنا چھ نہیں کی وہ دن بھر کے کام سے تھکا ہوا تھا۔ اس لیے چارپائی پر لیٹ کر آرام کرنے لگا۔ لیٹے لیٹے ہی اس کی آنکھ لگ گئی۔ تقریباً سات بجے اسے کھانا کھانے کے لیے ڈگایا گیا۔ کھانا کھاتے وقت امی نے اپنی بیوی سے پوچھا۔

اسرار نے کھانا کھالیا؟ دو بیوی۔

وہ تو کھینے نکلا ہے ابھی واپس نہیں آیا ہے۔

کہا ابھی تک باہر ہے اور تم سب لوگ بے فکری سے گھر میں بیٹھے ہو جاؤ جبار سے کہو اسے بلا

چچا اسرار کا پتہ پتہ چلا؟
نہیں بیٹا ابھی تک کوئی پتہ نہیں چلا۔

چچا ہمارے کھیت میں دھان کے دھیرے پر یہ
تعویذ ملائے رکھو ب اسرار کا تو نہیں ہے؟

تعویذ دیکھتے ہی امای لرز کر رہ گیا۔ وہ تعویذ
اسرار کا ہی تھا۔ تعویذ کا کھیت میں ہائے جانے کا

مطلب یہ تھا کہ واقعہ والے دن اسرار کھیت پر
تھا۔ امای سوچ میں پڑ گیا۔ آخر اسرار اس کھیت میں

کیوں گیا تھا؟ وہ کبھی وہاں نہیں جانا تھا کہیں ایسا تو
نہیں اسرار نکل گئے کا شکار بن گیا ہو اور وہ اسرار کو

مار کر کھیت میں چھپت لے گیا ہو جہاں اس کی
گروں سے تعویذ نکل کر گر پڑا ہو؟

گھمروالوں کو بھی جب اس واقعہ کا علم ہوا تو
کہرام مچ گیا۔ فوراً ہی یہ خبر سارے علاقے میں

پھیل گئی لوگ فوراً لائین، مارچ اور لائیاں لے
کر اسرار کی لاش کی تلاش میں نکل پڑے۔ انہوں

نے ہر جگہ چھان ماری لیکن اسرار کی لاش کہیں
نہیں ملی۔ سب کا یہی خیال تھا کہ نکل چکے نے

اسرار کو مار کر کھالیا ہو گا۔
امای کے کنبے کو اسرار کے ملنے کی امید بھی ختم

ہو گئی۔ دھیرے دھیرے کئی سال بیت گئے۔ اس
دوران امای وہ بچوں کا باب بن گیا اور اب ٹھیک

چودہ سال کے بعد امای کے دل میں اپنے کنبے
ہوئے بیٹے اسرار کی یاد نیر ناز ہو گئی۔ اب سوال

پیدا ہوا تھا کہ اسرار کس کا بیٹا ہے۔ چودہ سالوں
تک وہ کہاں رہا اور پھر نصیب پور تیسے واپس آیا۔ اس

بابت اسرار نے جو کچھ بتایا اس کے بیان کے
مطابق یوں ہے۔

ہوٹن استیجائے کے بعد میں نے اپنے آپ کو
مہنی میں پایا۔ وہاں میں حسیب خاں کے پاس رہنا

تھا۔ انہوں نے ہی میری پرورش کی تھی۔ میں
حسیب خاں کو ہی اپنا باپ سمجھتا تھا وہ بھی مجھے سکے

بیٹے کی طرح چاہتے تھے۔ انہوں نے مجھے کبھی کسی
بات کی کمی محسوس نہیں ہونے دی۔

مگر وہ گاؤں کے ایک چل کے کارخانے میں کام
کرتے تھے۔ ان کا اس دنیا میں میزے علاوہ اور کوئی

نہیں تھا۔ وہ کہاں کے رہنے والے تھے یہ مجھے بھی
معلوم نہیں تھا۔

حسیب خاں یوں تو بے حد شریف انسان تھے
لیکن انہیں ایک بہت بڑا عیب تھا وہ شراب

کرتے تھے۔ ان کی یہ عادت انہی بڑھی کہ وہ دن میں
بہت پی پیٹے گئے اور کام پر نہ جانے کے سبب کھانے

کے لالے پڑ گئے۔ اس وقت تک وہ سمجھدار ہو چکا
تھا۔ اس لیے روز بھر کی تلاش میں مصروف

ہو گیا۔ زیادہ شراب پینے کی وجہ سے وہ بیمار رہنے
لگے۔ میں نے ان کا بہت علاج کرایا لیکن کوئی

فائدہ نہیں ہوا۔
ان کی حالت ان دنوں بہت

خراب تھی۔ اس دن انہیں وہاں لا کر کام پر چلا گیا۔
وہ پھر فطریہ بارہ بچے میرے ایک دوست نے آکر

مجھے بتایا کہ میرے والد کی حالت زیادہ خراب
ہو گئی ہے۔ انہوں نے مجھے گھر بلایا تھا۔ میں گھبرا

گیا۔ کارخانے سے چھٹی لے کر بھاگتا ہوا گھر
پہنچا۔ مجھے دیکھنے ہی ہوئے۔

بیٹا تھپس ایک خاص کام سے بلایا ہے بیٹا مجھے
گنا ہے کہ میں تھوڑے ہی دنوں کا مہمان ہوں نم

یہ ایک راز کی بات ہے۔ حبیب خان کے روتے ہوئے میں کسی طرح اسے اپنے سینے میں دبائے ہوئے تھی۔ لیکن اب تو بتانا ضروری ہے۔ سنو تم حبیب خان کی اولاد نہیں ہو، تم اتر پردیش کے مکھن پور ضلع کے رہنے والے ہو، حبیب خان نے مجھے بتایا تھا کہ چودہ سال پہلے وہ مکھن پور گیا تھا وہیں تم اسے ملے تھے اور تم اپنے گھر کا راستہ بھول گئے تھے۔ حبیب خان نے تم سے نہارا اپنے ٹھکانے پر چھا لیکن تم سوائے اپنے نام کے اور کچھ بھی نہیں بتا سکتے۔ وہ تمہیں لے کر دن بھر مکھن پور کی سڑکوں پر بھٹکتا رہا۔ لیکن کوئی تمہیں پہچان نہ سکا چونکہ حبیب کے کوئی اولاد نہیں تھی اس لیے وہ تمہیں پولیس کے حوالے نہ کر کے اپنے ساتھ ممبئی لے آیا تھا۔

میں بے چین ہو گیا اپنے گھر والوں سے ملنے کے لیے۔ ایک ہفتے بعد ممبئی میں اپنے سارے کام ختم کر میں پھر مکھن پور کے لیے روانہ ہو گیا۔ 7 ستمبر میں میں مکھن پور پہنچا۔ مجھے اپنے گھر کا پتہ ٹھیکانہ نہ معلوم نہیں تھا سو دن بھر ادھر ادھر بھٹکتا رہا اسی دن میری ملاقات پیرا گاؤں کے علی احمد سے ہوئی۔ میں نے انہیں اپنی پوری کہانی سنائی اور ان سے مدد مانگی۔ علی احمد مجھے اپنے گھر لے گیا۔

ایک رات وہیں رہ کر میں دوسرے دن اپنے گھر کی تلاش میں تھا جس کے یہاں کوئی پتہ نہ تھا۔ سال قبل گم ہو گیا ہو۔ دن بھر تلاش کرنے کے بعد کوئی کامیابی نہیں ملی۔ پیارے پور کے بخاری اور ان کی بیوی نے پیرا گاؤں جا کر مجھ سے ملاقات

ایک کام کرو میں نے اپنے روتے وقت کے لیے رشید سینھ کے پاس چار ہزار سات سو روپے جمع کئے ہیں تم جا کر رو پے لے آؤ۔

ان کی حالت دیکھ کر میں انہیں اکیلا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ لیکن ان کے کافی زور ویسے پر میں رشید سینھ کے پاس چلا گیا اور ان سے روپے لے لیے۔ میں جیسے لے کر لوٹ رہا تھا راستہ میں شایمیر سینھ رانا تھا اس میں ضمن جکرو رتی کی فلم ڈانس ڈانس گلی بھی میرا دل فلم دیکھنے کے لیے بہ قرار ہو گیا اور کٹ لے کر فلم دیکھنے لگا۔

رات ساڑھے نو بجے جب فلم ختم ہوئی تو میں لوکل ٹرین سے گھر پہنچا۔ تب تک لہا کی طبیعت کافی خراب ہو چکی تھی۔ میں دوڑ کر اپنے پڑوسی اعتبار کی ماں کو بلا کر لایا انہیں والد کے پاس بٹھا کر خود ڈاکٹر کو بلانے سے استہمال بھاگا۔ ہسپتال کے ڈاکٹر معروف تھے اس لیے نرس نے مجھے انتظار کرنے کے لیے کہا۔ رات ساڑھے دس بجے میں ڈاکٹر کو لے کر گھر پہنچا لیکن تب تک بہت دیر ہو چکی تھی۔ میرے سر سے باپ کا سلیہ اٹھ چکا تھا۔ میں ان سے لیت کر بہت روایا دوستوں نے مجھے کسی طرح حوصلہ دلایا، دوسرے دن میں نے ان کی تجویز و تدفین کر دی۔

اب میں اپنے آپ کو بالکل تباہ محسوس کر رہا تھا۔ پندرہ دن گزر گئے۔ ایک دن میں امتیاز کے گھر گیا اس کی ماں مجھے بہت چاہتی تھی میری اداسی دیکھ کر انہوں نے مجھے سمجھایا۔

بنامبر سے کام لو اور گھبراؤ نہیں ایک نہ ایک دن تمہیں اپنا گھر ختمہ ان مل جائے گا۔

موتیوں کا فوٹو لے گا اور سارا رنڈو اس کی جھولی میں لپیٹ کر صرف صبح و شہاب میں اتارے گا۔ مثال کے طور پر ان کی رنگین مزاحیہ کے چہرے بھی عام تھے۔ ان دونوں عورتوں کا سناٹا تھا۔ راجہ سے اور لپیٹ کا۔ عاشق پر موند سے پلار با تھا اور جب بھی ان کو ملنے ملتا تو سب کی کمر بانی کے لئے لڑتے تھے۔ راجہ ان دونوں سے جموٹی تھی۔ وہ ان کی ان حرکتوں سے خود لڑاں تھی۔ دونوں بھینسوں کی باک میں حقیر کو کسی طرح اپنی جھولی میں لپیٹ کر بند کر کے لیں۔ ایک دن ایک بے رستہ اور بیکار کی بھینس انہیں ایک کرکٹ کو بھی وہ اپنے دونوں عاشقوں کا ایک لڑکے کے مدد کو بھی لکھ پڑے آئیں۔ دونوں بھینسوں کو اپنے اپنے عاشقوں کو لے کر الگ الگ گھروں میں بند ہو گئیں اور مدد کو کسی خیر انداز سے اشارہ کر کے ریتا کے پاس جموٹی رنگین مدد سے دونوں بڑی بھینسوں کی خدمت اور تہنایا کا فائدہ اٹھا کر نیا کرکٹ پیدا کیا۔ لیکن ریتا اس کے لیے تیار نہیں ہوئی اور اس نے خود کہا دیا۔ دونوں بھینسوں اور ان کے عاشق بائرننگل آئے ریتا نے برا بھلا کہنے سے دھمکی دی کہ وہ ماں کو ساری بات بتائے گی۔ وہ دیکھو۔ ریتا ہمارا بلا سنیوں کی قہقہہ دید گواہ ہے اس لیے اسے ختم کر کے اس سے چٹکارا مارا۔ حقیر کو تہنایت خور دی ہے۔ ہر موند نے خود ہر پیش کی پہلے خود دونوں بھینسوں نے اس کے مخالفت کی لیکن ہر موند کی دھمکیوں کے آگے انہوں نے بھی اختیار ڈال دیا۔ صبح اندازان سب نے مل کر پہلے ریتا کے اٹھ پاؤں باندھے اور پھر پلار کے پاؤں باندھے۔ لڑکا دیا۔ بعد ازاں لاش اٹھا کر قریب کے ایک کوئٹہ میں چھپک دی گئی تاکہ اسے خود کشی تصور کیا جائے لیکن ان کی بد قسمتی سے ایک پولیس یہ سب دیکھ رہا تھا اس نے پولیس کو اطلاع دی۔ پولیس نے لاش برآمد کر کے دونوں بھینسوں کے خلاف قتل کا مقدمہ درج کر کے انہیں گرفتار کر لیا۔ یہ ۱۴ اپریل ۱۹۷۷ء کا واقعہ ہے۔



میری مہی نے پہچان لیے ہیں۔ مل باپ کو اپنی اولاد سے بڑی محبت ہوتی ہے۔ کبھی تو چند ماہ کی بچھے چھوڑنے پر تیار نہیں ہو رہی تھی۔ یہ تو بڑے بزرگوں کی کوشش تھی کہ وہ حقیقت تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئی۔ اب میں اپنے گھر میں ہوں اور خوش بھی۔

کی ان کا بھی بیٹا بچپن میں کس گم ہو گیا تھا میری شکل و صورت اور عمر ان کے بیٹے سے بہت میل کھاتی رہی۔ وہ دونوں مجھے اپنا بیٹا سمجھ کر اپنے گھر لے آئے اپنے گاؤں آکر انہوں نے میرے ملے کی خوشی میں پوجا کر دی اور بھائی تقسیم کی۔ میں بھی خوش تھا کہ مجھے اپنا گھر مل گیا وہ میرا نام بدل کر کوئی بیٹو دا نہ نام رکھنے کے بارے میں خود کر رہے تھے کہ میرے ساتھ ایک اور کہانی وابستہ ہو گئی۔

اب آخر میں اپنے صحیح مقام پر آ پہنچا ہوں۔ امی ہی میرے والد ہیں میرے جسم کے نشان



پیغامات

کوین ماہ ستمبر 2014ء

اس عنوان کے تحت آپ ہمیں اپنے عزیز و اقارب اور دوست احباب کو "ماہنامہ گنجی کہانی لاہور" کے ذریعے سے مختصر پیغام دے سکتے ہیں۔ گنجی کہانی لاہور کے متعلق آپ ہمیں اپنی آراء بھی دے سکتے ہیں۔ ہر پیغام کے ہمراہ اس ماہ کا کوین کٹ کر ارسال کریں۔ اگر آپ کو کوین نہ بھیجنا چاہیں تو 10 روپے کے غیر استعمال شدہ ڈاک ٹکٹ ارسال کریں۔ پیغام مختصر یعنی 10 سے زیادہ لائن پر مشتمل نہ ہو۔ ورنہ آپ کی تحریر شائع نہیں کی جائے گی۔ اگر آپ اپنی تحریر کے ساتھ اپنی تصویر شائع کروانا چاہتے ہیں تو 50 روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال کریں۔ جو خواتین اپنی تحریر کے ساتھ تصویر شائع کروانا چاہیں تو اپنے شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی لازمی روانہ کریں۔

کھنڈ انچارج پیغامات..... ماہنامہ گنجی کہانی 29 حبیب بینک بلڈنگ چوک، دو دہاؤ والا ہور

میرا پیغام محبت ہے.....!

بیادنت تارمین!

آئیے دکھ بانٹ کر ہم دلدور بننے کا جواز نکالیں۔

اس دنیا کو نفرت کی نہیں بلکہ امن، محبت، خلوص اور دوستی کی ضرورت ہے۔ کاش! ایسا ہو کہ میں دیکھی دنیا کے تمام دکھ بانٹ سکوں اور دیکھی لوگوں کو گلاب جیسی مسکھتی نایاب دوستی کا قندہ پیش کر دوں..... کاش! میں اس دنیا میں امن اور سکون پیدا کر سکوں..... کاش! میں تنہا اور دیکھی لوگوں کے لیے مشعل راہ اور امید کی ایک چمکتی کرن بن جاؤں..... کاش! میں کسی بے سہارا کا سہارا بن کر اس کی اداس اور پریشان زندگی کے دکھوں کو قبضوں اور مسکراہٹوں میں تبدیل کر سکوں.....

"زندگی بہت خوبصورت ہے" لیکن اس کی خوبصورتی کو محسوس کرنے کے لیے انسان کا "انداز" خوبصورت ہونا ضروری ہے۔ زندگی کی خوشیوں اور

خوبصورتیوں کو حاصل کرنے کے لیے ایک مہربان اور خوبصورت دوست ہونا بہت ضروری ہے جو کہ دکھ کھکھ کا ساتھی اور دوا دار ہو۔ تنہا انسان کی زندگی ویران اور کھنڈ دکھائی دیتی ہے جس کی کوئی دیکھ نہیں ہوتی۔ آئیے ہم دنیا کے دکھ بانٹ لیں اور دنیا کو محبت و دوستی بسائی جاوے اور دفا کا پیغام دیں۔ تمام دنیا سے تنہا خواتین حضرات کو ایک نیا حیات "مضبوط" پاکیزہ، روحانی دوستی کا بے لوث اور مخلصانہ تعلق قائم کرنے کے لیے دعوت عام ہے۔ یہ پیغام محبت صرف سچے لوگوں کے نام ہے۔ نور باؤ یا نام پاس حضرات زحمت گوارا نہ کریں۔ صرف سچے اور سیریس لوگ بذریعہ SMS رابطہ کریں۔ جواب لاؤنا ملے گا۔

☆ حسن بشیر موبائل نمبر 0321-6243546 سبھرات

☆ ☆ ☆

پیغام عرفان کھوسٹ کے نام

کر رہ جاتا ہے۔ زکوٰۃ کے نام پر غریبوں کا حق ہم مارتے ہیں۔ مزدوروں کا خون چوستے ہیں۔ کھانے پینے کی اشیاء میں ملاوٹ کرتے ہیں۔ جعل سازی کرتے ہیں۔ روٹے کا نقد میں مجروح کرتے ہیں۔ اسلامی قوانین کی ذلکے کی چوٹ پٹنی کرتے ہیں۔ بے حیائی اور نا انصافی کا دور دودھ ہے۔ حقوق العباد کا خیال نہیں رکھتے۔ دوسروں کا احساس نہیں کرتے۔ خوف خدا نہیں کرتے۔ کمزوروں پر ظلم کر کے نہ صرف ان کی جدائیدادیں چھینتے ہیں بلکہ غریبوں کی عزتوں سے بھی کھیلنے ہیں۔ انسانوں سے جبری مشقت بھی لیتے ہیں۔ انسانیت کی تہذیب کو باعث فخر سمجھتے ہیں۔ نماز نہیں پڑھتے اور حق حلال کی روزی کمانے والوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ باپ کے نافرمان ہیں لیکن بیوی کی اطاعت ضروری سمجھتے ہیں۔ ماں کے نافرمان اور ماور پد آواز ہیں۔ اسلامی تہذیب و تمدن اور توح کو فراموش کرنے والے ہم کون ہیں.....؟

قارئین.....! کبھی آپ نے سوچا ہے کہ ہم کون ہیں.....؟؟

اسلام کے نام پر حاصل کیے گئے اسلامی جمہوریہ پاکستان میں انصاف کا یہ عالم ہے کہ تھانوں میں مظلوم ہمیشہ زمین پر او دغا م صونے پر بیٹھا کوئلہ ذر تک پی رہا ہوتا ہے۔ جیلوں میں بند اکثریت سرمایہ دار جاگیر و طبقہ کے بے ادب لوگوں کی ہے۔ جو کوئی جرم کیے بغیر بھی لمبی قید محکوم رہے ہیں۔ مردہ گوشت سر عام فروخت کیے جانے کے واقعات تو عام ہیں لیکن اب ایک نئے پھیل چڑھ رہی دیکھی ہے کہ گدھے کا گوشت انسانوں کو کھلایا جا رہا ہے۔ فروخت عام ہے۔

میں آپ کا بیوا دلچ ہوں۔ آپ کے مزاج اور مزاج سے بہت متاثر ہوں۔ "اندھیرا جالا" میں آپ نے بہت اچھی اداکاری کی جو ہر ایک نے بہت سراہی کافی عرصہ سے آپ ٹی وی اسکرین سے غائب ہیں۔ آپ سے ریکوسٹ ہے کہ کسی ڈرامے میں اپنے فن کا مظاہرہ کریں۔ آپ کے بولنے کا انداز بہت عمدہ ہے۔

پلیز! زیادہ سے زیادہ ڈراموں میں حصہ لیں تاکہ ہم آپ کی پرفارمنس سے لطف اندوز ہو سکیں اور ناظرین کی ترستی ہوئی آنکھوں کی پیاس بجھ سکے۔ ہماری دعا کہیں آپ کے ساتھ ہیں۔

☆ چودھری قمر جہاں علی پوری

☆ معرفت زکریا سٹاڈیو لکسٹون لک لوہاری گیٹ ملتان ☆☆☆

ایک بھائی کی ضرورت ہے مجھے ایک پیارے سے بھائی کی ضرورت ہے۔ جس کی عمر 12 سے 15 سال ہو۔ مجھے نوٹ یا SMS کرے۔

☆ سندھ سبائیل نمبر 0044-7922838325 لندن

☆☆☆ ذرا سوچئے..... ہم کون ہیں؟

ابھی رمضان المبارک کا مقدس مہینہ شروع نہیں ہوا لیکن ہم مصنوعی ذخیرہ اندوزی اور گراں فروشی کا بازار گرم کر کے معاشرے میں قحط برپا کر دیتے ہیں۔ عام آدمی پھلوں گوشت اور ضروریات زندگی کو ترس

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم دل سے توبہ
استغفار کریں اور اچھا انسان بننے کی کوشش کریں۔ سچا
مسلمان اور محبت وطن پاکستانی نہیں۔ خدا ہمیں صراط
مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

سہ ماہی نمبر 0300-6242575 بحیرات

☆☆☆

عمورتوں کے نام

زوج کی عورت میں دنا غمیں ہے یہ میں اپنے

نجر۔ کوہِ نظر دکھ کر لکھ رہا ہوں حیرت ہے مہر سہی

آج ہر مرد سے پوچھ لیں وہ کسی نہ کسی عورت کی محبت میں جمل رہا ہے مگر عورت نے شکار کو ملنے اپنی راتیں گرم کر دی ہیں آخر یہ سب کہا ہے مریم کی بیٹی ایسی خوش نصیب تھی گاؤں گاؤں شہر شہر میں عورت عورت ہونے کا پورا پورا فائدہ اٹھا رہی ہے ہر امزدی شہروں کی فٹ پاتھوں اور پارک کے بچوں تک پھیل چکی ہے آخر ان کی ویسے کہا ہے؟

﴿ایم ریاض حسین۔۔۔۔۔ ایبٹ آباد﴾

حیاتی کہانی کے قارئین کے نام

میں ان دوستوں سے وہی کرنا چاہتا ہوں۔ جو
مخلص ہوں۔ میں تنہائی میں اکثر خود سے باتیں کرتا
ہوں..... میں چاہتا ہوں کہ کوئی میرا بھی اچھا دوست
سہا ہو..... جو ہر دکھ درد میں میرا شریک ہو..... نہ
جانے کیوں دل مرنے کی خواہش کرتا ہے۔ اس زندگی
میں تمہارا ہونا بڑا مشکل ہے اچھے اور دکھ وار دوستوں کی
تلاش ہے۔ میری ولی خواہش ہے کہ کوئی عمر بھر ساتھ
بھاننے والا دوست ہو جو دوستی کو سمجھے..... وہی ایک
پاکیزہ رشتہ ہے تا و مین رابطہ کریں۔

☆ ملک علی رضا 1590ء کا لونی، فہرست آباء

هواکلی نمبر 0300-8664070

0333-4170986

عزیز قارئین!

سلام خلاص! آپ کا اپنا خادم انسانیت سید راحت علی شاہ (روحانی سکالر) آپ کے کالم روحانی دنیا کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہے اور ہدیہ سلام پیش کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ پاک آپ کو اپنی امان میں رکھے (آمین)

نا کامیاں آپ کا مقدر ہیں۔۔۔۔۔؟ نہیں۔۔۔۔۔ بالکل نہیں۔۔۔۔۔ تو اس قدر مایوسی کیوں؟
 نا کامیاں نا اتفاقان گردش حالات تمام گھر لو کاروباری پریشانیاں تمام الجھنیں تمام رکاوٹیں خاوند کا نامناسب رویہ دشمنوں حاسدوں کا خوف اولاد کا نہ ہونا معذور پیدا ہونا بندش شادی بندش رشتہ ناطہ تعویذات جاوٹو نہ کا لا علم کے برے اثرات کی وجہ سے بربادی تمام روحانی جسمانی اور آسمانی بیماریاں مرگی ڈپریشن زینہ اولاد کے لئے رابطہ کریں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج میں اپنی زات کے حوالے سے مطمئن ہوں کہ وہی خواتین و حضرات اپنی زندگی خوشگوار مثالی اور پرسکون طریقے سے گزار رہے ہیں یہ علم حق کی سچائی کا ثبوت ہے کہ وہ اپنی منزلوں پر کامیاب و کامران دکھائی دیتے ہیں اور بارگاہ الہی میں میرے جیسے حقیر کے لئے دعائیں کرتے ہیں تاکہ میں وہی لوگوں کے مزید کام آسکوں ہم بھی مخلوق خدا قارئین! ہمارا مدد بھی کہانی کی خدمت کے لئے **0300-6483614** (24 گھنٹے موجود رہتے ہیں) تاکہ آپ ہم سے رابطہ کر کے فیض یاب ہوں کیونکہ ہو سکتا ہے آپ نے حصول متعدد کئے لئے جو راستہ اختیار کیا ہے وہ غلط ہو یہ بھی حقیقت ہے کہ الجھنوں پریشانوں میں گھیرا ہوا انسان ذہنی طور پر اس قائل نہیں رہتا کہ وہ راہ نجات خود ہی تلاش کر سکے لہذا آپ ہماری خدمات حاصل کریں دنیا کے قدیم اور پراسرار علوم کے ذریعہ آپ کی مکمل رہنمائی کریں گے۔ انشاء اللہ آپ کامیاب ہوں گے۔
 تمام قارئین کرام سے امید واثق ہے کہ آپ کا تہاؤن اسی طرح جاری رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ خدمت انسانی عین عبادت ہے

شاہن جوگ جی ٹی روڈ گجرات پاکستان

سید راحت علی شاہ 0300-6483614

انوار کو صدف بھی ادا کیا کہ میں سانحہ پابندی نماز کر رہی ہوں نماز کے بعد 99 مرتبہ بسا فادو یا خدیر باقیبوم ” پڑھیں ازل و آخر نہیں نہیں مرتبہ درود شریف ضرور پڑھیں اور دعا کریں آپ یہ عمل چاند کی 10 تاریخ سے لے کر 30 دن تک جاری رکھیں آپ یہ عمل بعد از نماز عشاء سے شروع کریں ۛ

ۛ میرا انتہائی جسم کا نیتا ہے ۛ

ۛ نور یہ حسین خانیہ ۛ

سوال = کام کرتے دن رات کو سونے وقت چاک دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے ۔ ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی گاڑی چل رہی ہو ... بہت سے سببوں سے رابطہ کیا ۔ فوٹو بذات بھی لیے مگر کوئی افادہ نہیں ہوا ۔ آپ سے انتہا سے کہ آپ کوئی روحانی عمل تجویز فرمائیں ؟

جواب = سفلی اثرات کی وجہ سے ایسا ہے آپ پابندی نماز کریں ۔ سیر کو اپنا معمول بنائیں اور نماز فجر کے بعد 313 مرتبہ دلغہ علی کل شیء (سورۃ آل عمران آیت نمبر 29) پڑھیں ازل و آخر نہیں نہیں مرتبہ درود شریف ضرور پڑھیں اور دعا کریں آپ یہ عمل چاند کی 9-9 تاریخ سے لے کر 29 دن تک جاری رکھیں ۛ

ۛ میرا انتہائی بدناراضہ کوئی تھا ۛ

ۛ نکال دیا دین ۛ جواب = (سندھ) ۛ

ۛ حاسدوں کا پراپیگنڈا ۛ

ۛ نصیر علی شہان آباد ۛ
سوال = جو کبھی میرے اپنے تھے اب حاسدوں نے سن چکے ہیں تمام رشتہ داروں میں میرے خلاف غلط قسم کا پراپیگنڈا کرنے ہیں جس سے میری عزت میں فرق آ رہا ہے ۔ انھیں بہت سمجھا ہوا ۛ
نمودار باز نہیں آتے دینی پریشانی ہے ۔ آپ سے التماس ہے کہ آپ کوئی روحانی حل تجویز فرمائیں ؟

جواب = سفلی اثرات کی وجہ سے ایسا ہے آپ ہر وقت با وضو رہا کریں سانحہ پابندی نماز کریں ۛ نماز کے بعد 11 مرتبہ سورۃ الفلق مکمل پڑھیں اور سب رشتے داروں کا وضو باندھ کر پھونک دے ۔ ہر مشکل کو صدف بھی ادا کیا کریں ۔ مدت عمل 27 روز ہے ۛ

ۛ ہر جسم پر ظلم ہوا ہے ۛ

ۛ طاہر مہر ۛ
سوال = بظاہر تمام عزیز رشتے دار بڑے غلط اور اشتقاق سے شغف ہیں محراب سے نہیں ہوا ۛ
گرتے پر تلے ہوئے ہیں ۔ سب کو قسم ہوتا جا رہا ہے ۔ بہت پریشانی ہے خدا کے لیے راہنمائی فرمائیں اور کوئی روحانی حل تجویز فرمائیں ؟

جواب = سفلی اثرات کی وجہ سے ایسا ہے آپ ہر

سببوں کی ناجانی سے خاندان اور معاشرے میں بے بس اور پریشان بہن بھائیوں میں آپ سے ایک فون کال کی دوری پر موجود ہوں ۔ فون ملائے اور آواز ملائے ۔ کامیابی تھنی طور پر ہوگی ۛ

کواہی مقدس دعائیں میں یاد رکھیں۔ اللہ پاک! آپ کو اجر عظیم دے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ ۔۔۔

اسمائے الحسنیٰ

نکاح میانی کا راستہ

کیا آپ بے اولاد ہیں؟ اولاد ہو کر مر رہتی ہے یا معذور پیدا ہوتی ہے یا صرف لڑکیاں ہی پیدا ہوتی ہیں۔ آپ ہمارے ساتھ رابطہ کریں۔ ہم دنیا کے قدم قدم پر اسرارِ علوم کے ذریعہ سے آپ کی مکمل رہنمائی کریں گے۔ خالق کائنات آپ کو ضرور نیک اور صالح فرزند عطا فرمائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ۔۔۔

ہذا غفلت ہے یہ سب خبریں

محمد یونسؑ سے اسے ماٹیں

سوال = رات کو رقم محسن کرنا چھتے ہیں صبح کو اس میں سے چند رقم غائب ہو جاتی ہے حالانکہ چابی سرے پاس ہوتی ہے بہت کوشش کی پھر کپڑے کی گھرنی اردو کسی نے بتایا کہ یہ جنت کا کام ہے۔ پھر ہم نے بہت سے سیانوں اور عالموں سے رابطہ کیا مگر مسئلہ حل نہ ہوا آپ سے انتہاس ہے کہ آپ کوئی روحانی عمل تجویز فرمائیں؟

جواب = سٹیلی اور گندے اثرات کی وجہ سے ایسا ہے آپ پابندی نماز کریں یعنی 15 روزہ

سوال = میرے خاوند شہر کرتے تھے انھوں نے گھر کی تقریباً ہر چیز بیچ دی تھی اولاد اب جوان ہو چکی تھی۔ خدا گواہ ہے بہت ہی زیادہ پریشانی تھی خاوند کی وجہ سے گنبد بھی بچوں کے رشتے طے نہیں ہو رہے تھے میں نے ”ماہنامہ بچی کہانی“ پڑھ کر آپ (سید راحت علی شاہ صاحب) سے رابطہ کیا انھوں تمام عملیات جو میرے لیے کرنا ناممکن تھے خود انھوں نے دیکھے۔ جس کی وجہ سے میرے خاوند شہر کرنے سے باز آ گئے ہیں اور میرا گھر نہ جو گھر رہا تھا ایک مرتبہ پھر آباد ہو گیا ہے میں تو دن رات آپ کو دعاؤں دیتی ہوں کہ اللہ آپ کا بھلا کرے (آمین) میں اپنے جیسی دکنی مین کو مشورہ دینا چاہتی ہوں کہ وہ بھی اپنے ایسے مسائل کے حل کے لیے ”آپ“ سے رابطہ کریں ۔۔۔

جواب = نبی خالدهؑ بروین صاحب! میں اس ذات باری کا انتہائی شکر گزار ہوں جس کی رحمت سے آپ کا خاوند راہ راست پر آگیا اور نیشہ بھی بری عادت بھی چھوڑ دی ہے اب آپ کا گھر نہ ہر قسم کی پریشانی سے محفوظ زندگی بسر کر رہا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ پاک! آپ سب کو سلامت رکھے (آمین) آپ سے انتہاس ہے کہ آپ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور فضل شکران ادا کریں پھر ہر نماز کے بعد جناب ایم اے زابد صاحب جناب طاہر امین صاحب اور اس حقیر

اولاد (خاص کر اولاد نرینہ) کے لیے پریشان بہن بھائیوں میں آپ سے مسئلہ نون کا حل دوری پر موجود ہوں۔ نون ملائے اور آزمائے۔ کامیابی یقینی طور پر ہوتی ۔۔۔

مرتبہ بآذوالجلال ولاکرمہ ”پڑھیں ازل
راختمین تم مرتبہ در در شریف ضرور پڑھیں
اور دعا کر لیا آپ یہ عمل چاند کی 4 تاریخ سے
لے کر 24 دن تک جاری رکھیں آپ یہ عمل
بعد از نماز مشاء سے شروع کریں:-

بہتر زیادہ محنت کہتا ہوں تاکہ.....؟ بہتر
 طاریق ہو۔ رحمہ مارخانہ

سوال = راتِ محنت کرنے کے بارِ جوداںِ غربت سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکا۔ جو بھی کسی نے بنا بارہی کیا مگر نتیجہ کچھ نہ ملا۔ اب حالات اتر چکے ہیں۔ خدا کے لیے میری رائے خانی فرمائیں اور کوئی روحانی حل تجویز فرمائیں؟

جواب = بد عملیات کے برے اثرات کی وجہ سے ایسا ہے آپ ہر اتوار کو گوشت کا صدقہ ادا کیا کریں ساتھ پابندی نماز کریں ہر نماز کے بعد 101 مرتبہ ہزار ہزار بسمی شریف نازل ہوگی "پہلیس اتوار رات خیر تین مرتبہ روزہ شریف ضرور پڑھیں اور بتا کہ میں آپ یہ نفل چاند کی 10 تاریخ سے لے کر 30 رات تک جاری رکھیں آپ یہ عمل بعد از نماز عشاء شریف کریں ☆

۱۰ شہزادہ کی شہزادی کے لیے: ورنہ تھی ہوتی۔
۱۱ شہزادہ کی شہزادی کے لیے: ورنہ تھی ہوتی۔

والد میرے والدین فوت ہو چکے ہیں۔ میری

آؤلاؤكى تاغفرمانى سے معاشرے سے لاجپار او
دورنى پرصور و بول، نون ملائے او با نرمانے كے

بہنوں کی شادی طے نہیں ہو رہی تھی۔ بہنوں کی عمریں بڑھ رہی تھیں جب بھی کوئی رشتہ طے ہونے کے قریب ہوتا کوئی نہ کوئی رکاوٹ آ جاتی تھی۔ خدا گواہ ہے کہ میری راتوں کی نیند اڑ چکی تھی۔ بینش والدہ بین کے بعد میری ذمہ داری تھی میں بہت گھبرا پاتا تھا۔ میں نے "ہانا سہ" چکی کہاں " پڑھ کر آپ (سید راحت علی شاہ صاحب) سے رابطہ کیا انھوں نے بہت محنت اور خلوص سے مشکل ترین تمام عملیات خود کیے..... جو ہم نہیں کر سکتے تھے۔ جن کی بدولت میری دو بہنوں کی شادی طے ہو گئی ہے اب میں اپنے آپ کو پرسکون محسوس کرتا ہوں اور سب کو مشورہ دیتا چاہتا ہوں کہ اگر بھی اپنے ایسے مسائل کے حل کے لیے "آپ" سے رابطہ کریں ☆

جواب = محترم نائب حسین صاحب! میں اس ذات باری کا انتہائی شکر گزار ہوں جس کی رحمت سے آپ کی بہنوں کی شادی طے ہو گئی اور عات کہ اللہ پاک! ان کو اپنے اپنے گھروں میں سدا سکھی رکھے (آمین) آپ سے اتنا اس ہے کہ آپ سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور فضل شکران ادا کریں پھر ہر نماز کے بعد جناب ایم اے زاہد صاحب جناب طاہر امین صاحب اور اس حقیر کو اپنی مقدس دعائیں میں یاد رکھیں۔ اللہ پاک! آپ کو اجر عظیم دے گا۔

انشاء اللہ تعالیٰ

☆ مرض بڑھ رہا ہے ☆

☆ محمد شہباز ☆

سوال = جوں جوں دوا کھا رہا ہوں مرض بڑھ رہا ہے تکلیف بہت ہی زیادہ ہے اب تو کھانا بھی نہیں کھا سکتا۔ بہت سے علاج بھی کر دئے مگر شفا نہیں ملی۔ آپ سے اتماس ہے کہ آپ کوئی روحانی حل تجویز فرمائیں؟

جواب = مثلی اور گندے اثرات کی وجہ سے ایسا ہے آپ ہر اتوار کو گوشت کا صوفہ بھی ادا کریں ساتھ پابندی نماز کریں اور نماز فجر کے بعد 11 مرتبہ السنتک لبات الکتاب

المبین O الرحیم الرحیم الرحیم

سورج طلوع ہونے سے پہلے پڑھیں اور 41

دن تک نماز نہ پانی پر دم کر کے بھیجیں

چنانچہ کثیرانہ جنگ ہو رہا ہے

چنانچہ الطاف حسین نیکسا

سوال = ہر کام میں ناکامی آنجنوں اور پریشانوں نے

چاروں اطراف سے گھیر لیا ہے۔ عجیب و غریب

ماحول بن گیا ہے۔ بہت سے سببوں سے

راہب کیا مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ خدا کے لیے

راہنمائی فرمائیں اور کوئی روحانی حل تجویز

فرمائیں؟

جواب = بد عملیات کے اثرات کی وجہ سے ایسا ہے

اگر طلاق کا مسئلہ ہے تو فوراً حل ہوگا۔ بہن بھائیوں میں آپ سے ایک فون کال کی درخواست ہے

موجود ہوں۔ فون طانیے اور آرائیے۔ کامیابی یقینی طور پر ہوگی

آپ پابندی نماز کریں ہر نماز کے بعد 120

مرتبہ یسین صوفہ سر کھینچیں

اول و آخر تین تین مرتبہ 100 مرتبہ ضرور

پڑھیں اور دعا کریں آپ سے عمل چاند کی 14

تاریخ سے لے کر 24 دن تک باورنی رکھیں

آپ سے عمل بعد از نماز عشاء سے شروع کریں

ہر شب ہر غیر عورتوں سے تعلقات رکھتے وقت

راشید دہلی

سوال = میرے شوہر کو مگر کی طرف سے ہنسی نہیں دیتے

تھے بلکہ غیر عورتوں سے تعلقات رکھتے تھے۔

سب نے بہت سچا ہنگامہ باز خانے۔

شوہر اچھا بھلا کاتے ہیں وہ سب غیرت کی

پر فوج کر دیتے تھے۔ خدا آگوا ہے کہ بہت

پریشانی تھی۔ میں نے "ماہنامہ سچی کہانی" پڑھا

مگر آپ (سید راحت علی شاہ صاحب) سے

راہب کیا انھوں نے بڑی ہمدردی اور غلطوں کی

سے مجھے بڑی سمجھتی ہوئے وہ تمام غلطیات جو کہ

بہت ہی مشکل تھے انھوں نے خود کیے۔

جن کی بدولت میرے شوہر مراد راست ہوا

گئے ہیں اب میرے شوہر میرا اور بچہ کا بڑا

وصیان رکھتے ہیں میں فون دن رات آپ کو

دیکھتی ہوں کہ اللہ آپ کا بھلا کرے

(آمین) میں اپنے بھتیجی دکی بیابان پڑھتا

دیکھا چاہتی ہوں کہ وہ بھی اپنے اپنے

☆ آپ یہ عمل 40 دن تک جاری رکھیں ☆

☆ ہر بات بھول جاتا ہوں ☆

☆ محمد رمضان ☆

سوال = میری یادداشت دن بدن کمزور ہو رہی ہے اکثر

چیزیں رکھ کر بھول جاتا ہوں اور کئی مرتبہ اس

وجہ سے بہت قی زائدہ نقصان بھی اٹھایا ہے۔

بہت سے علاج کروائے بہت سے تعویذات

بھی لیے مگر آفاقہ نہیں ہوا۔ آپ سے التماس

ہے کہ آپ کوئی روحانی حل تجویز فرمائیں؟

جواب = بد عملیات کے اثرات کی وجہ سے ایسا ہے

آپ پابندی نماز کریں ہر نماز کے بعد "110"

مرتبہ بصاف با فادہ بحق عطر ائیل"

پڑھیں اول و آخر تین مرتبہ درود شریف

ضرور پڑھیں اور دعا کریں آپ یہ عمل چاند کی

3 تاریخ سے لے کر 23 دن تک جاری رکھیں

آپ یہ عمل بعد از نماز عشاء سے شروع کریں

☆ نوبت طلاق تک پہنچ چکی تھی ☆

☆ غلام علی ☆

سوال = میری ازدواجی زندگی تباہ و برباد ہو چکی تھی اور

نوبت طلاق تک آچکی تھی۔ نہ ماں نہ بہن نہ

بیوی میری بات کو سنتی اور نہ سمجھتی تھی۔ ہر روز

نئی بات پر جھگڑا رہتا تھا ہر وقت کی کل کل سے

تک آچکا تھا۔ میں نے "ماہنامہ نئی کہانی"

پڑھ کر آپ (سید راحت علی شاہ صاحب)

کے حل کے لیے "آپ" سے رابطہ کریں ☆

جواب = بنی راشدہ بی بی صاحبہ! میں اس ذات باری

کا انتخابی شکر گزار ہوں جس کی رحمت سے

آپ کا نقصان ہوا اور بکھرتا ہوا گھر دوبارہ بن گیا

ہے سب سے اچھی بات یہ ہے کہ آپ کا خاوند

راہ راست پر آگیا ہے اب آپ کا اور بچوں کا

بہت خیال رکھتا ہے دعا ہے کہ اللہ پاک!

آپ کو سدا آباد و شاد رکھے (آمین) آپ سے

التماس ہے کہ آپ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ

کے حضور نقل شکرانہ ادا کریں پھر ہر نماز کے

بعد جناب ایم اے ذابہ صاحبہ جناب طاہر امین

صاحبہ اور اس حقیر کو اپنی مقدس دعائیں میں

یاد رکھیں۔ اللہ پاک! آپ کو اجر عظیم دے گا۔

انشاء اللہ تعالیٰ..... ☆

☆ سب میری ہی مخالفت کرتے ہیں ☆

☆ محمد ابراہیم ☆

سوال = تمام رشتہ دار عزیز سب کے سب میری ہی

مخالفت کرتے ہیں۔ نہ جانے ان کو ایسا کر

کے کیا ملتا ہے.....؟ میں کوئی بھی بات کروں

میں ان کا کام ہے مخالفت کرنا..... مجھے بدنام

کر کے دکھ دیا ہے اب خدا کے لیے مجھے اس

پریشانی سے نجات دلائیں؟

جواب = بد عملیات کے اثرات کی وجہ سے ایسا ہے

آپ پابندی نماز کریں ہر نماز کے بعد "72"

مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھیں اور دعا کریں

اولاد کی تا فرمائی سے معاشرے میں لاچار اور مجبور بہن بھائیوں میں آپ سے ایک فون کال کی

دوری پر موجود ہوں۔ فون ملائے اور آواز دے گا۔ مایوسی طوری ہو گئی

خصوصی اعلان

یہ دن ممالک میں بھی آپ کی خدمت
یہ دن ممالک خصوصاً شام، یوگوسلاویہ،
سعودی عرب، امریکہ وغیرہ کے لوگ ایک فون
کال پر اپنا مسئلہ گارنی سے حل کر دائیں۔ ☆
ہذا وطن سے دور ہم وطن بہن بھائیوں کی خدمت ☆

☆ گھر سے لڑائی جھگڑا ختم نہیں ہوتا ☆

☆ محمد اکرام
سوال = ہمارے گھر میں ہر وقت لڑائی جھگڑا ہوتا رہتا
ہے اگر گھر میں خاشوشی ہو تو عجیب مکاری ہو
جاتی ہے نہ جانے ایسا کیوں ہوتا ہے بہت
سے سیانوں سے رابطہ کیا مگر کچھ نہ ہوا۔ آپ
سے التماس ہے کہ آپ کوئی روحانی حل تجویز
فرمائیں؟

جواب = بد عملیات کے اثرات کی وجہ سے ایسا ہے
آپ گھر میں قرآن خوانی کروائیں ساتھ پابندی
نماز کریں ہر نماز کے بعد کھڑت درود شریف
ضرور پڑھیں اور نماز کے بعد 72 مرتبہ
وَلِلّٰهِ عِشْقُ وَحِیْمٌ (سورۃ آل
عمران آیت نمبر 31) پڑھیں اور دعا کریں
آپ یہ عمل پابندی 7 تاریخ سے لے کر 27
دن تک جاری رکھیں آپ یہ عمل بعد از نماز
عشاء سے شروع کریں ☆

سے رابطہ کیا انھوں نے بڑے مشکل ترین تمام
عملیات خود کیے۔ جن کی بدولت میرا گھر اند
جاہ ہونے سے نکل گیا ہے۔ اب میرے گھر
میں ہر طرح کا سکون ہے تمام اہل خانہ اپنی
اپنی جگہ پر خوش و خرم زندگی بسر کر رہے ہیں یہ
سب کچھ ممکن ہوا۔؟ ہم تو دن رات "آپ"
کو دعا میں رہے ہیں کہ اللہ پاک! آپ کو
مزید ترقی دے (آمین) آمین

جواب = محترم غلام علی صاحب! میں اس ذات باری
کا انتہائی شکر گزار ہوں جس کی رحمت سے
آپ کا گھر پھر سے آباد ہو گیا کیونکہ گھر نہ
جانوروں کو بھی پسند ہے آپ تو پھر انسان
نصیر ہے آپ کا گھر انہماک ختم ہونے کے
تقرب تھا اور طبعی (طبیعی) ہونے والی
تھی۔ اللہ پاک! کی رحمت سے آپ کا گھر اند
ایک مرتبہ پھر آباد ہو گیا۔ دعا ہے کہ اللہ پاک!
آپ سب کو سدا شاد و آباد رکھے (آمین)
آپ سے التماس ہے کہ آپ سب سے پہلے
اللہ تعالیٰ کے حضور نفل شکر ادا کریں پھر ہر
نماز کے بعد جناب ام اے زاہد صاحب
جناب طاہر امین صاحب اور اس حقیر کو اپنی
مقتدر و عافیت میں بار بھیجیں۔ اللہ پاک! آپ
کو اجر عظیم دے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ ☆

کالا علم جادو ٹونڈ اور آسیب کے اثرات کی وجہ سے بے بس کی زندگی بسر کرنے والے بہن
بھائیوں میرے ساتھ رابطہ کریں۔ میں آپ سے ایک فون کال کی دوری پر موجود ہوں۔ فون ملائیے
اور آزمائیے۔ کامیابی یقینی طور پر ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ ☆

الغاس ہے کہ آپ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور نفل شکرانہ ادا کریں پھر ہر نماز کے بعد جناب دیکھائے زہد صاحب جناب طاہر امین صاحب اور اس حقیر کو اپنی مقدس دعائیں میں یاد رکھیں۔ اللہ پاک! آپ کو اجر عظیم دے گا۔
انشاء اللہ تعالیٰ۔

سوال = سب بچتے ہیں مگر سکون نہیں ہے؟
جواب = ہمارے پاس بہت کچھ ہے مگر سکون نہیں ہے۔ بڑا گھر، نوکر چاکر، دولت ہے یوں کہہ لیں کہ جو چیز چاہوں خرید سکتا ہوں۔ مگر سکون نہیں ہے۔ ہر وقت پریشانی رہتی ہے آپ سے درخواست ہے کہ آپ کوئی روحانی حل تجویز فرمائیں؟

جواب = محترم محمد گلزار صاحب! آپ نے لکھا ہے میرے پاس بہت کچھ ہے مگر سکون نہیں ہے۔ اگر آپ سکون کی دولت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اللہ کی مخلوق کی خدمت کریں۔ ایک بات اپنے ذہن میں رکھیں کہ خدمت کرنا بہت آسان ہے لیکن خدمت کرنا بہت مشکل ہے۔ خدمت کرنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے خدمت کرنا بھی ہر کسی کے نصیب میں نہیں ہوتا۔ تو محترم آپ آج سے بلکہ ابھی سے اللہ کے بندوں کی خدمت کو اپنا شعار بنا

☆ میں زندگی سے مایوس ہو چکی تھی
فرما دیجئے کہ
سوال = اولاد نہ ہونے کی وجہ سے خاندان اور سربراہوں کا رویہ ناقابل برداشت تھا میں ایک زندہ لاش بن کر رہ گئی تھی۔ میں زندگی سے مایوس ہو چکی تھی ایک دن "ماہانا" چلی کہانی "پنچ کر آپ (سید راحت علی شاہ صاحب) سے رابطہ کیا انھوں نے مجھے نئی نکتہ سے تمام عملیات جو کہ بہت مشکل تھیں وہ انھوں نے خود کیے۔۔۔۔۔ اللہ پاک! ان مہربانی اور نظر عنایت سے آج میں صاحب اولاد ہوں اب تو میں سربراہ میر۔۔۔۔۔ سب کی آنکھ کا کارا ہوں۔ خدا گواہ ہے کہ اولاد کے بغیر عورت کی کوئی زندگی نہیں ہے۔ میں جو دن رات "آپ" کو دعا کرتی رہی ہوں کہ اللہ آپ کا بھلا کرے (آمین) میں اپنے جھمی دھکی بیٹوں کو مشورہ دینا چاہتی ہوں کہ وہ بھی اپنے ایسے مساکین کے کس کے لیے "آپ" سے رابطہ کریں۔

جواب = بیٹی فرما دیجئے کہ میں اس ذات باری کا شکر کرتی ہوں جس کی رحمت سے آپ صاحب اولاد ہوئی اور آپ پر جو "بندش اولاد" فرید" کے جواہرات تھے ان کا خاتمہ ہوا۔ دعا ہے کہ اللہ پاک "آپ" کو اور آپ کے بیٹے کو صحت و تندرستی عطا فرمائے (آمین) آپ سے

بے حد شکر و تحسین کرتی رہے مجبور کیا، یہاں میں میرے ساتھ رابطہ کریں۔ میں آپ سے ایک فن کمال کی رو بہ پر مسجود ہوں۔ ان شاء اللہ۔ کاشانی تقی طور پر ہوگی اللہ تعالیٰ

نماز کریں اور روزانہ قرآن مجید کی تلاوت کیا کریں۔ دعا ہے کہ اللہ پاک! آپ کو مزید خوشیاں عطا فرمائے (آمین) آپ سے امتناس ہے کہ آپ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور نفل شکرانہ ادا کریں پھر ہر نماز کے بعد جناب اہم اسے زائد صاحب جناب طاہر امین صاحب اور اس حقیر کو اپنی مقدس دعائیں میں یاد رکھیں۔ اللہ پاک! آپ کو اجر عظیم دے گا۔

انشاء اللہ تعالیٰ.....

☆ عجیب و غریب پیچوٹ چڑھ

☆ عاشق حسین پڑا سید من شاہ
سوال = پہلے ہمارا گھر اندیک مثالی گھر اندیکھا گھر کا بر فرد ایک دوسرے کی بہت عزت کرتا تھا نہ جانے کس کی نظر لگ گئی ہے اب گھرانے کے تمام افراد ایک دوسرے کو برداشت نہیں کرتے بلکہ ہر وقت طوفان بد فہمی برپا رہتا ہے۔ آپ سے امتناس ہے کہ آپ کوئی روحانی عمل تجویز فرمائیں؟

جواب = گندے اور زہریلی اثرات کی وجہ سے ایسا ہے آپ پابندی نماز کریں ہر نماز کے بعد "110 مرتبہ بسا عین بسا علی لوت تبیل" پڑھیں اولیٰ و آخرتیں عین مرتبہ درود خریف ضرور پڑھیں اور دعا کریں آپ یہ عمل پابندی 2 مارچ سے لے کر 22 جون تک جاری رکھیں آپ یہ عمل بعد نماز عشاء سے شروع کریں گا:

☆ ہر طرف سے بر باوی: ورنہ تھی

لیں اور پابندی نماز کریں۔ لوگ دولت مال اکٹھا کرتے ہیں اور فتنہ اولاد کے لیے چھوڑ جاتے ہیں یہ بات شرمندگی کی..... مگر اللہ والے اللہ کی راہ پر خرچ کرتے ہیں یہ بات ہے ہندگی کی۔

☆ بد تمیز اولاد کی وجہ سے.....

☆ وسم محمود کوئی (AK) سوال = میری تمام کی تمام اولاد بد تمیز تھی ہماری اولاد اپنی مرضی کی تھی۔ دنیا جہاں کے عیب میری اولاد میں تھے ہم تو معاشرے میں کسی کو منہ دکھانے کے قائل نہیں تھے۔ میں نے "ماہنامہ بچی کہانی" پڑھ کر آپ (سید راحت علی شاہ صاحب) سے رابطہ کیا انھوں نے بڑے فلوں اور محنت سے ہمارے لیے مشکل ترین تمام عملیات خود کیے..... جن کی بدولت آج میری دینی اولاد ہماری فرمانبرداری اور قائل تہریر بن چکی ہے۔ اب لوگ ہماری مثال دیتے ہیں کہ "دیکھو وسم محمود کی اولاد کتنی لائق اور اپنے والدین کی کتنی تابعدار ہے۔" یہ سب "بچو! آپ" کی مہربانی سے ہوا ہے۔ میں اپنے جیسے وہی بہن بھائیوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ بھی اپنے ایسے مسائل کے حل کے لیے "آپ" سے رابطہ کریں۔

جواب = محترم وسم محمود صاحب! میں اس ذات باری کا انتہائی شکر گزار ہوں جس کی رحمت سے آپ کی باقی بد تمیز اولاد آپ کی تابعدار اور فرمانبردار ہو گئی ہے آپ تمام اہل خانہ پابندی

سے انہیں اس لیے کہ آپ مہربان سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور نقلِ شجرہ اہلِ ادا کر، جس پر ہر نماز کے بعد جناب اکہما سے بعد صاحبِ جناب طاہر امین صاحب اور اس خلیفہ کو اپنی مندن دعا کیں میں بار کیں۔ اللہ پاک آپ کو اجر عظیم دے گا۔

واللہ تعالیٰ.....

☆ قرضہ دل بہانہ دھربا ہے ☆

تجلیات

سوال = بہت محنت کرتا ہوں مگر قرضہ اڑنے کا نام ہی نہیں لیتا۔ قرضہ اڑنا بدن بڑھ رہا ہے ہر قسم کی کوشش کر کے رکھ لی ہے مگر بے سود۔ آپ سے اتنا س ہے کہ آپ کو کوئی روحانی عمل تجویز فرمائیں؟

جواب :- بد نظری کے اثرات کیا وجہ سے ایسا ہے آپ ہر وقت پاک و صاف رہیں اور باد صوفو رہنے کی کوشش کریں سانحہ پابندی غماز کہہ رہا ہوں کہ بعد 11 مرتبہ مسجد اقصیٰ شریف کے بعد سورۃ المکون پڑھ کر کام کرنے والی جگہ پر چھوٹک دیں۔ مدت نفل 24 روز سے ☆

☆ گالی گلوچ اور لڑائی جھگڑا ☆

(8) $\frac{1}{\sqrt{2}}$

سوال = گالی گلوچ اور لڑائی، جھگڑا ہونے کی وجہ سے ہمارے گھر کا سکون تباہ و برباد ہو گیا ہے ہر وقت کچھ نہ کچھ ہوتا رہتا ہے۔ بچوں کو اور بڑوں کو بھی بہت سمجھا باغور و عقل کی بات سناتا اور سمجھتا نہیں جانتے بلکہ جوان کو سمجھائے اس

بيلجيم (BELGIUM)

سوال = چاروں اطراف سے برہاری ہو رہی تھی بیٹے کو سنوڑ بنا کر رہا مگر اس نے سب کچھ جانا کر رہا۔ میرے پاس تین سنوڑ ہیں جو آہستہ آہستہ کے کے ختم ہونے جا رہے تھے..... ازا میں بھی میرے پاس کام کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ خدا گواہ ہے کہ پروکس میں رہنے ہوئے بہت پریشان تھا۔ اچانک میرے ایک پاکستانی دوست نے "آپ" کے بارے میں بتایا۔

میں نے آپ (سید راحت علی شاہ صاحب) سے رابطہ کیا انھوں نے نہایت خلوص اور ہمدردی سے میرے لیے رہنمائی عملیات خود کیے..... جو میں نہیں کر سکتا تھا جن کی بدولت میرا کاروبار ایک بار پھر سنبھل گیا ہے۔ سنوڑ بھی ٹھیک چل رہے ہیں اور میرا بیٹا بھی اب اپنے سنوڑ پر حسیان رہتا ہے میں تو دن رات آپ کو دعا میں رہتا ہوں اور اپنے جیسے دکھی بھانڈوں کو مشورہ بنا چاہتا ہوں کہ وہ بھی اپنے ایسے مسائل کے حل کے لیے "آپ" سے رابطہ کریں۔ آمین

جواب = خیر نہیں! اور صاحب! میں اس ذات باری
کا انتہائی شکر گزار ہوں جس کی رحمت سے
آپ کی مشکلات خاتمہ ہوا اور کالے علم کے
اثبات کا بھی خاتمہ ہوا۔ آپ کا کاروبار پھر
سے چلے گا۔ اب دعا ہے کہ اللہ پاک! آپ کو
مزید کامیابیوں عطا فرمائے (آمین) آپ

کا انتہائی شکر گزار ہوں جس کی رحمت سے آپ کو سمجھانے والے مرض سے شفا ملی۔
دعا ہے کہ اللہ پاک! آپ کو تدریسی عطا فرمائے
اور آپ کو مزید خوشیاں نصیب فرمائے (آمین)۔
آپ سے التماس ہے کہ آپ سب سے پہلے
اللہ تعالیٰ کے حضور نفل شکرانہ ادا کریں پھر ہر
نماز کے بعد جناب اہم اے زائچہ صاحب
جناب طاہر امین صاحب اور اس حقیر کو اپنی
مقدس دعائیں میں باور رکھیں۔ اللہ پاک! آپ
کو اجر عظیم دے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ آمین

☆ سبق یاد نہیں رہتا ☆

☆ مدد شرعی ☆

سوال = دن رات محنت سے سبق پڑھتا ہوں۔ مگر سبق
بادھنیں ہوتا۔ چند ماہ سے ایسا ہو رہا ہے۔
پڑھائی میں دل نہیں لگتا والدین غریب ہیں
بہت پریشانی ہے۔ آپ سے التماس ہے کہ
آپ کوئی روحانی حل تجویز فرمائیں؟

جواب = ”بندش لغیم“ کے اثرات کی وجہ سے ایسا
ہے آپ پابندی نماز کریں ہر نماز کے بعد
”101 مرتبہ باحفظ باحفظ“
پڑھیں اوّل و آخر نین مرتبہ درود شریف
ضرور پڑھیں اور دعا کریں۔ پانی پر دم کر کے
پھینکیں۔ مدت عمل 31 روز ہے۔ آمین

آپ کا اپنا ذکر خادم انسانیت
(روحانی بیکار) سید راحت علی شاہ
شاہین چک بنی نئی روڈ فیروزات

(0300-6493614)

کی بے عزتی کر دیتے ہیں۔ آپ سے التماس
ہے کہ آپ کوئی روحانی حل تجویز فرمائیں؟
جواب = بد عملیات کے اثرات کی وجہ سے ایسا ہے
آپ پابندی نماز کریں ہر نماز کے بعد ”121
مرتبہ بسا مہبسن بسا باسٹ بابا فحی“
پڑھیں اوّل و آخر نین تین مرتبہ درود شریف
ضرور پڑھیں اور دعا کریں آپ یہ عمل چاند کی
5 تاریخ سے لے کر 25 دن تک جاری رکھیں
آپ یہ عمل بعد از نماز عشاء سے شروع کریں ☆
☆ مخلوق خدا کی خدمت ☆

☆ ماجد علی ☆
سوال = میں سوڈی مرض میں مبتلا تھا پیاری ڈاکٹروں
کی سمجھ سے باہر تھی۔ بہت علاج کرواتے
پھر پانی کی طرح بہایا مگر کسی بھی طریقہ علاج
سے شفاء نہیں ملی۔ ”ماہنامہ سچی کہانی“ ایک
دوست نے دیا تھا اسے پڑھ کر آپ (سید
راحت علی شاہ صاحب) سے رابطہ کیا انھوں
نے بہت محنت اور غلوس سے وہ تمام عملیات
خود کیے۔ جو کہ میں بیرون ملک ہونے
ہوئے نہیں کر سکتا تھا۔ اور مجھے گیارہ عدد
نفوش پانی میں حل کر کے پینے کو دیئے۔ ان
کی بدولت اللہ پاک! نے مجھے شفاء دی۔
میں تو دن رات آپ کو دعا نہیں دیتا ہوں اور
اپنے جیسے بیمار مومن بھائیوں کو مشورہ دیتا ہوں
کہ وہ بھی اپنے اپنے مسائل کے حل کے لیے
”آپ“ سے رابطہ کریں ☆

جواب = محترم ماجد علی صاحب! میں اس ذات باری

پرائز بانڈز کی دنیا

تفصیل ... پانہ پانہ

کسی نقصان سے بچنے کی بجائے پرائز بانڈز کی خرید پر توجہ دیں (ادارہ)

شہر ... حیدرآباد ... ڈرامبر 59 ... 01-09-2014 ... 40000

00	081	082	180	204	280	600	75		
01	10	18	21	0	2	30	35	54	80
02	12	19	22	8		32	46	64	81
03	14	20	28	0	1	33	50	66	82
08	0810	0821	1800	2800	3312	6514	90		

شہر ... فیصل آباد ... ڈرامبر 59 ... 15-09-2014 ... 200

06	135	330	423	531	639	936	72		
13	20	35	40	1	9	53	59	63	91
15	26	36	51	3	54	60	65	93	
16	31	39	52	6	5	56	61	69	96
19	1356	5316	6395	9361	9514	9782	96		

© 2014 ستمبر 156

<div> <div>انعامی مبلہ</div> <div>تحقیق..... بابا رانا و شاہ</div> </div>									
<div> <div>کسی نقصان سے بچنے کی بجائے پرائز بانڈز کی خرید پر توجہ دیں (ادارہ)</div> <div> <div>شہر</div> <div>حیدرآباد</div> <div>ڈرافٹ نمبر</div> <div>59</div> <div>01-09-2014</div> <div>40000</div> </div> </div>									
01	089	176	485	584	903	980	89		
02	09	40	48	5	9	52	59	80	90
04	26	42	49	8	54	65	84	94	
05	29	45	50	0	4	58	73	85	95
08	0894	1068	3766	4850	5840	9805	98		
<div> <div>شہر</div> <div>فیصل آباد</div> <div>ڈرافٹ نمبر</div> <div>59</div> <div>15-09-2014</div> <div>200</div> </div>									
00	043	164	247	265	340	742	58		
02	10	21	27	3	7	32	37	43	70
03	14	23	30	4	33	40	47	72	
04	20	24	31	2	0	34	42	51	73
07	0432	1333	2470	2651	3402	7423	74		

تقسیمات اپنی اپنی تحقیق... بابائے ثناء

کسی نقصان سے بچنے کی بجائے پرائز بانڈز کی خرید پر توجہ دیں (ادارہ)

شہر: حیدرآباد... ڈرافٹ نمبر: 59... 01-09-2014... 40000

00	095	196	590	691	754	783	77		
01	09	16	34	1	0	39	46	61	90
03	10	17	36	9	41	47	65	91	
05	15	31	37	5	6	43	50	69	95
06	0951	3731	4569	5906	6915	9925	96		

شہر: فیصل آباد... ڈرافٹ نمبر: 59... 15-09-2014... 200

06	030	112	134	431	637	736	70		
03	13	17	36	7	1	41	47	63	71
04	14	31	37	3	43	50	64	73	
06	16	34	39	4	6	46	61	67	74
10	0555	1347	4316	6204	6374	7364	76		

چند کلمہ سائنس

حقائق کے سچے سچے جاننے والوں کے لیے یہ سچے سچے حقائق (100)

شماره	میدان	درجه	تاریخ	نمبر					
50000	01-09-2014	59							
1	083	133	230	380	485	584	80		
2	20	30	3	4	43	48	54	83	
3	24	34	38	8	45	50	58	84	
4	26	35	40	5	0	46	53	76	85
5	2835	3805	4952	5840	9230	9320	93		

شمار		میدان		درجہ		تاریخ		نمبر	
50000		01-09-2014		59					
1	225	030	035	125	520	621	62		
01	22	20	25	1	0	28	51	56	65
02	15	21	26	2	30	52	60	86	
03	28	22	27	5	6	50	55	61	87
10	0251	1260	6206	5693	6215	7313	92		

انچیا راج۔ فضلہ ماہین

بیوٹی کیئر

اس عنوان کے تحت ہمیں نیوٹی نہیں اور سال کر ہی ہم اسے آپ کے نام سے شائع کروں گے۔ خواہ بین
جاہیں نہ اپنی فیس کے ساتھ بھی نیوٹی نہیں شائع کرنا سکتی ہیں۔

کچھ نیوٹی کیئر۔ اپنا نام سچی کہانی 29 صیب بینک بلڈنگ اردو بازار لاہور

دعا ہے۔

نئی تحقیق کے مطابق

ہلدی کے استعمال کے لیے شمار فوائد ہیں۔
خاص طور پر ہلدی امراض کے لیے ہلدی آسبر ہے۔
مثلاً سبب بھانٹوں کی پھپھوندی اور داغ و بھبھ وغیرہ۔
بالوں کے لیے ہلدی کے استعمال کے کئی طریقے
ہیں۔ آپ ان میں سے کسی ایک کا انتخاب کر سکتی
ہیں۔ جیسے گانٹھ والی ہلدی باجی یا پھر کئی ہلدی۔
ہلدی چاہے کسی بھی حالت میں کیوں نہ ہو اسے
بالوں کی جڑوں کے ساتھ ساتھ لگائیں اور کچھ دیر کے
لیے پوں ہی چھوڑ دیں۔ اس کے بعد شپو کر لیں۔

ہلدی صرف سبب پن کے لیے استعمال
ہوتی ہے۔ جبکہ گانٹھ والی ہلدی سے کشید کیا جانے والا
تیل بالوں کو گھٹانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔
☆ شاز بہ انصاری۔ سلاواولی ضلع سرگودھا

کلمہ اسپرے

یہ عارضی تیل کلمہ ایک برائے پارٹی کلمہ ہے۔ یہ
خٹک بالوں پر براہ راست لگایا جاسکتا ہے۔

☆ شام۔ لاہور

☆☆

ایک نئی تحقیق کے مطابق پارلر سے چائٹائس کا
مرض ایک کرڈ سے زائد افراد تک پھیل چکا ہے۔
خوانین کی اکثریت اس مرض کا زیادہ شکار ہو رہی ہے۔
امبر کبر گھرانے کی خوانین ہوں با متوسط گھرانے کی
ان کو حد درجہ بننے سنور نے کاشونی ہوتا ہے۔

مجھے زین فم کے ارباز میں پارلر میں استعمال
ہونے والے آلات بلا سوچے سمجھے اسٹریلایز کیے بغیر
ہور ہے ہیں۔ اسی لاپرواہی کی وجہ سے اس موڈی
مرض میں لوگ مبتلا ہو رہے ہیں۔ اگر آپ کو پتہ چل
جائے کہ غلاں پارلر میں بغیر اسٹریلایز کیے آلات
استعمال ہو رہے ہیں تو خدا اور ان پارلر کارن چھوڑ دیں
اور آپ جب بھی پارلر جائیں تو اسٹریلایز کیے ہوئے
آلات کی سرورس لیں۔

☆ آسز۔ کراچی

ہلدی

ہماری قدیم روایت کے مطابق ہلدی قدیم
دقوں سے ہرمل صہ بین کے طور پر استعمال کی جاتی

کے ان ممالک میں سے ایک ہے یہاں یہ مرض تیزی سے بڑھ رہی ہے اور ہر 10 میں سے ایک فرد شخص بپائٹائس B یا C کا شکار ہے۔ یہ ایک ایسا متعدی مرض ہے کہ ایک انسان سے دوسرے انسان کو منتقل ہو جاتا ہے۔ جب انسانی جسم پر اس وائرس کا حملہ ہوتا ہے تو 2 سے 8 ہفتوں کے بعد اس بیماری کی علامات ظاہر ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔ اسے عرصے میں ان جراثیم کی وجہ سے جگر کے کیسر کے 62 فی صد امکانات پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ ناقص وائرس مریض کی موت کا باعث ہوتا ہے۔ اور ہے کہ بپائٹائس B اور C کا مرض ایڈز اور کیسر سے 100 گنا زیادہ خطرناک مہلک اور متعدی ہوتا ہے۔ اس مرض میں مبتلا اس مرض سے تلافیت کی بناء پر لوگ عام برقان (پیلیا) سمجھ کر مختلف لوگوں کا سہارا لے کر وقت علاج میں تاخیر پیدا کر کے زندگی کی ہاؤی مار جاتے ہیں۔ آج کل دنیا بھر میں سب سے زیادہ ہلاکتیں ان لوگوں کی ہو رہی ہیں جو کہ بیرون ممالک خصوصاً عرب ممالک کا ویزا لگوا چکے تھے۔ جب ان کا میڈیکل ٹیسٹ ہو تو ان کا HB ٹیسٹیں ہو گئیں اور اس مرض کی وجہ سے ان کا باہر جانا ممکن ہو گیا۔ مریضوں کو طہ حیرت ہوتا ہے۔ مہنگا علاج، مہنگا ٹیسٹ مریض کے لیے مزید پریشانی کا باعث ہوتا ہے۔ جبکہ مالی پریشانیوں کے ازالہ کے لیے مریض اپنا ملک چھوڑ کر مزدوری کے لیے جا رہا ہوتا ہے کہ یہ مرض کمپری میں عذاب بن کر تازی ہو جاتا ہے۔ ایسے مریض جن کو بپائٹائس کا (Reactive) ہوتا ہے ان کو چاہیے کہ وہ فوری علاج کرائیں۔ طب یونانی، طب اسلامی میں اس کا بہترین علاج موجود

دوسرے بھی لازمی ہے۔ قدرت نے دنیا میں کوئی ایسا مرض نہیں اتارا جس کی شفا، نزل نہ کی ہو۔ ہمارے معاشرے میں عام طور پر ایک خای موجود ہے کہ مرض کی ابتداء میں اس معالج سے رابطہ نہیں کرنے ہیں اور جب مرض شدت اختیار کر لیتا ہے تو ہم مالدن و معالج سے جاوونی اثر کی امید وابستہ کر لیتے ہیں۔ مرض کے آنے میں جتنا وقت دوکار ہوتا ہے۔ اس کے دفع ہونے میں بھی کم و بیش اتنا ہی وقت چاہیے۔ سو ہر دن کا دروازہ ان کا اپنی جگہ سے ہٹا ایک دم پیدائیں، دتا اس کا علاج بھی سب روکی سے ہی ممکن ہے۔ ممبر اور اسفا دہت سے اس مرض کا علاج کر دیا جائے تو قدرت شفا ضرور عطا کرتی ہے۔

مہلب لائن..... 0345-7000088

www.paksociety.com

ہیپاٹائٹس بی سے مکمل علاج، یونانی اسلامی طریقہ علاج میں موجود ہے۔ عمر بڑے کے امراض، مردانہ امراض، نپا، نانا، زکام، جلدی امراض کا کامیاب ماہر، دوا ہے۔ ہذا حکیم محمد امین ماہر معالج، دوا، مہلب لائن تعارف

بپائٹائس کا مرض دنیا بھر میں بالخصوص جنوب مشرقی ایشیا اور اس کے گرد و نواح کے ملکوں میں ایک دباؤ کی صورت میں پھیل رہا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ عوام الناس کو اس خطرناک بیماری کے بناء، نمن اور مضرا اثرات سے آگاہ کیا جائے تاکہ اس مہلک دباؤ کو روکنے کے لیے مناسب اقدامات کیے جاسکیں۔ عالمی ادارہ صحت (WHO) کے مطابق پاکستان دنیا

میں خرابی پیدا ہو سکتی ہے۔

فاسفید زہریتے ماہوں

کی زیادتی کے جبکہ پر منہ اشتیاق

شراب نوشی منہ نوشی اور دیگر خلیات کے استعمال
مثلاً جس افیون، بکترت منہ نوشی، بوزنگ کا پانی استعمال
کرنا اور بڑی مقدار میں جیرا سنا مول کا استعمال وغیرہ
ہے۔ کثرت شراب نوشی سے جگر کے خلیات میں جملہ
جمع ہو جاتی ہے اور پھر خلیات ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو
جانے ہیں پھر ان خلیات پر مشتمل ستونوں اور داروں
کی زنجب میں تبدیلی آنا شروع ہو جاتی ہے اور جگر کا
اندرونی نظام بے ترتیبی کا شکار ہو جاتا ہے اور صحت
مند خلیات کی جگہ ناکارہ خلیات لے لیتے ہیں۔ جو
آہستہ آہستہ سکڑتے ہیں اور اس طرح اگر جگر میں
موجود وائرس کو ختم کر دیا جائے تو جگر کی مزید تباہی کا
عمل روکا جاسکتا ہے۔

جگر پر اثر انداز ہونے والے وائرس

مختلف وائرس جگر میں سوزش پیدا کر سکتے ہیں جو
وائرس جگر پر اثر انداز ہوتے ہیں ان کے نام انگریزی
حروف تہجی کے مطابق رکھے گئے ہیں ان کے نام
A, B, C, D, E وغیرہ ہیں۔ ان میں سے کچھ کم نقصان
دے دے ہیں C اور B پیپٹائٹس کی سب سے خطرناک
قسمیں ہیں۔ D اور E وائرس زیادہ عام نہیں ہیں۔
ان کے علاوہ کچھ اقسام میں سے کوئی ایک جگر پر حملہ
آدر ہونے میں اور متعدد دیگر قائل پیدا کرنے کو موجب
ہوتے ہیں۔

پیپٹائٹس بی (Hepatis B)

ہے اور یہ مرض بالکل ختم ہو جاتا ہے۔ باور ہے کہ
پیپٹائٹس کا مرض نیا نہیں ہے بلکہ یہ اصطلاح جدید
ہے اس مرض کا طب یونانی اور طب اسلامی تے حکماء
اور ماہرین ہزاروں برس قبل یونان مصر چین ایران
شرق وند اور ہندو کے ماہرین طبیب بڑے وثوق سے
علاج کرنے رہے ہیں۔ ان ادویات سے نہ صرف
بر تان بلکہ پیپٹائٹس کے وائرس کا عمل طور پر اخراج ہو
جاتا ہے۔ پاکستان کے گولڈ میڈلسٹ اور مشہور ہسپتالوں
تحکیم شیخ محمد امین نے برس برس کی محنت اور کاوشوں
کے نتیجے میں قدرتی جزی یونیوں اور قیمتی ادویات
کے ملاپ سے ایسی ادویات تیار کی ہیں جن کو مسلسل
چار ماہ استعمال کرنے سے پیپٹائٹس B اور C کا مرض
ختم ہو جاتا ہے۔

جگر کی جسم میں اہمیت

جگر جسم کا اہم عضو ہے جو پیلوں کے نیچے پیٹ
کے دائیں جانب بالائی حصے میں واقع ہے۔ اس کا
وزن 1200 گرام تک ہوتا ہے۔ یہ بہت نازک
عضو ہے۔ اس میں خون کی بہت مقدار موجود رہتی
ہے۔ اس کے خلیات چھوٹے چھوٹے داروں کے
اندرونیوں کی صورت میں ہوتے ہیں ان کے درمیان
انہضام سے آنے والے خون کے فاسد اور ہرینے
ماوے کی صفائی کا بندوبست ہوتا ہے۔ ان کے داروں
کے درمیان خون کی نالیوں ہوتی ہیں اور ہر جگہ کا
ماوہ یعنی "بال" کے اخراج کے لیے نالیوں کا نظام بھی
ہوتا ہے۔ یہ ماوہ ایک بڑی نالی کے ذریعے "پتہ" میں
داخل ہوتا ہے اور وہیں سے آنکھوں میں ایک نالی کے
ذریعے داخل ہوتا ہے۔ مندرجہ ذیل صورتوں میں جگر

مریض شفا یات ہو کر صحت مند زندگی گزار رہے ہیں۔ مریضوں کی سہولت کے پیش نظر آپ لوگ منی آرڈر یا ڈرافٹ کی صورت میں رقم بھیج کر بیٹے کو رس منگوا سکتے ہیں۔ میڈیسن V.P.P نہیں بھیجی جائیں گی۔ طبی مشورے و علاج دسوالجہ کے لیے مرض کی مکمل تفصیل سابقہ لیبارٹری رپورٹس ہمراہ لائیں یا جوابی لفافہ ساتھ روانہ کریں۔

ہیپاٹائٹس C کے مرض کا علاج

ہیپاٹائٹس C معدنی یرقان ہیپاٹائٹس کی اقسام میں سب سے زیادہ خطرناک اور مہلک مرض ہیپاٹائٹس C ہے۔ پاکستان میں ہیپاٹائٹس C کے شکار افراد کی تعداد 10 سے 12 لاکھ سے بھی زیادہ ہے۔ پاکستان میں ہر گیارہواں افراد ہیپاٹائٹس C کے مرض میں مبتلا ہے۔ بعض صورتوں میں متاثرہ مریض 48 گھنٹوں میں موت کے منہ میں چلا جاتا ہے۔ زمانہ قدیم میں ہزار ہا سال سے یونانی طریقہ علاج سے بھی مرض کا مکمل طور پر خاتمہ کیا جاتا ہے۔ اس طریقہ علاج کی قابل تعریف بات یہ ہے کہ اس علاج سے کسی بھی قسم کے مضر اثرات (Side Effects) نہیں ہوتے۔

حکیم محمد امین نے دنیا کے 30 ممالک میں استعمال ہونے والی قدرتی جڑی بوٹیوں اور قیمتی ادویات سے ایسی دوائیں تیار کی ہیں جو کہ صرف ہیپاٹائٹس C بلکہ دیگر امراض کے لیے بھی موثر ترین ہیں۔ جن کے مسلسل استعمال کے بعد ہیپاٹائٹس کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہتا اور سمیت رپورٹ (Non Reactive) ہوتی ہے۔

ہیپاٹائٹس کے مریضوں

ہیپاٹائٹس کے سبب میں قسم B شدید اور خطرناک ترین ہے۔ پاکستان اور جنوبی ایشیاء کے بہت سے دوسرے ممالک میں یہ دائرس یرقان اور جگر کی دیگر بیماریوں کا اہم سبب بنے ہوئے دائرس جب ایک دفعہ جسم میں پہنچ جائے تو پھر 80 فی صد افراد میں سالہا سال تک جگر میں موجود رہنے کا امکان رہتا ہے۔ جگر سکتا شروع ہو جاتا ہے اور بالآخر یہ موت کا سبب ہو سکتا ہے۔ ہیپاٹائٹس C دائرس کے پھیلاؤ کے طریقے وہ ہیں جو دائرس B کے ہیں۔ تاہم ہیپاٹائٹس کے یرقان کی شدت نسبتاً کم ہوتی ہے۔ لیکن 50 فی صد مریضوں کو دائمی سوزش جگر (Hepatitis Chronic) اور ان میں تقریباً ایک چوتھائی یعنی 25 فی صد لوگوں میں یہ جگر سکر (Cirrhosis of Liver) پیدا کرتا ہے۔ جبکہ مریض سرطان کا شکار ہو سکتے ہیں۔ لہذا ہیپاٹائٹس C کا مرض ہیپاٹائٹس B سے زیادہ مہلک اور خطرناک ہوتا ہے۔ ہیپاٹائٹس C بعض صورتوں میں مریض کی ہلاکت کے 26 فی صد امکانات ہوتے ہیں۔

ہیپاٹائٹس B اور C کے مرض

کا مکمل خاتمے کے ساتھ علاج

پاکستان میں 33 فی صد ایسے مریض بھی ہیں جو ہیپاٹائٹس B اور C دونوں امراض کا شکار ہیں۔ وہ دو چار ماہ کو رس استعمال کریں اور اپنی پسند کی لیبارٹری سے نمیت کروائیں رپورٹ انشاء اللہ تعالیٰ 100 فی صد (Negative) آئے گی۔ پھر دوبارہ ہیپاٹائٹس B اور C کا مرض نہیں ہوتا۔ حکیم محمد امین سے علاج کروانے کے بعد پاکستان دیردن ممالک میں بے انتہا

کے لیے غذائی چارٹ

لوہی بکرے کا گوشت (غیر پختائی) ویسی مرغی (کم مقدار) نینڈے کو کنگ آئل، کلیم، غریبوز، کالی مرچ (پلکی) موٹی، مسمی، کھیرا، میتھی، سرسوں کا ساگ، لکڑی کرلیہ، لوبیا، مگر برفروٹ اور پالک ہے۔

دینی کٹر پیپا سائنس کورس

موبائل نمبر 0345-7000088



غضب مخصوص کی صحت و تندرستی
(شاید اگلا کہیم)

قدرت نے دنیا میں سب سے زیادہ خوبصورت، مکمل اور جامع آلہ تاساں مرد کو عطا کیا ہے۔ جسے نوجوانی کی غلطیوں، بے اعتدالوں سے ناقص اور بسا اوقات ضائع کر دیا جاتا ہے۔ اس کی صحت کا اندازہ اس کی موٹائی، لمبائی اور ایساڈی کے ذریعے اور دقات سے کیا جاتا ہے۔ جبکہ اس کی لاغری، کمزوری، کجی اور اس پر ابھرنے والی نیلی موٹی رنگیں اس کی ناقص کارکردگی کی دلیل ہے۔

عورت کے عضو مخصوص کی گہرائی عموماً چھ انچ سے زائد نہیں ہوتی۔ اسی مناسبت سے ایک بالغ مرد کے عضو مخصوص کی لمبائی زیادہ سے زیادہ آٹھ انچ ہونی ہے۔ بعض عورتوں میں عضو مخصوص کی گہرائی زیادہ بھی ہو سکتی ہے۔ قدرت نے اسی مناسبت سے مرد کے عضو مخصوص کو مناسب لمبائی دے کر اولاد پیدا کرنے کی مکمل صلاحیت دے دی ہے۔

عورت کا دم ایک ایسا جانور ہے جو بااود ہونے کے لیے بے فراور رہتا ہے۔ ازدواجی عمل میں

عورت کی تنگی کی تکمیل کے لیے مرد کا عضو مخصوص کا صحت مند اور لمبائی، موٹائی میں مناسب ہونا ضروری ہے۔ ہر کیف جنسی لحاظ میں مرد عورت میں محبت کے لطف و جذبات کو فروغ دیتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں لڑکے دس سے باوہ برس کی عمر میں بالغ ہو جاتے ہیں۔ فطری طور پر ان کو اپنے بیجان کو دور کرنے کے لیے جنسی مخالف کی ضرورت پڑتی ہے۔ جب اس کی تکمیل کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا تو وہ ہم جنس پرستی اور مشت زنی کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ معاشرے میں عرباں عورتوں کی بھرماد اور سفلی جذبات کو فروغ دینے والے ذرائع ابلاغ اس میں اور بھی اضافہ کرتے ہیں۔ شادی کی عمر تک پہنچنے پہنچنے وہ اپنا جوہر حیات ضائع کرنے کے ساتھ ساتھ عضو مخصوص کے عوارض میں مبتلا ہو کر ازدواجی تعلقات کی تکمیل سے قاصر ہو جاتے ہیں۔ عضو مخصوص میں کجی، لاغری آجاتی ہے۔ سرعت انزال سے دخول کا مرحلہ ہی نہیں آتا اور شرمندگی الگ ہوتی ہے۔

ہم جنس پرستی اور خلق زنی کی عادت دونوں یکساں طور پر عضو مخصوص کی صحت و تندرستی کے لیے زہر قاتل کا حیثیت رکھتی ہے۔ اسی طرح نشہ اور شراب بھی جنسی صحت کے لیے از حد نقصان دے ہے۔ اس سے مراد مردانہ طاقت میں کمی کے ساتھ ساتھ عضو مخصوص وھیلا اور درمیان سے جھک جاتا ہے، درفرائی مخالف کے جنسی جذبات کی تکمیل سے عادی ہو جاتا ہے۔ تندرست اور توانا اولاد کے حصول کے لیے مرد و زنان کی عمومی صحت اور ان کے اعضائے مخصوص کی تندرست اور توانا صحت کی ضرورت ہے۔ مرد کا کمزور عضو مخصوص

میں کی کے باعث ایسا کی مکمل نہیں ہو پاتی اس لیے
تخلیق افراد کا عضو مخصوص اپنی قدرتی شکل کھودتا ہے۔
(رابطہ: 0345-7000088)

س = ڈاکٹر صاحب! یہ بتائیے کہ ازوداجی یا جنسی
صحت کے حوالے سے کیا کیا غلط فہمیاں پائی
جاتی ہیں اور ان کو کیسے دور کیا جاسکتا ہے؟
جواب = بھرپور زندگی گزارنے کے لیے انسان کا جنسی
جسمانی اور جنسی طور پر صحت مند ہونا ضروری
ہے۔ جسم کے دیگر نظاموں کی طرح انسان کا
جنسی و تولیدی نظام بھی اس کی توجہ کا طالب
ہوتا ہے اور جس طرح انسان کی جسمانی صحت
پر موسم، جذبات، دوست و احباب، ثقافت و والدین
اساتذہ وغیرہ اثر انداز ہوتے ہیں۔ جنسی صحت
پر بھی یہ تمام چیزیں اثر ڈالتی ہیں لیکن ان میں
سب سے اہم خود ہم ہیں۔ ہم دوسروں کے
روئے کا ذکر تو بڑی شدت کے ساتھ کرتے ہیں
مگر اپنے طرز عمل اور رویے کی طرف ہماری
توجہ نہیں جاتی۔ حقائق ہمہ اکر دار پارویہ ہماری
سوچ، اپنے اور دوسروں کے بارے میں ہمارے
خیالات کا عکاس ہوتی ہے۔ چنانچہ ہمیں اپنی
سوچ اور کردار کا مقدمہ دائرہ جائزہ لینا چاہیے۔
اس طرح ہماری سوچ اور رویے میں جو مثبت
تبدیلی ہوگی وہ اپنی جسمانی اور جنسی صحت کی
بہتری میں اہم سنگ میل ثابت ہوگی۔ ماہرین
نفسیات کے مطابق ہر شخص کو فطری طور پر درج
فردی حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ ازوداجی یا جنسی

اولاد کو پیدا کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے لیکن پیدا
شدہ بچے کمزور اور لاغر ہو جاتا ہے اور مرتے دم تک اس
کی کمزوری رفع نہیں ہوتی۔ وہ زندگی بھر مختلف امراض
و عوارض کا شکار رہتا ہے۔ صحت مند اولاد کے حصول
کے لیے خصوصاً مرد کے عضو مخصوص کا تندرست و توان
ہونا ضروری ہے۔ اس کی موناٹی، لمبائی اور ایستادگی کا
زاویہ درست ہونا چاہیے تاکہ وہ عورت کے رحم تک
رسائی حاصل کر سکتے۔ اس سے فریق مخالف کی
مکمل تسکین کے ساتھ ساتھ قرار عمل کے امکانات
بڑے رائج ہو جاتے ہیں۔

اگر آپ کے عضو مخصوص میں کئی لاغری، کمزوری
اور نفی، رتوں کا ابھار ایستادگی میں کمی ہے تو آپ کو
معالج کی شدید ضرورت ہے۔ ایک اچھا معالج آپ
کی تمام خامیوں کو دور کر کے آپ کو صحت مند جنسی
زندگی لوٹا سکتا ہے۔ معالج کی تمام حقیقت حل و مسائل
سنے جتنا ضروری ہے کہ وہ درست تشخیص کر کے مرض کا
بڑے سے خاتمہ کر سکے۔

یہاں اس بات کا ذکر کرتے نہایت اہم ہے کہ مرد
کے عضو مخصوص کی ساخت کے بارے میں یہ بات ہم
میں ہونا ضروری ہے کہ اس میں تبدیلی نمائندے جیسے
ہوتے ہیں خون کی آمد کارآمدتہر تبدیلی میں خاصا فراخ
اور اونچے جانے کا راستہ نہایت باریک ہوتا ہے۔ جنسی
کی وجہ سے خون رک کر ایسا ہوگی اور خلیج کا سبب بنتا
ہے۔ لیکن اندرون و بیرون کی تبدیلیوں کی مضبوطی
اور خون کی مقدار کے ساتھ براہ راست متعلقہ رہتی ہے۔
ہاتھ کی رت سے خیموں کی دیواروں کو خود خاصا نقصان
پکچھا ہے اور اس میں خون روتا۔ یعنی کسی استطاعت

دیگر شہروں میں کامیاب اور فلاحی بننے والے پابند افراد جنس کے ہاتھوں سے کھائے ہوئے ہو کر بے قابو ہو جاتے ہیں۔ اکثریت کا معاملہ یہ ہے کہ وہ تعلیم کار، بازرگ، معاشی تعلقات، وغیرہ میں بہت بھلے کی تہذیب کر لیتے ہیں اور صحیح خانہ کا فیصلہ نہ کر کے غلط بھی کرتے ہیں مگر جنسی معاملات میں بے پرواہی اختیار کر کے جنسی محبت کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ چنانچہ ان کا غیر حفاظ رویہ ان کی جنسی محبت کو گھٹن کی طرح چاٹ جاتا ہے۔ ایسے میں خاص طور پر نوجوان کف افسوس لیتے اور اپنے مستقبل کو تاریک رکھتے ہیں۔ یہ بادیہی ان کی ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بن جاتی ہے۔ جنس کی جانب سے بے پرواہی ان کی زندگی کے دیگر شعبوں کو بھی گھٹا دیتی ہے۔

نہ کہنا سکتے

آپ نے اکثر سنا ہوا گا کہ منظم اور مربوط زندگی کے لیے بعض کاموں سے انکار کرنا ضرورت کر لینا بہت ضروری ہے۔ لیکن ہم میں سے اکثر یہ سمجھتے ہیں کہ اگر کسی کا کوئی کام نہ کیا اور ضرورت نہ کر لی تو یہ بہت ناقص ہوگی بلکہ بعض افراد ضرورت کرنے کا ارادہ کر لیتے ہیں مگر بہت سختی کی وجہ سے اس دفعہ اور اس دفعہ بار بار ضرورت سے فرار اختیار کرتے ہیں انہیں لوگوں سے ضرورت اور نہ کرنا کرتے ہوئے مار لگتا ہے۔ لیکن اگر انہیں کہنے کا موقع آجائے تو ہم کو یا خود سے محبت کرنے کے قائل ہو گئے ہیں۔ ایک دفعہ ضرورت کر کے دیکھئے آپ کو ایک نئی قیامت لاحقہ کا احساس ہوگا۔

خود غرض و خدمت سے جوہر

کے ضمن میں آخری نکتہ نہایت اہم ہے یعنی اپنے آپ سے محبت۔ اگر اپنے آپ سے محبت کا فن آپ سیکھ جائیں تو آپ کو زندگی میں اطمینان اور خوشی کا خزانہ مل جائے۔ واضح رہے کہ محبت سے مراد جنسی کشش نہیں ہے۔ یہ تو شہوت ہے۔ اسے محبت کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ محبت اصل میں نام ہے اس جذبہ کا جس میں عزت و احترام اور قربت و لگن یکساں ہوتے ہیں۔ اپنے آپ سے محبت کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنی زندگی سے محبت کرتے ہیں اور اپنے پاکیزہ خیالات و جذبات کا احترام کرتے ہوں اور پرسکون مطمئن ہوں۔ اپنے آپ سے محبت کی یہ کیفیت پیدا ہونے کے بعد آدمی دوسروں کا احساس کرنے اور احترام کے قائل ہوتا ہے۔ دوسروں سے محبت دہی کر سکتا ہے جو اپنے آپ سے محبت کرتا ہے۔

اپنے آپ سے محبت کرنا سیکھئے

اپنے آپ سے محبت کرنا ایک فن ہے۔ یہ صلاحیت آپ کی جنسی صحت اور ذہنی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کرتی ہے۔ یہ فن اسی وقت آتا ہے کہ جب آپ خود کو نظم و ضبط کا پابند بناتے ہیں۔ نظم و ضبط کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے لیے جو کام مفید ہیں انہیں سیکھیں اور بے کام مصروفیتیں نہیں ترک کر دیتے۔ جنس ہماری زندگی کا ایک نہایت قوی جذبہ ہے۔ شائد سب سے قوی جذبہ یہی ہے چنانچہ خواہشات اور جنسی قیغوں کے مقابلے میں خود کو نظم و ضبط کا پابند بنانا سیکھیں۔

ترین کاموں میں سے ہے۔ لیکن وہ ہے کہ زندگی۔

”معدرت“ کرنے یا ”نہ“ کہنے کی جرأت نہ ہونے کی وہ یہ ہے کہ لوگ ”نہ“ کہنے پر اس خوف میں رہتے ہیں کہ کہیں سامنے والا ناراض نہ ہو جائے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ہم صاف گوئی کو مثنیٰ انداز میں لیتے ہیں۔ بہر حال صاف گوئی سے نہ صرف آپ سے محبت کرنے کی علامت ہے۔ والد بن اپنی اولاد کو کشتی ہی بار مختلف کاموں سے منع کرتے ہیں لیکن ان کا یہ عمل اولاد سے دشمنی کی علامت نہیں ہوتا۔ اگر اس نکتے کو سمجھ لیا جائے تو انکار کرنا اور نہ کہنا آسان ہو جائے گا۔

شریک حیات سے مکالمہ کیجئے

جس طرح ہم زندگی کے تمام ہی شعبوں کے بارے میں افراد و خانہ بالخصوص شریک حیات سے گفتگو کرنے اور مشورے کرنے میں رہتے ہیں اپنے ازدواجی معاملات کو درست کرنے اور جنسی صحت کو بہتر بنانے کے لیے بھی شریک حیات سے مکالمہ کیجئے۔ اپنے انسانی نخی شعبہ حیات میں اپنی شریک حیات کو شامل کیجئے۔ آپ کا ازدواجی مستقبل کے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا خاندانی منصوبہ بندی کرنی چاہیے؟ اولاد کتنی ہونی چاہیے وغیرہ وغیرہ۔ جیسے معاملات پر اپنی شریک حیات سے گفتگو کرنے اور ایک دوسرے کی رائے سننے سے نہ صرف ازدواجی اور گھریلو ماحول بہتر ہوگا بلکہ آپ کی جنسی صحت پر بھی اس عمل کے خوشگوار اثرات پڑیں گے۔

نوجوانوں کی نشاندہ

جنسی صحت کے مسائل کا بڑی حد تک تعلق نوجوان سے ہے۔ بزرگوں اور والدین سے دوری

غلط ماحول نے ان مسائل کو مزید بڑھا دیا ہے۔ چنانچہ نوجوان رومانی گفتگو میں پڑ کر نفس کو لذت آشیاں دیتے ہیں۔ لیکن جنسی صحت سے بے خبر ہو کر خود کو امراض کی آماجگاہ بنا لیتے ہیں۔ جہاں تک جنسی با ازدواجی صحت پر گفتگو کا معاملہ ہے نوجوانوں کو بھی قابل اعتماد پیچیدہ اور با عمل اور با علم دوست احباب اور بزرگوں سے اس موضوع پر بلا تکلف دہلا جھک گفتگو کرنی چاہیے۔ ان کو دیکھ کر ایسے افراد مل جائیں تو اپنے مسائل کے بارے میں مکمل کربات کرنی چاہیے۔ نوجوانوں کا یہ جرأت مندانہ رویہ نہ صرف ان کی ازدواجی زندگی کے لیے مفید ہوگا بلکہ مجموعی طور پر بہترین اور روشن مستقبل کی بنیاد بنے گا۔

خاندانی مسائل پر کیجئے

چونکہ جنس کا موضوع ہمارے ہاں ایک حجاب رکھتا ہے اور اسے وہ اہمیت حاصل نہیں ہے جو مغرب میں حاصل ہے۔ اس لیے حجاب کی وجہ سے ہمارے معاشرے میں جنس کے بارے میں بہت سی غلط فہمیاں عام ہو گئی ہیں۔ مزید یہ کہ عموماً جو باغی بیان کی جاتی ہیں ان کی بھی کوئی بنیاد نہیں ہوتی۔ ممکن ہے کہ آپ بھی ایسی ہی کچھ غلط فہمیوں میں پھنسے ہوں۔ اپنی جنسی صحت کو بہتر بنانے کے لیے ضروری ہے کہ ان غلط فہمیوں کو دور کیجئے اور حقائق جاننے کی کوشش کیجئے۔ مثال کے طور پر نوجوانوں میں یہ بات عام ہے کہ ادوہ منویہ کا ایک نعرہ خون کے 100 سے 40 قطرہوں سے مل کر بنتا ہے۔ (اس غلط فہمی کی بنا پر نوجوان نفسیاتی طور پر خرد کو کمزور اور لاغر محسوس کرنے لگے ہیں) حالانکہ اس بات کا حقیقت سے کوئی تعلق

ہذا عرفان قادوی جزی بونی لاندھی کراچی
 ☆ بسم اللہ ہو میوہ لہ پٹاؤن کراچی
 ☆ مصطفیٰ دو واخان وصالہ دو وادحت سینما حید آباد
 ☆ مارید واخان پولیس لائن حید آباد
 ☆ محمد علی دو واخان لہری پلاؤہ آہادہ اسلام آباد
 ☆ مسلم ہو میوہ نعمان ہو میوہ لہرت دو وادحت حید آباد
 ☆ جرن ہو میوہ لہرت دو وادحت حید آباد
 ☆ عدنان میڈیکل سٹوڈنٹس ماریٹ کورنگی کراچی
 ☆ طاہر ہو میوہ ڈہری
 ہذا استاد شاپ حملہ
 ☆ عاشی ہو میوہ ایم اے جناح دو وادحت آدم
 ☆ کڑل چٹا و سنور شاعی بازار ڈالا ڈکانہ
 ☆ خالد برادہ فی سڑک سنگھ
 ☆ مدینہ میڈیکل دو وادحت آدم
 ☆ پاپولر میڈیکل سٹوڈنٹس بازار جبک آباد
 ☆ خیاء ہو میوہ سکندر پورہ پشاور
 ☆ عارف میڈیکل سٹوڈنٹس ہوئی نیو کراچی کراچی
 ہذا شانی دو واخان شہر دو واخان شانی بازار ڈہلا پور
 ☆ علی ہو میوہ سٹوڈنٹس گھر ملتان
 ☆ ابن سینا دو واخان بلاک سی گھنٹ گھڑی جی خان
 ہذا ارشد برادہ وادحت اس منڈی ملتان
 ☆ حافظ دو واخان گلاس بازار ڈالا ڈکانہ
 ☆ مشیخ دو واخان مسلم بازار پشاور
 ☆ اصحٰت عیادہ سٹیڈیو دو واخان گھنٹ گھر پشاور
 ☆ دھانیہ ملٹ دو واخان گھنٹ گھر پشاور
 ہذا نوید صحت ٹائمر دو واخان پشاور
 ☆ حافظ دو واخان شکر وہ کوہاٹ

نہیں ہے۔ مادہ منویہ خون سے نہیں بنتا۔ اس طرح
 احتلام کو ادو خاص طور پر اس کی غذا کو کھگی ہوا بنا دیا گیا
 ہے۔ حالانکہ مینے میں ایک یا دو ذائقہ اس کا ہوا صحت
 کی علامت ہے لیکن نوجوان بلا وادحت اس سے خوفزدہ ہو
 کر خود کو مر بیٹھیں اور کٹر خیال کرنے لگتے ہیں۔

یہ صورت حال پاکستانی نوجوانوں میں بہت
 عام ہے۔ روحانی اصول نے نوجوانوں کی صحت کو مزید
 برباد کر دیا ہے۔ اگر آپ اپنا مستقبل روشن بنانا چاہتے
 ہیں اور جنسی طور پر خود کو صحت مند دیکھنا چاہتے ہیں تو
 اس قسم کی غلط فہمیوں سے خود کو محفوظ رکھنے کی دہیر
 کیجئے۔ معتبر ذرائع سے درست معلومات ادو احتلام
 جانے کی کوشش کیجئے۔ لوگ جنس کے بارے میں
 بات کرتے ہوئے اس لیے بھی بکھراتے ہیں کہ خود
 اپنی جنسی صحت کو لائق خطرات سے لاعلم ہوتے ہیں
 اور جنسی امراض سے بے خبر ہو کر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ
 ان میں مبتلا نہیں ہوں گے۔ صحیح فکر یہ ہے کہ اپنے
 کردار اور رویے کو ٹول کر جنسی منتقلیات سے باخبر ہو
 کر اپنی جنسی صحت کی حفاظت کی جائے۔

☆ حکیم شیخ محمد امین
 موبائل نمبر 0345-7000088 راولپنڈی

ہمارے ڈائریکٹر حضرات

☆ خواجہ سٹوڈنٹس بال قاعلی ایسپرٹس ماریٹ صمد کراچی
 ☆ صمد میڈیکل سٹوڈنٹس صمد کراچی
 ☆ سپر ہو میوہ سٹوڈنٹس علی تاپور دو وادحت صمد کراچی
 ☆ محمد علی میڈیکل سٹوڈنٹس رام باغ کراچی
 ☆ طلحہ نریز روادٹر پپ چورنگی کراچی

☆ حکیم جیل مینا بازار دیکھو
☆ ہند پشاور گجوان درو سروان
☆ سعید میڈیکل نوشہرہ
☆ الحمد پشاور ایبٹ آباد
☆ انجنت پشاور ایبٹ آباد
☆ مشتاق پشاور غازی گھاٹ
☆ بار شاہری ہٹی بوہڑ بازار اولپنڈی
☆ حکیم صوفی نور محمد احمد پٹ چوک جہلم
☆ زمان درخانہ درہتاس درو جہلم
☆ ہمدرد درخانہ جہلم
☆ ہمدرد درخانہ ٹوبہ
☆ ہمدرد درخانہ کالہ سوی
☆ ہمدرد درخانہ میرپور
☆ ہمدرد درخانہ مظفر آباد
☆ ہمدرد درخانہ گلٹ
☆ ہمدرد درخانہ چلاس
☆ الحسن پشاور شورو کی مرست
☆ امجد برادرزگی گیت بنوں
☆ امجد برادرزگی گیت ڈیرہ
☆ امجد برادرزگی گیت کوہاٹ
☆ نعیم درخانہ حافظ آباد
☆ الرحمن درخانہ 2 نوبارہ گوجرانوالہ
☆ علی ہومیو پتھریہ شاپنگ سنٹر چھترہ لاہور
☆ ہوسال پشاور صدر بازار منڈی بہاؤ الدین
☆ نذرانہ برادرزگی میڈیکل سنٹر ہسپتال درو پکوال
☆ الدین ہومیو چار دیوڑ کیم
☆ عوامی درخانہ مین بازار مظفر آباد

☆ عرفان الیاس بیرکنڈہ
☆ الشفاء ہومیو پارا چٹار
☆ اسلم کرمانہ پکوال
☆ الحمد درخانہ کوٹ محمد
☆ شفیق بخاری خوجہ پشاور سیالکوٹ
☆ قدیمی چندی درخانہ پکیری بازار سرگودھا
☆ باسط ہومیو ایف دین میرپور
☆ بسم اللہ ہومیو شتر درو میاں چنوی
☆ عنایت پشاور ٹکرام
☆ ہاشمی درخانہ دار
☆ شامی علی درخانہ چنیوٹ بازار فیصل آباد
☆ پنجاب ہومیو چنیوٹ بازار فیصل آباد
☆ علی ہومیو نور پلازہ سونی رام روڈ کوئٹہ
☆ سوہن پشاور شورو سید باغ والی رباری
☆ مدنی پشاور صدر بازار ساہیوال
☆ میاں ہومیو کرپار درو ساہیوال
☆ مخلص درخانہ جام درو ٹکرام
☆ سونگ پشاور لیاقت بازار کوٹ کھپت لاہور
☆ نیار درخانہ القرم ہومیو مین بازار جنگ صدر
☆ قادری میڈیکل سنٹر مین بازار کوٹلی
☆ دروای درخانہ ڈکی لودالائی
☆ ایس ایس ٹکڑ 22 علامہ اقبال روڈ لاہور
☆ سلیمان پشاور چوک سرائے کالا ٹیکسٹا
☆ باس ہومیو سنور سرور شہید چوک جوہر آباد
☆ الشفاء ہومیو شورو پکوال
☆ سندھ ہومیو چکر بازار نواب شاہ

☆

کو پین ماہ ستمبر 2014ء

نقشبندی شاعری

ماہنامہ کچی کہانی لاہور میں اپنا تعارف شائع کروانے کے لیے اس ماہ کو پین کا نکت ارسال کریں۔ اگر آپ کو پین ارسال نہ کرنا چاہیں تو 20 روپے کے غیر استعمال شدہ ڈاک نکت ارسال کریں۔ خواتین اپنا تعارف شائع کروانے کے لیے اپنے شناختی کارڈ کی فوٹو کا پی ہمراہ ارسال کریں ورنہ تعارف شائع نہیں کیا جائے گا۔ اگر آپ اپنے تعارف کے ساتھ اپنی تصویر شائع کروانا چاہتے ہیں تو 50 روپے کے ڈاک نکت ارسال کریں۔ اپنا تعارف صاف صاف اور خوشخط لکھیں۔

سیر انچارج قلمی دوستی..... ماہنامہ کچی کہانی 29 حبیب بینک بلڈنگ چوک اردو بازار لاہور



نام: ملک فیصل سردار رائے ودیٹ

عمر: 36 سال

تعلیم: ایل. ایل. بی

مشغلہ: مطالعہ کرنا اور قلمی دوستی کرنا۔

پتہ: ملک فیصل سردار رائے ودیٹ پوسٹ بکس نمبر 217

جی پی او صدر ذرا دلچسپی

موبائل نمبر 0300-5116946

advocate@786.yahoo.com

© © ©

نام: غلام رسول ضیہ

تعلیم: (جاری ہے)

مشغلہ: کرکٹ ٹیم، لکھنا اور مخلص دوستوں

سے قلمی دوستی کرنا۔

پتہ: موبائل نمبر 0301-4606782

grasocelzia@yahoo.com

© © ©

عمر: 33 سال

مشغلہ: کچی کہانی پڑھنا اور قلمی دوستی کرنا۔

پتہ: موبائل نمبر 0044 7922838325

© © ©

171 ستمبر 2014ء

نام: عبدالغفور

عمر: 45 سال

تعلیم: الیغ: اے (فاضل عربی) ٹیچنگ

مشغلہ: مذہبی تاریخی و روحانی اور ہر قسم کی کتب کا مطالعہ کرنا، سیروساحت کرنا، روحانی علاج کرنا، خط و کتابت کرنا، ٹیلی فونک دوستی کرنا، اچھے اور بادرالوگوں سے قلمی دوستی کرنا اور بھانا۔

پتہ: عبدالغفور، موبائل نمبر 0312-7218443

0343-1624326 حافظ آباد



نام: عامر شبیر

عمر: 31 سال

مشغلہ: لڑکے لڑکیوں سے قلمی دوستی کرنا، چیٹ کرنا اور خدمت و خائف کرنا اور کرنا۔

پتہ: موبائل نمبر 0308-4747401 لاہور



نام: اکرم سہیل

تعلیم: الیغ: اے

مشغلہ: دوستوں کی مدد کرنا، غریبوں کی مدد کرنا، لڑکے اور لڑکیوں سے قلمی دوستی کرنا، صرف قلمی لوگ رابطہ کریں۔

پتہ: اکرم سہیل، موبائل نمبر 0302-4050946 لاہور



نام: عبدالستار

عمر: 25 سال

مشغلہ: لڑکے لڑکیوں سے قلمی دوستی کرنا، قلمی لوگ رابطہ کریں۔

پتہ: عبدالستار، موبائل نمبر 0315-7796853 لاہور



نام: محمد ابراہیم کھوکھر

عمر: 17 سال

تعلیم: (جاری ہے)

مشغلہ: کچی کہانی پڑھنا، قلمی دوستی کرنا، قلمی دوستی کی تلاش ہے۔

پتہ: محمد ابراہیم کھوکھر، چک جھڑ، ضلع فیصل آباد

موبائل نمبر 0342-6267179



نام: یوہانی خان

عمر: 23 سال

تعلیم: میٹرک

مشغلہ: قلمی دوستی کرنا، گلوکار عطاء اللہ خان، قلمی تخلیقی کوشش، گلوکاری کرنا، لڑکا کاری کرنا۔

پتہ: یوہانی خان، سیلیو، سلیم احمد، فیس، میرپور خاص، شہر، میرپور خاص (سندھ) 69040



نام: عابد حسین

عمر: 19 سال

مشغلہ: نیلی فون، دوستوں سے ہر موضوع پر بات کرنا۔

پتہ: فون، موبائل نمبر 0320-5004916

کراچی



نام: نوید احمد

عمر: 45 سال

مشغلہ: قلمی، ذہنی مسائل کا مطالعہ، سیاست

پتہ: پتہ، کس نمبر 9005 لاہور





قارئین خبردار ہو شیار ہو جائیں

یہ اس شخص کا نام ہے جس نے 99 سال کی عمر میں اپنے والد محمد شیار سے جو چھک نہ رہے وہاں ہے۔ جو اپنے آپ کو اپنے والد کا ملازم کہتا ہے۔ حقیقت میں یہ والد ملازم نہیں ہے۔ ممکن ہے اس کو نوکری سے فارغ کر دیا ہے۔ یہ شخص مختلف رسائل و رسائل میں اپنی تحریریں شائع کر دیتا ہے۔ ان میں رسائل و رسائل سے لوگوں کے موہاں سے کرانے

سے دوستی کرتا ہے۔ پھر ان سے دوستی پر چند مختلف عیادوں میں پیسے مانگتا ہے۔ شے میں یہ بھی آیا ہے یہ شخص لوگوں کو اپنے امیں نوکری مانگنے کا کہتا ہے کہ وہ ان سے پیسے مانگتا ہے اور ان کو نہیں مانتی اور پھر بعد میں وہ لوگ جنہوں نے اسے نوکری کے لیے پیسے مانگے ہیں ان میں سے کسی سے جب رابطہ کرتے ہیں تو یہ شخص اپنا مدعا بیان کر دیتا ہے۔ میں اس شخص کا نام دیتا ہوں۔ اس شخص نے کہا کہ میں اپنی کہانی اور زمانے بھی دیتے ہیں۔ اس شخص نے کہا کہ میں اپنی کہانی اور زمانے میں کی تحریریں شائع کر دیتی ہیں۔ وہ اپنی قارئین سے درخواست کرتے ہیں کہ ان کو نوکری کے لیے پیسے دیں اور اپنے دوستوں و دشمن اس شخص سے دوستی کرنے سے خود احتساب کریں۔ اس شخص کو نوکری کا پی کر دیا کر اپنے دوستوں و جنہیں کہ لوگوں کو اس شخص کی نصیحت ہے وہ چاہتے ہیں اور وہ اپنے قیمتی وقت اور پیسوں کے ضائع سے بچ جائیں۔

(اور وہ بنامہ بھی کہانی اور)

نام علی احمد
عمر 20 سال
مذہب قلمی دوستی کے ذریعے مخلص محبت پرست
قدردان لڑکے لڑکیوں سے دعا کرتا
پتہ علی احمد 610 کاکڑ خان پوسٹ بکس
نمبر 440 کوئٹہ

نام ساجد الرحمن
عمر 19 سال
تعلیم ایف ایس (جاری)
مغفرتی روایت کرنا انسانیت کی خدمت کرنا۔
راجہ جمال اسٹور ایڈیٹر نذر پوسٹ آفیس
تعمیل ذوالفقار ضلع میرپور AK

نام: فاطمہ محمد بھائی

عمر: 18 سال

تعلیم: ایم ایڈ

مشغلہ: لڑکے اور لڑکیوں سے خوشی سے جیتی جاتی

☆ ☆ ☆

پتہ: وکٹوریہ ٹرا C/O عبدالملک چانڈیہ پاس

طربت - شہرہ: شعلہ (سندھ)

☆ ☆ ☆

نام: شہزادہ اقبال آکاش

تعلیم: میٹرک اور GRPH.D-DCS

مشغلہ: شادی کی تیاریاں اور لڑکے روٹوں

☆ ☆ ☆

پتہ: شہزاد اقبال ولد رضا محمد نواز P.A.F. جالونی

ریٹ لکھنؤ روڈ جالونی تانہ - میانوالی

☆ ☆ ☆

نام: آکاش علی

عمر: 20 سال

مشغلہ: لڑکے اور لڑکیوں سے دوستی کرنا اور ہر خط کا

جواب دینا میرا دل مٹا اور سب کو فتح کرنا۔

پتہ: آکاش علی قیصر ڈیڑھ مین بازار نوازہ اک

تانہ چک نمبر 214 ریلوے پورہ جھڑی والا فیصل آباد

☆ ☆ ☆

نام: ساجد احمد انی

عمر: 48 سال

تعلیم: بی بی سی

مشغلہ: ملو ٹی وی سیم پیپر اور ارواح موبی کی تعمیر اور

تقویم طالع اور خوشی سے کام کرنا روحانی ملائی

☆ ☆ ☆

نام: اللہ کرنا، دونوں ہاتھوں کے چنڈ پر نہ بھتی

لڑیہ آئی ڈی ایچ ہوا نہیں ملتی۔

پتہ: سید وٹھرسن بھائی وٹھیر ٹالونی پوک یادگار

مرزا وال

☆ ☆ ☆

نام: شاہد ملک

عمر: 24 سال

مشغلہ: کتابیں پڑھنا رسائل مونی و کینا لڑکیوں

لڑکیوں سے ملتی دوستی کرنا۔

پتہ: محلہ میدگاڈ نزد پوسٹ آفس بس تحصیل ضلع

بٹکر

☆ ☆ ☆

نام: حقیقہ اللہ خان بھائی

عمر: 22 سال

تعلیم: بی ای

مشغلہ: خوبصورت چیزوں سے پیار کرنا ایک

مخلص اور خوبصورت مسافر کی تلاش اور پہلے خط

تکے کا اس کو ایک خوبصورت گنت دوں گا۔

پتہ: سندھ ویٹیل محلہ مرزا بیٹیل تحصیل ضلع

میانوالی

☆ ☆ ☆

نام: آفتاب خان

عمر: 32 سال

تعلیم: B.A

مشغلہ: فلمیں دیتی اور کرکٹ۔

AFTAB KHAN. 64 .WIND

MILL ROAD HEMEL

HEMPSTEAD LONDON

☆ ☆ ☆

نام: حسن لال
عمر: 21 سال
تعلیم: بی اے میں
مشغلہ: مدرسینی
پتہ: ڈی ایف 27 گنگا بیون بونیورسٹی فٹ روڈ کی
سانہو انڈیا

نام: محمد طاہر سیفی
عمر: 22 سال
تعلیم: انٹر
مشغلہ: دوست بنانا
پتہ: 93059 تلی کھوڑے والی کشن جی وی انڈیا

نام: سید افضل حسین
عمر: 26 سال
تعلیم: بی کام
مشغلہ: دوستی
پتہ: اوائی ایف مال روڈ کانڈو بی انڈیا

نام: ڈاکٹر چاند
عمر: 26 سال
تعلیم: بی ایم ایس
مشغلہ: دوستی
پتہ: چاند نوسٹل فنڈ فاضل اکبر آباد ضلع بکسور بی
246762 انڈیا

نام: فکیل مار
عمر: 19 سال
تعلیم: بی ایس سی
مشغلہ: قلمی دوستی
پتہ: مہراج کالج لکھنؤ ضلع ورمبھگ برہم انڈیا

نام: بادشاہ احمد صدیقی
عمر: 22 سال
تعلیم: ہائی سکول
مشغلہ: دوستی
پتہ: پوسٹ بکس نمبر 6069 دہلی

نام: سکندر عالم نووی
عمر: 20 سال
تعلیم: عالم
مشغلہ: کتب بینی
پتہ: جین پور پوکھرا پانی پور ضلع ازلی دہلی پور
بکھدیش

نام: عبداللہ اعظمی
عمر: 18 سال
تعلیم: انٹر
مشغلہ: دوستی
پتہ: ہرنی علی گڑھ زمین رسول پور ضلع اعظم آباد
انڈیا

نام: الیاس رامین

عمر: 22 سال

تعلیم: آٹھ کلاس

مشغلہ: خدمت ظفر

پتہ: کھلی نمبر 7 انصار بلاک باجوہ زرود میرٹھ انڈیا

★ ★ ★

نام: مولانا ابو الحسن صدیقی

عمر: 22 سال

تعلیم: انٹرمیڈیٹ

مشغلہ: خدمت ظفر

پتہ: مقام ٹوس ٹولہ سکھاسن ضلع بکٹ ہار ہلہ انڈیا

★ ★ ★

نام: طاعت مناب گندو

عمر: 14 سال

تعلیم: انٹر

مشغلہ: قلمی دوستی

پتہ: شادی روگ مدن پور اورنگ آباد ہریانہ انڈیا

★ ★ ★

نام: محمد فہم اہلس

عمر: 25 سال

تعلیم: سینئر

مشغلہ: شعر شاعری کرتا۔

پتہ: B-60 لاٹ 4 کوئی نزد کوہاک لاٹ 1 ٹاؤن لاہور

★ ★ ★

نام: حامد حسین تبسم

عمر: 19 سال

تعلیم: فائنل ایجوکیشن سروس تفریح کرتا۔

پتہ: پو۔ ٹ۔ ٹیکس نمبر 4524 الہاوت آباد اتر پردیش

★ ★ ★

S.T.R

نمبر: 18 سال

تعلیم: بی۔ اے

تعلیم: بی۔ اے

مشغلہ: A.J سے چادر کرتا: دوں لڑکوں سے دوستی خط و

کتابت کرتا۔

پتہ: 1210 نمبر انٹرومنٹ غریبوں بہشت

دہلی نئی غریبوں ال تحصیل پنڈو خان ضلع جلم

★ ★ ★

نام: شبیر اختر

عمر: 20 سال

تعلیم: F.A

مشغلہ: قلمی دوستی کرتا۔

پتہ: شبیر اختر کاتھ ہاؤس مین بازار میانی تحصیل

بھٹوال ضلع سرگودھا

★ ★ ★

نام: محمد عقیل

عمر: 21 سال

تعلیم: ایف۔ اے

مشغلہ: قلمی دوستی کر کے بھاننا لڑکے لڑکیوں سے

پتہ: محمد عقیل ڈاک خانہ بیوان ضلع مدینہ مسجد چکوال

★ ★ ★

نام: عبدالملک

عمر: 23 سال

تعلیم: میٹرک

مشغلہ: محبت کرتا۔

پتہ: 10/10 میل بیکر ڈورس po رکن پور تحصیل

ضلع رحیم یار خان

★ ★ ★

★ ★ ★

★ ★ ★

★ ★ ★

★ ★ ★

★ ★ ★

★ ★ ★

★ ★ ★

★ ★ ★

★ ★ ★

ناقابل فراموش واقعات کوہن ماہ ستمبر 2014ء

اس کالم میں آپ مختصر سبق آموز معلوماتی 'حیرت انگیز' ناقابل فراموش خوفناک و دہشت ناک واقعات اور اسلامی معلومات ارسال کر سکتے ہیں۔ جس کے ہمراہ آپ کو اس ماہ کوہن کات کر ارسال کرنا ہوگا۔ اگر آپ کوہن نہ بھیجنا چاہیں تو 20 روپے کے خیر استعمال شدہ ڈاک ٹکٹ ارسال کریں۔ اپنی تحریر کے ساتھ اپنی تصویر شائع کروانا چاہتے ہیں تو 50 روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال کریں۔ جو خواتین اپنی تصویر شائع کروانا چاہیں تو اپنے شناختی کارڈ کی فوٹو کافی ہمراہ ارسال کریں۔ اپنی تحریریں صاف صاف اور خوش خط لکھیں۔

کچھ اشعار یا ناقابل فراموش واقعات..... ماہنامہ گچی کہانی 29 حبیب بینک بلڈنگ چوک اردو بازار لاہور

صبح کا بھولا

گرمی کی شدت، محنت اور پسینے کی فراوانی اور
نفریہ "ایک محنت کے پس کے انتظار نے اچانک مجھے
پانی بنا دیا۔ میرے خیالات بدل گئے، میرے سوچنے کا
موقف بدل گیا۔ میں جو آج کئی دنوں سے اس بات پر
بغض و دل لگے ہوئے تھا کہ میں ایسی جگہ خلای کر دوں
گا، جہاں چیز نام کی کوئی شے نہ ہو، محمد والدین ازل
ہوئے تھے کہ در چیز ضرور لیں گے۔ اس وقت جب
پس کے انتظار نے اور گرمی کی شدت نے یہ سوچنے پر
مجبور کر دیا کہ واقعی میرے والدین غلبہ کی نو سوچنے
ہیں۔ اگر اس وقت میرے پاس اسکوڑ ہو نا تو میں اس
پریشانی میں گرفتار نہ ہوتا۔ میں آج ہی گھر پہنچے ہی مانا
جی سے کہہ دوں گا کہ لڑکی والوں سے اسکوڑ ضرور
لیں۔ اور اگر وہ لوگ اسکوڑ نہیں دے سکتے تو وہاں
شادی سے انتظار کر کے کسی دوسری جگہ بات چلا میں
جہاں اسکوڑ مل سکے۔

اور اچانک میرے خیالوں کے درمیان ایک جھنجھکی
خوشبو سے کھل گئے۔ میں نے محسوس کر لیا۔ میرے
قرب ہی ایک سہمی سادی سی لڑکی سوتی پھول وار

سوت میں لمبوس کھڑی تھی۔ اس کی نگاہیں مجھی دلی
نصیب۔ وہ بالکل خاموش 'اراس اور بے نازی کھڑی
تھی۔ اس کی یہ سادگی مجھ کو بھانپتی۔ میری نظروں
بغاوت پر اتر آئیں۔ اور پھر اس لڑکی کی طرف
اٹھنے لگیں۔ اب دل نے بھی سرگوشی شروع کر دی۔
میں اپنے آپ ہی دل کی اس سرگوشی پر مسکرا دیا۔ اور
میں نے محسوس کیا کہ اچانک 'وہم بدل گیا ہے۔ گرمی
کی تکلیف، وہ شام پر کھانا ہار بن گئی ہے۔ اور میں ہوں
اپنے آپ کو چٹائی چٹائی سا محسوس کرنے لگا اور
جس میں کایں ایک محنت سے مسلسل انتظار کر رہا تھا
وہ جانے کب آئی اور آکر چلی بھی گئی۔ اب پھر میں
انتاب خالی پڑا تھا۔ رات بھی گزار دی تھی۔ گھر میں
اور وہ اب بھی کھڑے تھے۔ خاموش اور بے سادہ
جیسے ہماری کوئی منزل نہ ہو۔ جیسے ہمیں کہیں بنا ہی
نہیں ہو۔ اچانک اس بت کافر کے ذہن میں جنہیں
ہوئی اور در میرے قریب آئی۔

آئے چلیں۔ اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔
کہاں؟ میں نے خیالوں کے حسیں جھولے میں
بھولنے ہوئے پوچھا۔

چاہتا ہوں کہ۔۔۔۔۔ تم ایسا کیوں کرتی ہو؟ میں نے حیات
نے اپنی آنکھیں پھلایا، اے کہا۔

ہاں۔۔۔۔۔ ہاں بھلا۔ میں نے اس کو آگے بولنے کے لئے
آکسایا۔

کیا کریں گے آپ سن کر؟ اس کے پیچے میں درد اٹل
آیا۔

اس لئے کہ تم ایک اچھی لڑکی، دو، دو کہتے ہیں پر کشش
چہرے اور جسم کی مالک ہو۔ نہایت ننگا، اڑوں میں اچھی
نک باکیزگی، وجود ہے، حالانکہ، نہایت آنکھوں سے
شرم کا پانی بہہ جاتا چاہتے تھا۔ مگر جانے کیوں ابھی بھی
اس میں شرم کے دورے آتے ہیں۔ تم ایسا کیوں
کرتی ہو؟ بولو۔۔۔۔۔ جواب ہو؟

اس کی آنکھوں میں آنسو خیرے لگے۔ اس نے اپنی
بجلی چٹکیاں اٹھائیں۔ جانے کیوں مہری بہ دردی بیٹھنے
لگی۔ اور میں اس کے اور غریب آگیا۔ اور بہت چار
ت اس کو بھجائے گا۔

تم۔۔۔۔۔ تم اپنا ایک گھر کیوں نہیں بنا لیں۔ تم اچھے
لاکے سے نکلتی ہو، کے ایک شریف بونی کی طرح
زندگی گزارو۔ دیکھنا تمہیں کتنا تک محسوس ہوگا۔ سنو
جس کہ ہر لڑکی کے دل میں یہ ارمان ہوتا ہے کہ دو
ایک بونی بنے، ایک ماں بنے، اس کا اپنا ایک گھر ہو۔
یہاں اس کا راز ہو۔ نہایت سے دل میں ایسا کوئی
ارمان کوئی تصویر نہیں، اپنی خاک نہیں۔ بولو۔۔۔۔۔
جواب ہو۔

اس نے اپنے دوپٹے کے انہل میں نہ چھپایا۔ اور
پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ میں نے تسلی کی خاطر
اس کے ہاتھ میں ہاتھ رکھا۔ اہستہ سے اس کا چہرہ
اوپر کیا اور اس کے ہونٹ کی "مصر بہت" نے جیسے مجھے
پکارا۔

تم۔۔۔۔۔ تم ایک بیوی بن سکتی ہو! تم ایک ماں بن سکتی

رات گزارنے۔ اس کی آنکھوں میں شوخی آگئی۔
نہایت سے اور نہایت سے گھر والے؟ مہری خوشی
پر تھی۔

میرے گھر والوں کو معلوم ہے کہ میں رات کی بڑی پڑ
ہوں۔ اس کے پیچے میں کئی اور غم کی آبیروں تھیں۔
کیا مطلب؟

مطلب یہ کہ میں کل گرل، دوں اور ایک رات کے کم
از کم پانچ سو روپے لیتی ہوں۔ اگر آپ کو سود منظور
ہے تو میرے پیچھے پیچھے چلے آئیے۔ یہ کہہ کر وہ آہستہ
آہستہ آگے بڑھ گئی۔

وہ بہت "بس" کی میں اپنی دہرے ہو جا کر رہا تھا، ایک
گھر کر چکنا چور، وہ گہرا۔ میرے دل نے محبت کی جگہ
نفرت کو اپنا لیا۔ اور غصہ سے دور کس اپنی قسمت کو
رونے لگی۔ اور زلت سنکر آنے لگی۔ میں نے ایک
پر اس کی طرف نفرت بھری نگاہوں سے ٹھوکر کر
دیکھا۔ مگر جانے کیوں میں اس کی نگاہوں کی اتھا کو۔
ٹھکراٹھ۔ اور میرا بخش میرے ساتھ نہ لیا۔ اور میں
نے جانے کب اور کیوں اس کے ساتھ چلا شرم کر
دیا۔

اور پھر ایک سسٹن سی لگی میں ایک بھونے سے
دوئل میں اس کے ساتھ جب میں داخل ہوا تو میں
نے محسوس کیا کہ یہاں کا "نفرت" ہر فرد اس سے
دانت ہے۔ اور یہ دو جگہ ہے جہاں ہر طرح کے جان
اور ہر طرح کے بھاری آتے ہیں۔

کہہ بند کرنے ہی اس نے ایک ماہر ناچ کی طرح اپنی
نجات شرم کر لی چلی اور میں گھبرا گیا۔

تم۔۔۔۔۔ تم یہ کیا کر رہی ہو؟

میں۔۔۔۔۔ وہ کر رہی ہوں تو ہر روز کرتی ہوں۔

نہیں۔۔۔۔۔ نہیں میں ان ٹائرس چھپا نہیں ہوں، جب
تم سمجھ رہی ہو۔ میں تو صرف تم سے "معلوم کرنا"

ہوا تم یہ بتاؤں سکتی ہو! تم مریم بن سکتی ہو۔

ہاں..... ہاں۔ اس نے اپنے دونوں کان بند کر لئے۔
اور چیخ پڑی۔

ہاں..... ہاں میں نے بھی خواب دیکھے ہیں۔ میں نے بھی ایک گھر ایک شوہر اور ننھے منے بچوں کے خواب دیکھے اور اپنی خوابوں کی تعبیر تلاش کر رہی ہوں۔ ہاں۔ میں نے بیٹا بننا چاہا ہے، ابھی تو میں اس جہنم سے گزر رہی ہوں۔ یہ سب صرف اس لئے کہ میں..... میں ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوئی ہوں۔ آپ کہتے ہیں کہ میں نے سچے نہیں دیکھے۔ میں نے ایسے ایسے سچے دیکھے، جو اس لئے کہاں کہ جس کی بنگلاہٹ نے میری آنکھیں بند ہیا دیں۔ دنیا کی تمام لڑکیوں کی طرح، پیسے پیسے میں بڑھتی رہی۔ میرے ابا..... اور میرے سچے بھی بڑھتے رہے..... میرا گھر، میرا شوہر..... میرے سچے اب میرے مستقبل کی روشنیوں تھیں، جن کی بنگلاہٹ پر میں مسکرا رہی تھی، ابھی اور ابھی میرے والدین نے ایک جگہ میرا رشتہ بھی ملے کر دیا۔ والدین کی خوشیوں کا ٹھکانہ تو نہ تھا اور میں..... میں تو نو خا شیوں کے سمندر میں غوطہ زن تھی کہ اس سمندر میں میرے سامنے ایک کمریچہ آکھڑا ہوا۔ جس کا نام ”جیز“ تھا۔ وہ میرے پورے والدین کو اور مجھے ڈگنانا ہی چاہتا تھا کہ میں نے اس سے بچنے کے لئے ہمارا وجود لیا۔

جب لاکے والوں نے یہ شرط رکھی کہ جیز میں اور دوسری چیزوں کے ساتھ ساتھ اسکوڑ بھی ضرور دی ہے تو میرے پورے ہاں باپ کے کندھے اور چمک گئے۔ ان کے چہرے کی جھریاں اور گہری بوٹھیں، میں نے ان کو قہقہہ دی، میں نے ان کے آنسو پونچھے۔ اور ایک نئے غم کے ساتھ کہا۔ آپ لوگ پریشان نہ ہوں۔ میں نوکری کروں گی اور آپ لوگوں کی خواہش

پوری کروں گی۔

اور میں نے بہت دنوں تک نوکری نہ لئے غموں میں کھائیں۔ اور اچانک ہی اس نوکری کے دھمکے میں ایک فرم کے منیجر کے ہاتھوں اپنی عزت جیسی انمول چیز بھی گواہی بخشی..... اس دور نے، اس پوت نے اس زخم نے مجھے باقی بنا دیا۔ اور میں نے اپنا ایک الگ بڑا شہر شروع کر دیا۔ اور اس دن سے اب تک میں نے اپنے جیز کی ہر چیز ہیا کر لی ہے۔ اب میری شادی میں صرف ایک مہینہ باقی ہے۔ اس دوران میں، میں ایک رات تھیں فی ونی کا بھی بندوبست کر لوں گی۔

یہ کہتے کہتے اس نے اپنے آنسو خشک کئے اور میرے کانہ سے اپنا سر اٹھالیا۔ اس وقت وہ اپنی کہانی سنا کر بہت ہلکی ہلکی سی محسوس ہو رہی تھی۔ اور میں پیسے اپنے چاروں طرف ٹانگ ہی ٹانگ پھیلے محسوس کر رہا تھا۔ جانے کپڑوں میں اپنے تپ کو بھرم قصور کرنے لگا۔

نہیں..... نہیں اب ایسا نہیں ہوگا۔ میں اب کسی دوسری لڑکی کو حق کر لے نہیں دوں گا۔

یہ کہتے کہتے میں دیوالوں کی طرح اپنے گھر کی طرف دوڑ رہا تھا۔ آگ اپنی ہاں سے کہہ سکوں کو مجھے جیز میں اسکوڑ نہیں دینا ہے۔ جانے کیوں میری آنکھیں ابھی تک نہیں اور میں نے محسوس کیا۔ میں صبح کا جولا بول شام کو گھٹ دھت رہا ہوں۔

..... یہ کہتے۔

ہر سال

آج ڈاکٹر کا پچاسواں دن تھا۔

وہ یونین کے ایک جلسہ سے واپس آ رہا تھا۔ یونین

میں اس کی بڑی کو ڈاکٹر شراب کی تجویز کرواواں
سے زیادہ جہل قدی پر یقین تھا۔ اب وہ اپنی بڑی کو کیا
تجما کا کہ اے بھلی ماں! تمہیں کیا معلوم کہ دفتر میں
اس کے ہاتھ میں پیسے لگے ہوتے ہیں۔ عورتیں تو یہ
سمجھتی ہیں کہ ان کے شوہر دفتر میں بیٹھ کر کہیں ہاتھ
ہیں مسکریں۔ چوتھے ہیں، کیٹینیں میں بیٹھتے ہیں، منٹ
کا اظہار پڑھتے ہیں اور ان ہاتھوں میں تھوڑا وقت بچ جاتا
ہے تو کسی فلم یا دفتر میں ساتھ کام کرنے والی کسی
طوبصورت عورت کے متعلق باتیں کرتے ہیں؟

دفتر۔۔۔۔۔ واقعی دفتر ایک رست پر سکون جگہ ہے۔ اس کا
احساس اسے ہڑتال کے تیسرے دن ہی سے ہونے لگا
تھا۔ بچوں کی شرارتوں پر بڑی کی اونچی آوازیں، بچوں
کی کت نئی فرمائشیں۔ اور بے شمار مسئلے، جو فلم کے
ایک منظر کی طرح پہلے ایک لمحے کے لئے اس کے
سامنے آتے تھے، اب بڑی کتنی کے ساتھ بروقت
اُبھرنے لگے تھے۔ بڑی کتنی پہلے اسے زندگی کے اس
تاریک رخ کو مختصر لفظوں میں اس کے سامنے پیش
کر چکی تھی۔ اب تو بروقت اسے بتایا جاتا تھا۔

تو یہ تین دنوں سے اسکول سے واپس آ رہی تھی۔
اس کے اسکرٹ کا رنگ بالکل پھیکا ہو چکا ہے۔ ہوتے اور
پاؤں بھی بالکل پست گئے ہیں۔ اصغر تاج کل کرکٹ
میں دیوانہ رہتا ہے۔ بوم دوک نہیں کرتا۔ رضوان
نی نی کتاہیں اب تک نہیں آتی ہیں، بیواری کا مینہ
بھی آج نہ رہا ہے۔ وہ کیا خاک بڑھائی کرے گا؟ وہ
خود سے ہم کام ہو گا۔ کیا یونین کے لیڈروں کو نہیں
معلوم کہ بیواری کے پیسے میں بچوں کا اسکول میں
داخلہ کرایا جاتا ہے، ان کی کتابیں اور بیغلام خریدنے
پڑتے ہیں؟ کیا ان لیڈروں کے بچے نہیں ہیں؟ ضرور
ہوں گے۔۔۔۔۔ لیکن شاید ان لوگوں کے لئے یہ رست
معمولی بات ہوگی۔ ان کے پاس تو چندوں کے خزانے

کے لیڈر کو تو موقع چاہئے۔ یونین کے لیڈر کو ہی
کیوں؟ کسی بھی لیڈر کے سامنے مانگ ہو تو موضوع
سے ہٹک کر اتنی بڑی بڑی باتیں کرنا ہے کہ جیسے
سرکار صرف اسی کے دم سے چل رہی ہے۔ اور اس
کی تنقیدوں کے سیلاب میں سرکار بہ جائے گی۔ ختم
ہو جائے گی اور عوام کے سامنے ٹھیک دے گی۔
وہ دل ہی دل میں مسکرایا۔ واقعی یونین کے لیڈر اتنی
دلولہ انگیز اور جذباتی تقریریں نہ کریں تو ہڑتال
کامیاب نہیں ہو سکتی۔ بیت پر پتھر باندھے ہوئے
مازمین بھی ہڑتال کی جے جے کار کے غریبہ لگاتے
ہیں۔ اسے وہ سال یاد آیا جب ہماری مانگیں پوری
ہوں، چاہے جو مجبوری ہو، اور کون لڑے گا۔ کون
لڑے گا۔ ہم لڑیں گے۔ ہم لڑیں گے۔ کاغذ لگانے
والوں میں اکثریت جیتوے درجے کے ایسے مازمیں کی
تھی، جن کے گھروں میں شاید رات کی روٹی کا بھی
انتظام نہ ہوگا۔ ان کی ہمت کی دلوں دینا سراسر
بالفانی کی بات ہوگی۔

وہ چوتھی سڑک کو عبور کر کے بس اسٹاپ کی طرف
بڑھا۔ لیکن اچانک ہی اسے خیال آیا کہ وہ بس کا ٹرایڈ
کہاں سے ادا کرے گا۔ صبح جیب میں صرف وہ روپے
بچے تھے۔ ان دو روپوں کے قود قود نے وہ دن ہی
سگریٹ پی گیا تھا۔ اب تو اس کے پاس ایک پیسہ بھی
نہ بچا تھا۔ اس نے سوچا۔ چلو بہت دنوں سے چیل
قدی بھی ہو جائے گی۔ ڈاکٹر شراب نے اسے جب صبح
سویرے اٹھنے کا مشورہ دیا تھا تو اسے ڈاکٹر شراب پر برا
خدا نہ آیا تھا۔ وہ صبح اٹھ کر کون سے تیر لگے گا اور پھر
صبح کی نیند تو بہت چمادی ہوتی ہے اور جہل قدی؟ وہ
تو باس کی کٹ پر نہ جانے کتنی بار دفتر میں اوپر کی منزل
کی سیڑھیاں چڑھا اور اترتا پڑتی ہیں۔ کیا وہ ورزش
نہیں ہے؟

اس نے اپنی اس نفرت کا اظہار بھی نہیں کیا تھا۔ بلکہ اس نے خبریں کا بیٹھ ایک مہذب انسان کی طرح سوانگت کیا تھا۔ اسے اچھے سے اچھے ہونٹوں اور نفرت کاہوں میں لے گیا تھا۔

کئی بار خبریں سننے کی کواٹنگی میں سبقت لے جانے کی کوشش بھی کی۔ لیکن اس نے اسی واقعہ خبریں کو سمجھی نہ دیا۔ اس نے سوچا اگر آج خبریں اسے کسی ہوٹل میں لے چلے گا آخر کرت گی تو وہ انکار نہیں کرے گا۔ خبریں فریب پہنچ کر پرتاک پہنچے میں بولی۔ نیلو فائری صاحب۔ اچھے میں نا؟ کہاں سے شریف لا رہے ہیں؟

اس کے دل میں ناک۔ جی بات بنادے نہیں اندر کے آدمی نے اسے سمجھا۔ پائل مت بن لوگ ہمارے بارے میں کیا سوچیں گے؟ یہی تا پچاس دن کی پڑاں میں بچ کا پند بانی ہو گیا۔ نو بین کی مہبتنگوں میں زیادہ مزہ شریک ہونے میں جو گھبرا جانے میں لاکھری مالی حالت خست ہونے لگتی ہے۔ اس نے بات بتائی۔ پاس ہی ایک دوست کے یہاں گیا تھا لیکن ملاقات نہیں ہوئی۔ دو راج بنی مگر میں ڈاکٹر شفیق کے یہاں گئے ہیں۔ روڈ نمبر گیارہ میں ڈاکٹر شفیق کا کلینک ہے۔ میں کلینک میں ہی ان سے مل لینا چاہتا ہوں۔ ایک ضروری کام ہے۔

ٹھیک ہے میں ذرا بو میں کے دفتر جاری ہوں۔ بڑی سب تک چلے گی ذرا پند لگاؤں۔ انا کہہ کر دو چلی گئی۔ سچ ہے۔ سب میں پہنچے ہوں ہر کوئی کھانے کو خارج رہنا ہے۔ خبریں شاید بچے مرکز دیکھنے اس لئے وہ راج بنی مگر کی طرف چل پڑا۔ حالانکہ اسے اس مرکز سے لاکھ تک متنبہ میں دو اور مرکزوں کا خواہ تھا۔ پند لگانا نہ تھا لیکن ایک بھوت کو جیتانے کے لئے اسے یہ تکلیف گوارا تھی۔

ہیں۔ ہفت ضرورت اس میں سے خرچ کرنے میں حرج ہی کیا ہے؟ اگر دفتر کھلا ہو نا تو وہ بھی ان بھوتے بھوتے خبریں کو اوپر کی آمدنی سے پورا کر لیتا۔ لیکن اوپر کی آمدنی کو تو جاتے دو۔ ستا نوہ جا رہا ہے کہ سرکار نو درک 'نو سپے No Work No Pay کے متعلق سوچ رہی ہے۔ لیکن فنک تک تو ایسا نہیں ہوا ہے۔

دو دن قبل اس نے پورے چار گھنٹے کی محنت سے اپنا گھر پلو بیٹ تیار کیا تھا۔ جس میں فلم اور دیگر تفریحات کو ذہنی عیاشی کا درجہ دینے والے انہیں بیٹ میں جلد نہیں دی گئی تھی۔ ڈرامائی سالانوں میں بھی اس نے کٹولی کر دی تھی۔ صائیں 'نیل' بلینڈ 'چائے کی پنی اور دودھ جیسی لازمی چیزوں میں بھی اس نے کی کر دی۔ پھر بھی اس کے مشاہرے کی پوری رقم میں بیٹ نہ بن گیا تھا۔

مستقل فود گھنٹہ بدل چلنے کے بعد اس نے کچھ غمناک محسوس کی۔ اسے چائے اور سکرٹ کی شدت سے ضرورت محسوس ہوئی۔ مگر اس خیال کو اس نے ذہن سے جھٹک دیا۔ وہ بھی خواہوں کے گھروندے بنانے کا قائل نہیں رہا تھا۔ جب جیسا تب دیا 'زندگی گزارنے کے نظریہ پر اسے پورا بھروسہ تھا۔ ابھی وہ چلے گا مگر کے دس نمبر گرت کے پاس پہنچا ہی تھا کہ سامنے سے خبریں آتی ہوئی نظر آئی۔ خبریں سے اس کی سب پرانی جان بھول گئی۔ آج سے میں برس پہلے وہ بھی خبریں کے دفتر میں کام کرنا تھا۔ ان دنوں خبریں ٹائمیسٹ تھی اور شاید آج سے زیادہ خوبصورت اور اہمات۔ خبریں اس سے شادی کرنا چاہتی تھی۔ لیکن دفتر میں کام کرنے والی عورتوں کو اس نے کبھی ہندہ کرنے والی عورتوں سے زیادہ اہمیت نہ دی تھی۔ حالانکہ خبریں کے سامنے

تھیلے اور ڈبے گھڑتے لے کر آتا ہوں لالہ بی۔ گھڑا کر اس نے پہلو پر چیزوں کی فہرست بتائی۔ تھیلے اور ڈبے لے کر کوئی فامی دھن گنگنا تا ہوا کالونی کے چورابہ پہنچا۔ باب جیل پر اب اتھی رہ چورابہ پر پہنچا جی تھاکہ گھڑتے کے دو کھانے کھا۔

فاخری! تم نے دیر کر دی۔ کچھ بڑائی کر چکایوں نے
 چور اپنے پاک ایک سو پچھٹے منصوبہ کے تحت = انوار
 پھیلا دی کہ بڑا نالاقہم ہو گئی ہے۔ اس خبر کے پھیلتے
 ہی چور اپنے کے دو کاندھوں نے انوار دینا شروع کر
 دیا۔ کالونی کے تمام لوگوں نے اپنی ضرورت کی چیزیں
 حاصل کر لیں۔ نیکلس اس انوار کا چادر توڑی ہی دیر
 میں ختم ہو گیا۔ جب تم دو کلن واردوں کے پاس پہنچے
 تب تک انہیں حقیقت کا علم ہو چکا تھا۔ اور وہ اپنے
 سر پر ہاتھ دے پینٹھے تھے۔

شیریں۔ امیر پور قیہ

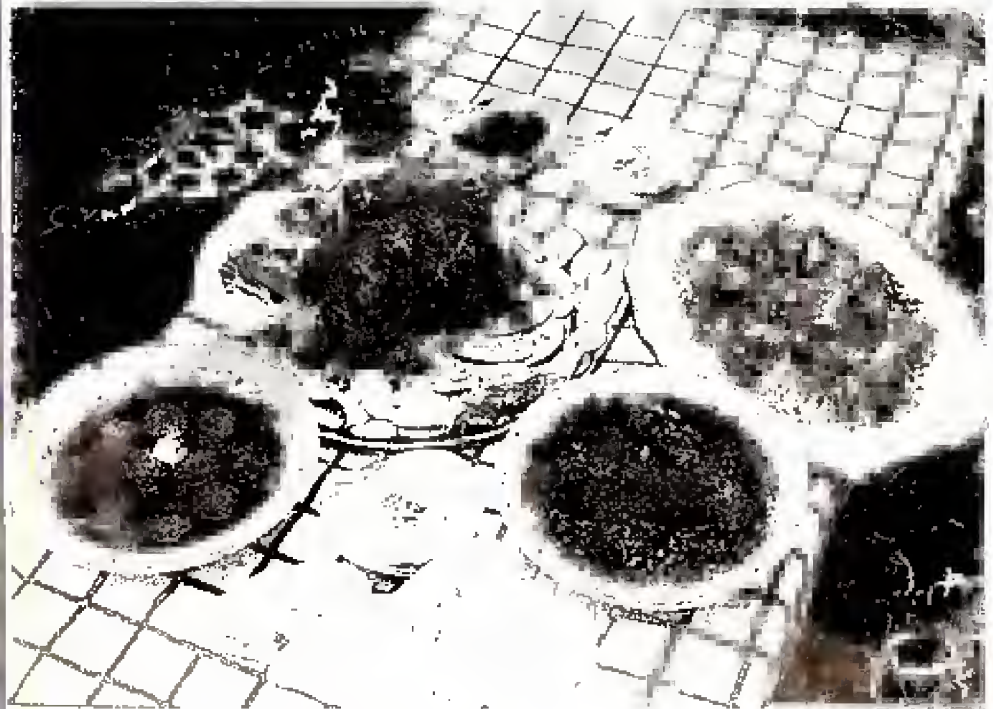


فاخری ہزارہائی ملازمین کی اس چالاکی پر بہت خوش تھا کہ چلو کم سے کم آپ تو بڑوں میں جانے کی جی اور اسی طرح کی چھوٹی موٹی چیزیں اوصاف مل جائیں گی۔

شاہدہ کا دسترخوان انچارج۔ شاہدہ پروین

کھانے پکانے کی ترکیب ہمیں ہمارے سے موصول ہوتی ہیں جو ہم ہوں کا تو آپ کی خدمت میں پیش کر دیتے ہیں۔ اگر آپ بھی کوئی مفرد ترکیب جانتی ہوں تو ہمیں ارسال کریں۔ ترکیب صاف صاف اور خوشخط لکھی ہوئے چاہئے تاکہ پڑھنے میں آسانی رہے۔ خواہ تین ہمیں کھانے پکانے کی ترکیب اپنی تصویر کے ساتھ بھی ارسال کر سکتی ہیں ہم شاکر کر دیں گے۔

شاہدہ کا دسترخوان۔ ماہنامہ چچی کھانی 29 مئی 2014ء



آلو اور تیل کے پکھڑے

ایک چائے کا چمچ

زیر

آدھا کپ

دی

ایک چائے کا چمچ (ثابت)

دھنیا

دو چائے کے چمچ (کئی ہوئی)

مرچ

چار عدد (باریک کئے ہوئے)

ٹماٹر

حسب ذائقہ

نمک

چھ عدد (کٹ لیں)

ہری مرچ

آدھی گلفی

برادھنیا

ترکیب -

نیسے کوڑھو کر اچھی طرح خشک کر لیں۔ اس کے بعد آف پیلی میں تیل یا گھی گرم کر کے تمام اشیاء اس میں ڈال کر درمیانی آگ پر بھون لیں جب تیل یا آئل اوپر آجائے تو اس پر برادھنیا ڈال کر پانچ منٹ کے لیے دم پر رکھ دیں۔ فیہ تیار ہے گرم گرم ہان یا روتی کے ساتھ خوش فرمائیں۔

بلا ہفت شاہین - لاہور

Trifle Pudding

اجزاء -

6 عدد (چورا کر لیں)

بیکنس

300 ٹی لیٹر (پھینٹی ہوئی)

گازھی کریم

ایک کپ

اسٹریپی جیلی کرٹل

آدھا کلو

اسٹیرل

425 گرام (سلائس)

آؤد

1/4 کپ

آؤد کا جس

برائے کسٹروڈ اجزاء -

کسٹروڈ پاؤڈر ڈیلا

آدھا لیٹر

دودھ

آلو ابال کر میٹھ کر لیں پھر تمام مصالحے ہرا دھنیا اور ہری مرچیں ڈال کر مکس کریں اور گول باز بنالیں۔ Breat Crumbs میں سفید تیل ملائیں اور باز کو پہلے انڈے میں ڈوبیں پھر Crumbs میں Coat کر کے گرم تیل یا گھی میں فرائی کریں۔

بلا نسرین - اسلام آباد

کڑا ہی قیمہ

اجزاء -

ایک کلو (بانہ کا بنا ہوا)

ایک کپ

آئل اسٹھی

دودھ (آٹیت کی طرح کئے ہوئے)

باز

چینی ترکیب برائے کسٹرو۔
دو کھانے کے چمچ (پس ہوئی)

پانی
شروم (optional) ایک اونس

کسٹرو پاؤڈر اور چینی کو تھوڑے سے دودھ میں
مکس کریں۔ اب باقی دودھ بھی اس میں ملا دیں اور
اس وقت تک پکائیں کہ یہ گاؤں ہوا ہو جائے اب اسے
خفٹا کرنے کے لیے رکھ دیں۔

کارن فلوو
ادرک
چینی
پیاز

ترکیب۔

سویا ساس

نبیلی بنائیے ڈبے پر دی ہوئی ترکیب کے
مطابق اور اسے فریج میں جمالیں۔ اسچے رول ایک
سٹینل میٹر کے سلاکس میں کات کر کالج کی ڈش کے
پینڈے اور سائیچ پر پھیلا دیں۔ اب اس پر آڑو کا
جوس ڈالیں اور اس پر چیلی ڈال کر فریج میں رکھیں۔
یہاں تک کہ چیلی جم جائے۔ آڑو کے سلاکس نیلی کے
اوپر رکھ کر کسٹرو پھیلا کر کریم ڈال کر خفٹا کریں تازہ
پھلوں اور سسکٹس کے چورے سے سجائیں۔

تیل اسکی

چکن پننی

ترکیب۔

چھلی کی کھال اُتار کر چکور بڑے بڑے ٹکڑے
کر لیں۔ پھر چھلی پر white pepper اور جینو موڈ
لگائیں پھر سیدھ میں لپیٹ کر اٹھارے میں رول کر لیں۔
پھر دوبارہ سیدھے میں رول کر کے گرم تیل یا گھی میں
گولڈن براؤن ہونے تک فرائی کر لیں۔

ترکیب برائے گریوی۔

شازیب۔ سرگودھا

Fish with soy sauce gravy

گھی یا آئل گرم کریں۔ اس میں چکن شروم
ادوک اور پیاز کو چکور کات کر ڈالیں اور ہلکا فرائی کر
لیں۔ پھر پننی اور قاسم اجڑا ڈال کر مکس کریں۔ کاؤن فلوو
کو پانی میں گھول لیں اور گریوی میں ڈال کر چند منٹ
پکا کر اُتار لیں اور چھلی کے نو پڑا ڈال کر سرور کریں۔

اجزاء۔

چھلی

آئل اسکی

سیدھ

ٹک

white pepper

ایجنو پاؤ

ایڈا

اجزاء برائے گریوی۔

چکن

آدھا کلو

Beef Roll with walnut

اجزاء۔

گوشت

سویٹ اینڈ سارسوس ایک پیالی

افروٹ

ایف چٹنا لگ (چوب کر لیں)

ایف چٹنا لگ (چوب کر لیں)

نیل اگھی	ذیپ فرانی کے لیے	پیپڈ زرد	ایک ٹی
کارن فلور	تھوڑا سا	گھومت	آدھا کلو (بغیر نیل)
white pepper	حسب پسند	نمک	حسب ذائقہ
نمک	حسب ذائقہ	ادریک	آدھا چائے کانچ (پیسٹ)
چینی	حسب پسند	لال مرچ	دو ٹی (پاؤڈر)
ترکیب -		لہسن	آدھا چائے کانچ (پیسٹ)

4 عدد برنی مرچ

ایک گدنی براؤنیا

10 عدد نمنا

ایک ٹیچ (پاؤڈر) گرم مصالحہ

ترکیب -

بڑا لیں دھو کر پلو لے، چڑھا دیں اس میں تمام سبز باں بارک کے ذال دیں۔ جب پھل جائیں تو ان کو جس لیں۔ نیل باجھی گرم کر کے پیاز بھکی سرخ کر لیں۔ اس میں ادریک، لہسن کا پیسٹ اور سب مصالحے ذال دیں۔ ایک گلاس پانی ذال کر بکتے لے رکھ دیں۔ پانی سوکھ جائے تو نمنا، چوت کر ذال دیں۔ اس میں سبز باں اور لہسن، دہنی، دالیں ذال دیں۔ اس میں منٹ تک پکے دیں۔ ان کے بعد ان پر برنی مرچیں، بھجیا اور ایک ٹی چا۔ وا گرم مصالحہ ذال دیں۔ دھن ساگ بنا، ہے۔ بھجارت سے چادلوں کے ساتھ دہنی فرمائیں۔

ہذا زیدہ طاہرہ، لہواچی

خوشک کے پتلے پارچے بنوائیں۔ گوشت میں نمک، چینی اور white pepper کا کوس منٹ کے لیے رکھ دیں پھر اخروٹ پر پارچے میں ذال کر دال کر لیں اور کارن فلور چھڑک دیں۔ درمیانی آٹھ پر براؤن اور کرکسی ہونے تک فرانی کر لیں۔ پھر نکال کر ایک انگل چمن میں سوس ڈالیں اور فرانی کے ہونے رول ذال کر 5 منٹ بلی آٹھ چھوٹیں اور گرما گرم پھن کر لیں۔

دھن ساگ

اجزاء -

جنے کی دال	آدھا پاؤ
آٹھ اگھی	ایک کپ
آدھ کی دال	آدھا پاؤ
چاڑ	ایک عدد
دھن کی دال	آدھا پاؤ
بھنئی	آدھا ٹیچ
سور کی دال	آدھا پاؤ (دھلی دہنی)
واپسینی	2 عدد (کک، ت)
دہنی	ایک پاؤ
ادریک	6 عدد
میں شگن	ایک پاؤ



انٹیمارچ
نور فاطمہ کوپن ماہ ستمبر 2014ء

میر کی پسند

اس عنوان کے تحت آپ ہمیں اپنا شعریا قطعہ یا پھر اپنے پسندیدہ شاعر کا کلام ارسال کر سکتے ہیں۔ اس کے ہمراہ اس ماہ کا کوپن کٹ کر ارسال کریں۔ اگر آپ کوپن نہ بھیجتا چاہیں تو 10 روپے کے غیر استعمال شدہ ڈاک ٹکٹ ارسال کریں۔ ہم اسے آپ کے نام کے ساتھ شائع کر دیں گے۔ اگر آپ اپنی تحریر کے ساتھ تصویر شائع کروانا چاہیں تو 30 روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال کریں۔ جو خواتین اپنی تحریر کے ساتھ تصویر شائع کروانا چاہیں تو اپنے شخصی کارڈ کی فوٹو کافی لازمی روانہ کریں۔

کچھ میری پسند..... ماہنامہ گنجی کہانی 29 صیپ بینک بلڈنگ چوک آرڈو بازار لاہور

﴿عبد الرحمان﴾ ----- ضلع لاہور ﴿﴾

وہ بھی رو پڑی میرے خط کو دورانِ دیکھ کر
کیونکہ میں نے اس خط میں کچھ لکھا ہی نہیں تھا
ایم ابراہیم عثمانی۔ مسرور زار

اک دفعہ سو نو رہنے دے میرے دل میں
شاید کہ غزا ہاتھ بچھو جناح دتا ہو
﴿حبیب احمد﴾ ----- ﴿جرانوائہ﴾ ﴿﴾

نیچے نیرے شباب کی قسم زبوں کو دکھ کے چل
سوئی بڑی ہیں خاک میں اڑی ہوئی جوانیاں

﴿طالب حسین﴾ ----- ﴿ملتان﴾ ﴿﴾

ہاتھوں پہ لکھ کے جوتے رہنے ہیں اس کا نام
دلت گزر گئی ہے سے خط لکھتے ہوئے
روشن علی۔ گوئدہ ماہی سر

میرا پیار بھی تو میری زندگی بھی ہے تو
میرے ہر سانس کو ہے غیری آرزو
تو وہی دھوپ ہے تو وہی جہاڑوں سے
جس کو پانے کی تھی صدوں سے جستجو
محمد یوسف انصاری۔ کراچی

ان کی زلفیں بکھر گئی ہیں شاید
سارے جگ میں بڑا اندھیرا ہے
اس کو ظلمت کا خوف کیا ہو گا
جس کے دل میں غزا بہرا ہے

﴿راجہ نصیر﴾ ----- ﴿گلگت﴾ ﴿﴾

میں گرا تھا تو بہت سے لوگ رکے نئے لیکن
سوچتا ہوں کہ انے ہیں اٹھانے کتنے
نہ نیا زخم لگاؤ نہیں اس سے کہا ہے
بھرنے والے ہیں ابھی زخم برائے کتنے

﴿عبداللہ﴾ ----- ﴿دہلی﴾ ﴿﴾

چاند بادلوں کی نظر تجھ کو نہ لگ جائے کہیں
میرے محبوب ذرا ان سے بھی پروہ کرنا

﴿چوہدری ارین محمد﴾ ----- ﴿ضلع گجرات﴾ ﴿﴾

آئینہ ٹوٹ بھی جائے تو کوئی بات نہیں
دل نہ ٹوٹے کہ یہ بکٹا نہیں بازار میں
معراج علی ورد۔ گلگت

خط کیا لکھا تھا تو نے اپنے تیر سے
ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا دل میرا غیری تحریر سے

..... فی کہانی 187 ء ستمبر 2014ء

☆ خالدہ رفیقہ ----- مگر بات

ہاں کہا کر ہر جگہ غصہ کتنا اچھا نہیں
ہاں غضب پہ لگ جائے نہ وجہ نہیں

☆ محاررہ ----- ذریعہ اہل خانہ

بس کھ میں سہاں ہو وہاں لی دی کا حکم کیا
اب روز مفت ہی میں ڈرامہ دکھائی دے

☆ ناصر محمود ----- راولپنڈی

نبی نے کہا نبیوں سے چلو شراب پکڑے لگ کے
نبی شفی میں نبیوں کو بندہ کوڑے لگ گئے

☆ نعام عباس ----- منجانب آباد

میزان عدل آئی اب ایسوں کے ہاتھ میں
کانٹوں سے تولتے ہیں جو پھولوں کے بار کو

☆ اب آگ نہ جلتے پائے گی نرود و صفت عیاروں کی

ہم رحمت حق کے شعلوں سے گھزار بنا کر دم لیں گے
بہ سید شہید جمال نوشہرہ

☆ پھر حشر کے سامان ہوئے ایوان ہوس میں
بہلے ہیں اوی العبدی گنہگار کھڑے ہیں

☆ آج دو صبح کا تارا بن کر
راستہ بچھ کو دکھانے والا

☆ خالدہ زیدی اشغورہ

☆ غصہ کر سے میرا پاؤں تو زخمی ہوا نہ ہوا
رستے میں جو کھڑا تھا وہ کھسار بنت مایا

☆ حیدر شہدہ ڈاکٹر

☆ رفیقان مفرجی کو کڑا رکھنا کہ راستے میں
بڑی مشکل سے کوئی سایہ دیوار ملتا ہے

☆ نصر سلطانہ بہا پور

دل سے نیرا خیال مٹا کر چلے ہیں ہم

اپنی باتوں کو بھلا کر چلے ہیں ہم
اکرم کھل۔ نوسنگھ

☆ اکرم ی ن لے دے

☆ دے والے پھڑ پھڑ کر لے
حلقی عمر اکرم اراکس۔ بھلو پور شٹلا

☆ سر جھکا ہو گا ایک دن اب

☆ چھین لیں گے غور آخر ہم اب کا
نہا ہم ملک۔ نندہ کن ملہا

☆ ہمیں کے پھول ہمارے ہی خون سے ملے
ہمیں بھی جن لبا صبا نے سزا کے لیے

☆ شانوں پہ آسمانے سجے ہیں اسی طرح
پھر دت کر نہ آئے پندے ہوا کے ساتھ

☆ نہ نازاب ----- سرگودھا

☆ اکرم ی ن لے دے

☆ دے والے پھڑ پھڑ کر لے
ہمیں کے پھول ہمارے ہی خون سے ملے

☆ ہمیں بھی جن لبا صبا نے سزا کے لیے
ہمیں ملک شہری

☆ دل سے نیرا خیال مٹا کر چلے ہیں ہم
اپنی باتوں کو بھلا کر چلے ہیں ہم

☆ کھائیں گے ہم بھی شیشہ دل پر نظر کی چوٹ
یہ بات اپنے دل میں بٹھا کر چلے ہیں ہم

☆ ہنس بہدین علی
بہنری فضل میں ہو جائے گا دنگا

☆ ہاتھ ہم کبھی نہیں سے کھکا
نہ نہ یوب ----- راولپنڈی

☆ ہاتھ میں نہیں پیرہ گئے چلے ہیں حشر
توئی ماتے ماتے سبھا کے ماتے نکٹ

﴿سید قمر زمان اسلام آباد﴾

آئی ہے بار تیری رونا ہے دل میرا
ہے جو بھی آنسو بنتا ہے نام خیرا

غفرار احمد: بھٹی - لاہور

کوئی سب سے کوئی سن کر کہیں ہوں رات سو نہ سکے گا
نہ سونے کے پھر یہ کہ نہ سکوں گا
کہ رات روئے کی خواہش ماضی رات نہ سکے گا
علیہ محمود علیہ السلام

سب سے شریک سفر دے گئے، دعوت کو سمجھ کر
لن اس طرح ہرگز نہ ٹھوکریں کھانے
﴿تا بندہ اکرام۔۔۔۔۔۔ میاں والی﴾

میں نے اُن کو دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھوں سے اپنے گھر کے دروازے پر لکھی ہوئی عبارت پڑھ رہی تھی۔

﴿محمد اشرف۔۔۔۔۔ کوٹلی (AK)﴾

اس کی رزم میں ارشد قرع کچھ مضامین ہیں
بلو صبا میں کی چوڑیوں سے کھڑکی ہے شاید
پڑھتا ہوں جو بعض کتب پر آچل سے
تحتی جلیں کر گشتیں کہنے دل ٹوٹنے
اوشد علی ارشد - مغنی رزم

کس طرح ہم کو بتا لوں میں شریک زندگی
میں تو اپنی زندگی کا بار انہا سکا نہیں

﴿ محمد رمضان ----- چنیوٹ ﴾

پنے ہی سائے سے رونے لگا ہوں
خوش سے بھی کوئی انسان اکبر ہو گا

ایم لوار تھیں۔ لاپچی

عقول۔ کھارماں

پنجاه و نهمین شماره: 189 • شماره 4: 2012

فضل بھی کرنا ہے اور کہتا ہے مقصد نیک ہے
 وار ہے اے چاروگر تو بھی شکر ایک ہے
 نجمہ نواز کراچی

اجڑے ہوئے لوگوں سے گریزاں نہ ہوا کر
حالات کی قبروں کے یہ کہتے بھی پڑھا کر
ہر وقت کا ہنسنا تجھے بہاد نہ کر دے
تہائی کے لٹوں میں کبھی رو بھی لیا کر
☆ انتخاب - محمد سردار شاہ

روزانہ قریب سے گزر جاتے ہیں
مگر بے زخم دل سے گزر جاتے ہیں
جس میں مسکراتا رکھ کر ابراہیم
کوئی نہ کوئی بھول کر جاتے ہیں
ہمراہ ابراہیم کھوکھرا بھر دے

حاصل نہ ہو سکے گا تجھے دہر سے فراق
جو لطف کی تھی آرزو تو لبتا بہار سے
میں نور محمد فراق بلوچ۔ سمنوالہ ضلع میانوالی

د. واجد اب کہاں آئے نظر
پر گنج پال میں نظر اٹھ لیے بھرتا ہے
ہند واجد گھنوی۔ کراچی

کہنا ہے شہر علم دفن میں اسے جوہر نیچے
کون ہیں دو لوگ جو فکار آکر ہو گئے
سید سوات علی جوہر۔ کراچی

س لے بھی رات کو گھر سے نکل نہا ہوں میں
مردوں کے حائد کو احساسِ خیال نہ ہو

(افضل احمد۔۔۔۔۔ ڈیرہ اسماعیل خان)

لوہے میں چھپ کے اس نے جاپا بننا میرا غلط
راکھ سارے شہر میں کیسے بکھر تہنی

میری خوشیوں کا خزانہ نہ مجھے رہا پس نہ ملا
میں نے روئے دے ہر عہد مسئلہ بار
﴿محمد عظمت-----منڈی بہاؤ الدین﴾

ایسا طوفان آیا ساحل پہ ات بزم
کشتی نے ساتھ ہجوم دیا کندوں سے پہا
نہ دیکھ سکے خوشیوں کے دن سگدل رہا میں
سب سمجھو ات کہا بناوا نظاروں سے پہا

﴿فتح محمد-----تحصیل جند ضلع انک﴾

حر ہو آتی اس چرخ کی مدت
ہر سدا رات سکتا رہا حر کے لیے

﴿مدحت منہ نوتوالی

ان کو ابکھے سدا رہا

سدا رہا خوب خیال ہوئے

سدا رہا کا روپ اور میری آنکھیں

سدا رہا نظر لای ہوئے

ایک صفر علی غاصم راولپنڈی

تو صحرایہ رات کو رہا دلا

جب خوابوں میں نہ رہا جانے میں

نہ رہا جس میں محبت سر کے روگی

باروں کے چرخ چلتے ہیں

﴿محمد یوسف-----کجرات﴾

کرتے ہیں محبت سی مگر ہر دل کو صلہ کب ملتا ہے

نہی ہیں ہمدیں گلشن میں ہر پھول مگر کب کھلتا ہے

﴿محمد انور-----بھکر﴾

میرا دل بھی نکل لبتا مرنے کے بعد بار

کہیں وہ بھی مرنے جائے جو میرے دل میں رہا ہے

﴿ذوالفقار علی-----مردان﴾

دوست بن کر زخم بکرا رہا اس دن نے مجھے

تو غصوں کو کوئی سمیٹا نہ ملا اک پل کے لیے

﴿صابر حسین-----فیصل آباد﴾

ہائے محبت غبارت ہو گئی ہے
اس کے ہم سے غبارت ہو گئی ہے
کہا سوئے کے دل نگاہ تھا
شاید اک عمر کی جتنی غبارت ہو گئی ہے

﴿غلام حسین-----سلاواولی ضلع سرگودھا﴾

میرنی زندگی کہا ت کیا بن گئی ہے

میرنی رکھ بھرنی انجان بن گئی ہے

لو بدل بھی آئے نہ بات ہیں مجھ پر

یوں بھڑکھلی گھٹنا بن گئی ہے

ایک کے بصیرت نظر گڑھ

ایک جان بھنے خطا کرنے رہے

پھول سے خوشبو جدا کرتے رہے

ات گئے وہ ہم کو درد لا رہا

جن کے حق میں ہم دعا کرتے رہے

ظاہر ہوئی اذاسونگ بھلوپور

دو کسی اور کی باتوں میں دل میرا غم کی باتوں میں

وہ فرار میں گئی کسی کا پس منی غم کی باتوں میں

ہم نہ دراز رہا کر کے نکلے سنے عشق کے مغز میں

بار رکھتا نہیں بھی ہے وفا اپنی بک نہلوں میں

﴿شعیب احمد-----ہراولپور﴾

میں بھی جانتا ہوں جو فرق نہ ہے روا رکھتا ہے

مجھے خبر اور غیروں کو اپنا بنا رکھتا ہے

ہم نے نہ خبر سے خبر بھر بھٹائی کی قسم کھائی ہے

دیکھو ار راست عہد اپنا بننا رکھتا ہے

﴿صدف تول-----ایبٹ آباد﴾

رہا کا فدا وعدہ جفا کر چلے

نہی کہا رسم بتا کر چلے

نہ سوارنے کی کھائی غمی نہ نے قسم

ایک راست ات نہ تھا کر چلے

﴿نیاز علی بھٹی-----سرگودھا﴾

نویات علی ----- راولپنڈی

پلوں کو سو گئی ہے امیدوں کی روشنی
ہم زندگی میں کر کے چراغاں اجڑ گئے

خوشاب ----- خوشاب

شدت غم کو غم میں بچانے والے
دل کا ہر زخم نگاہوں سے عیاں ہونا ہے
خالد خان نیازی - لہان

پھول ہر گلشن پر بار
تمہاری چاہت کی خیر ہیں
نجیب - تریخیل

پلوں پر لرزے ہوئے تدرے سے یہ آنسو
اے حسن پشیمان تیرے قربان گئے ہم

عاطف محمود --- نواب شاہ (سندھ)

! رہ گیا کسی کے گلشن کو ہوا نہ کرنا
اتنے رست سہیلیں تو جدا نہ کرنا

ایم ارم ----- چوکی

تجربہ تو دیکھی ہے تصور نہیں دیکھی ہے
لے کی مٹتا ہے پر تقدیر نہیں دیکھی ہے

مران علی ----- شہد رنو رٹ

پھر فنا ہونا ہو آئے ہو فناختہ ہندو
شکت قبر ہے ممکن ہے کل کو نکال نہ رہے گا
امجاز احمد سامن - نوشہرہ درکھان

لاہور چاند ملن کا پیام
گھٹا رنگ شام کا قیام

گلشن رضا ----- شمس آباد راولپنڈی

اے پھول تجھے فرسبو کا بادشاہ کہتے ہیں
تجھ میں محبت اتنی ہے سب تجھے ابدیوانہ کہتے ہیں

نئی کہانی 191 - ستمبر 2014ء

تو وہ باغیاں ہے جو رہتا ہے پھول سب کو
ماہوں میں ہوں آیا نیرت انشیاں سے

سلیم احمد ----- رحیم یار خان

اب نہ جھکت رہے ہیں اک سزا کی مر
اپنا نام لکھ بیٹھے تھے جینے والوں میں
ایم نواز شاہین - خشکوی - کراچی ش

ماتا کہ تم حسین ہو اس قدر بھی نہیں
جد قدر میری نگاہ نے تجھے بنا دیا
ثناء اللہ نیازی - نئیخیل

اشیاں پھول کی منی پر جانے والے
محل کے شعلے بھی کبھی آگ بنا رہتے ہیں
امجاز احمد خان - لاہور

زندگی کتنا خوبصورت نام ہے
رکھوں نے اے بدنام کر رکھا ہے

نجیب خان - تریخیل

قرباب محفل منم فوٹو خاطر رکھے ہم نے راحت
دور نہ ہم ان سے ضرور پوچھتے کہ کہنے دلاور دو تم
امیر نواز خان - لاہور

خدا غارت کرے گلشن کے بد اندیش نکلوں کو
غلام جل جاتے ہیں کسی کا اشیاں ہو کر

روبر خان نیازی

مثال دیتے ہوئے ہوئی شاعر ت = پھول
کماں راحت تیری کماں گلکب کے پھول

رباوت حسین - راولپنڈی
کہتے ہیں آگہ آگہ سے ملنا ہے بندگی
رینا کے کام چھوڑ دیا آگہ تو ملا

محمد قاسم ضیا - قادر پور راولپنڈی

ان کی رانیں اگر نکھر جائیں
اترا رات نہیں ہوتی

﴿محمد مسعود خان-----کراچی﴾

انہی میں سے تھیں جو خدا کے لئے تھیں

ابم شفیق احمد نقیضی۔ کرناٹک گجرات
اخلاق سب سے رکھنا فقیر ہے نو بہ ہے
خاک اپنے کو سمجھتا اکبر ہے نو بہ ہے

﴿ حاجی محمد ارشد جیلوم ﴾

بادی نہ لے گا نہیں فریق سے بلا کر
دولت نہ لے گی نہیں ایمان سے بلا کر
حافظ حبیب اللہ مرہ۔ سکھر

ہیں تو پڑا تار تھا بار بار نیری دقا
کہا کہا کہ دامن چھوڑ کے مسکرا دجے

☆ مستری طاہر حسین ----- خانپور ☆

میں شمعِ نئی مانند کچھل رہا ہوں بارو
کہ پھر بھی شونِ محبت ہوں پروانے کی طرح
نارونِ رضا۔ شہداد پور سندھ

جسٹو جس کی بھی اس کو فائدہ پہنچا ہم نے
اس ہمارے سے مگر دیکھ لی دنیا ہم نے
ہیو ہولڈ - لاہور

وہود نے خوشیاں چلا تھا نیری محفل کی طرف
 اور کے شعلے لگے پڑھنے میرے دل کی طرف

محمد عثمان بلوچ - پڑوان شریفی

عشق کی رسم کو اس طرح نبھایا ہم نے
رہنمائی الہیہ سے۔

جہج ہی کیا ہے الگ بیٹہ ہوں مغل میں خاندان
نہ سمجھ رہا کہ ۔۔۔ بھی نقش سے دیوار کا

محمد اصغر خان - پڑوان شرفی

بھول جاتے ہیں غم زمانے کے
خیرے اک بار مسکراتے سے

اسد ظفر۔ فیصل آباد
آؤ عید کریں یار میں دونوں عیاں۔ عامر

نوبہا دعا جو بھی کرے موت سزا ہو
 طہارۃ قلب - فیصلہ نادر

میں برا نہ نہیں چاہتا لیکن خدا کرے

۱. اصغر علی عاصم۔ مخدوم پور پٹوہڑاں

مفسر کی طرح مگر مجھے اپنیوں کی آنکھ سے

بھلا دے سہاری دنیا منجھل جا اے جلوہ

﴿جیلہ پروین-----میرپورخاص﴾

دنیا دیکھ بھلی کر حسرت زور کی لاش کو
لینی ہوئی کفن سے کوئی آرزو نہ ہو

﴿عطیہ اکرام-----شارجہ﴾
 حکم زندہ ہو، کلمہ زندگی سے ہم

ٹھکرا نہ دہن جہاں کو کہیں ہے دلی سے ہم
ایم نواز شاہین جھنگوی۔ کراچی

ہستی و انہیں ہستا چہو اک مجبور ہلاک ہست
چاند میں ج جج نور کھل ہے چاند نو اک دوران ہے

مجھ کو غما بھروسے والے نوٹ شمارہ جائے
 جس پر تجھ کو تازہ ہے اس کا نام دولت ہے

﴿محمد اقبال-----مردان﴾
 اس خبر کو سنہار کوئی نہ دے

میں بدلتے ہیں تو جہے بھی بدل جاتے ہیں

روزگار در میان برات

کوہین ماہ ستمبر 2014ء

انجاء راج..... مجید و حرم

غزلیہ نظمیں

اس عنوان کے تحت آپ ہمیں اپنی غزل، نعت، نظم یا پھر اپنے پسندیدہ شاعر کا کلام ارسال کر سکتے ہیں۔ اس کے ہمراہ آپ اس ماہ کا کوہین کاٹ کر ارسال کریں۔ اگر آپ کوہین نہ بھیجنا چاہیں تو 10 روپے کے غیر استعمال شدہ ڈاک ٹکٹ ارسال کریں۔ ہم اسے آپ کے نام کے ساتھ شائع کر دیں گے۔ اگر آپ اپنی تحریر کے ساتھ تصویر شائع کر دانا چاہیں تو 30 روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال کریں۔ جو خواہیں اپنی تحریر کے ساتھ تصویر شائع کر دانا چاہیں تو اپنے شائق کارڈ کی فوٹو کاٹنی لازمی روانہ کریں۔

کچھ غزلیں نظمیں..... اپنا سہ ہجی کہانی 29 حبیب بینک بلڈنگ چوک اردو بازار لاہور

مہنا احمد حبیب قصیر۔ لاہور

غزل

مراں جدائیوں کے بدلتے نہیں کبھی
وہ ساتھ دو قدم میرے چلتے نہیں کبھی
شناسائی تھی جن سے مددوں میری
تیرے ہونٹوں پودا کے پھول کھلتے نہیں کبھی
دشوار مرا طے ہیں وفاؤں کے پہاں
مسرؤں کے چراغ جہاں میں جلتے نہیں کبھی
برہم ی ہوا بھی ہے تیرے گلشن ک
چمکڑ جائیں جو زندگی میں پھر ملتے نہیں کبھی
منظر تیری یادوں کا دل سے پھر نہا نہیں جاوید
دب و وفاؤں کے جہاں میں جلتے نہیں کبھی

مہنا محمد اسلم جاوید۔ فیصل آباد

غزل

زمیں سے دور مرے آئینے سجاتا ہے
پتھروں کو سر آسمان جاتا ہے

مہنا فانی کہانی 193 ستمبر 2014ء



غزل

تری صدائے دل گلن تری ادا کا بانگ
یہی تو ہے اے جان من میرا سماں درد دل
مستی تیرے خواب کی نشترے خیال کا
ای پہ ہے میرے حکیم کو گمان درد دل
میں تیری یاد میں جہاں سے بے خبر رہوں
ای کا نام عشق ہے یہی ہے شان درد دل
شعر میرے پیار سے پیار میرا پار سے
پیاری سے زندگی یہی زبان درد دل
من لوں سب شکایتیں روا نہ کروں زبان
یہ صبر کا مقام ہے ہے امتحان درد دل

میرے ذہن سے اب
موت ہی جدا کر سکتی ہے
(3)

کل تک جو
آشنا تھے ہم سے

آج
فریب سے یوں میرے گزرے ہیں
اجنبی ہو چھے

ہن چوہدری قمر جہاں علی پوری۔ ملتان

غزل :

جب سے وہ میرے دل کا قرار ہوئے ہیں
ہم پے درد کے سورنگ آشکار ہوئے ہیں
محبت ثواب گر ہوتی تو جنت ہماری تھی
تجھے شب دروز سوچ کر بس گنہگار ہوئے ہیں
نیری آس کے دعاگوں میں مربوط اعتبار تھا میرا
اسی اعتبار سے بھرم مار تار ہوئے ہیں
جس کی دلاؤں پے رشک ہمیں انتہا کا غنا
ان کی بے وفائی کے چرچے سر بار ہوئے ہیں

انھیاں اٹھائے لوگ مقام شعور پے آئے جب
اپنا آئینہ دیکھ کر شرمسار ہوئے ہیں
ناکام حسرتوں کی قبروں پر جذبے نوحہ کناں ہیں
مرض عشق میں کئی دل مزار ہوئے ہیں
فتنا زانے نے بدل ڈالی خمیرے اپنوں کی
لجھ گل سے گر یزاں پھر کلوہ ہوئے ہیں
ہن حمیرا فضا۔ رحیم یار خان

غزل

وہ کھیلتا ہے مرے ساتھ دل کی بازی بھی
کبھی ہنساتا ہے مجھ کو کبھی رلاتا ہے
میں کو سنا ہوں اسے درمیاں گجولوں کے
بچتے وہ بھیج کے صحرا میں مسکراتا ہے
وہ پھول دُور کے بالوں میں ٹانگتا ہے کبھی
وہ پیچھے کر کے بھی آئینہ دکھاتا ہے
بہا رہا ہے مسلسل وہ پانی آنکھوں سے
غم حیات میں :۔ نتیجے لگاتا ہے

کئی دنوں کی مسافت ہے اس کے پیروں میں
کئی دنوں سے مرے پاس آتا جاتا ہے!
بجائے پہلے چرانوں کو اہتمام کے ساتھ
پھر اہتمام سے سرگوشیاں سناتا ہے
وہ میکے میں عادت مراد کرتا ہے
غمرا میں وہ مرے شعر گنگناٹا ہے!

ہن رحمان احمد مراد۔ سیالکوٹ

مختصر نظمیں

(1)

کھلی آنکھوں سے
جو غراب میں نے دیکھا تھا
وہ اب خشک آنکھوں سے
سیلاب کی صورت
بہر نظر ہے

(2)

جان سن
تمہارا تصور

بس ایک بار بولی اپنے نصیب میں نہرت
پھر وہ ہم چھڑے فتنے مل گئے اس سے
ہم لب بستہ ہماری دم فزونی دی
تو کتا چاہے نے آج تک نہ کہا اس سے
وہ اہل بزم ہے اس کی کہا بستہ کریں
ہم کتنے حقدار ہیں یہ کہے نہیں اس سے
وہ نہیں چاہتا تو ہم بھی دیں گے غاسق
ہم بھر کے لٹائے اب کہا کہیں اس سے
ملنی و صوب میں کھڑا ہے وہ چپ چاپ اور ہم صم
بھرے دامن میں صحت چاہے یہ کہے کسوں اس سے
نہیں زلف ضیق بھی نہیں چاہتا وہ ہم سے
دوہڑوں کے بھانے ہی خا ٹریں اس سے
شامروہ نمایاں آواز

میری روح پہ کتنے دھم ہیں یہ کوئی جان نہ پائے گا
میری ہستی میں کتنے فتنوں ہیں یہ کوئی جان نہ پائے گا
ہرگز رہنے والے چہرے کو آج خود سے دیکھ رہے ہیں
شاہد کسی کے چہرے میں اس کا کھس مل جائے گا
دخ روں پر ہوا ہے عیاں کر لو ہم دیوار
پھر اس طرح سے شاہد اس کا دیدار ہو نہ پائے گا
جانے والے کو نہ روکتا کب کوئی جہاں پر ٹھہرے گا
پینے والوں کا دھندلکوں میں نقش پا رو جائے گا
کھائیں روح پر اس مذہب نے زخموں کی تعداد بڑھی
موت پر چاہے ان کو شاہد نہ کوئی کر پائے گا
پروں کے پھل میں کسی کے گم ہونے کی کیا بات کرنی تو نہیں
خوشید ہو چھپے پاؤں کی بجائے میں نشان نہ مل پائے گا
نہیں فرزندِ شان

اول گرہیں

چاہے یہ ہم
ہم نم نہ ہوا
اول گرہیں
سانہ مرنے پہنچے کا قرا و کریں
پاؤں کرنا ہے عبات اولیاد کریں
اول گرہیں
یہ نہ دیکھ کر ہم مجھ کو کتنا سنا ہے
بہ اکتھو کر ہم مجھ کو کتنا سمجھتا ہے
میری غمت کو نہ دیکھ
تو اپنی شان کو دیکھ
اکبر امیر ایک ہیں یہ چرچا عام کریں
فول گرہیں اول گرہیں

چراغ ملک نذیر احمد راولپنڈی

غزل

اب ہم کو موت مل جائے تو اچھا ہے
اب یہ جان بھی نکل جائے تو اچھا ہے
میرا یہ پاگل دل کسی طرح سنبھل پانا نہیں
اس طرح اگر بھلے جائے تو اچھا ہے
دن گمن گمن کر کھڑا رہے ہیں ہم
وہ دو کر دامت و صل جائے تو اچھا ہے
آئے کاش مرنے سے پہلے اک بار پاس
اک نظر میری حالت دیکھ جائے تو اچھا ہے
دشمن تو غیر کی دامن بننے سے پہلے
خیرا یہ انجم مر جائے تو اچھا ہے
شیر افضل انجم۔ بابہ انگ

غزل

عہد وفا تو ہم نے کر لیا تھا اس سے
دود بھار نہ سکا تو نہ مجھ کا تھا اس سے

ایسے بھی لمبے رست میں سو بار آئے ہیں
جب چشم انتظار نے دنو بسائے ہیں
دل کو شکایت غم جاناں نہیں کہ ہم
آلام زندگی پہ سدا مسکرائے ہیں
گرچہ کڑی ہے دھوپ مگر پھر بھی رہو دوا
رہو وفا میں آج بھی سائے ہی سائے ہیں
کچھ یوں بھی ہم کو راس نہ آئی کوئی خوشی
کچھ خود بھی دل نے حوصلے غم کے پوچھائے ہیں
مبسم ہمارے عزم کی کہا دے گا کوئی وار
بر نازد وادوات پہ ہم مسکرائے ہیں
شہناز نسیم..... گو جراتوالہ

غزل

و القرب ہے تیری در ادا ہدم
دل سے آئے یہی صدا ہدم
تجھے دیکھے بن نہ قرار آئے
جانے کیا تو نے کر دیا ہدم
اور بھی خود ہیں دنیا میں
چہ دوسروں سے مگر توں جدا ہدم
یہ نہ ہو بھولنا بھی مشکل ہو
اس قدر پیار نہ بیٹھا ہدم
زندگی بھر نہیں بھولوں گا تجھے
یاد رکھوں گا ہر لمحہ ہدم
پیار میں کیا ہے دکھ غموں کے سوا
وقت ہے اب بھی لوٹ جا ہدم
شش الدین شش۔ راولپنڈی

غزل

غزل

وہ سائے بیٹھے ہیں اکثر خیالوں میں
نظر نہیں آنے نہیں لبوں میں
ہمیں اک تصور سے بہکلام ہونا ہوں
زندگی ذوق چلی دور بھرے ہوں میں
فک مصرا کو چھٹا شوق وصل لیے
کتنے امیں چھپائے زبر پٹا ہوں میں
قرار پائے کا دل ہے لب لب لبے
جے ہی نہیں ملتی نیرے پہلوں میں
میں وہ مسافر منزل سے زلفا ہوں
الچہ مہا ہوں غم کے عجب جادوں میں
اس شجر سے سائے کی توقع ہے نہیں
کوئی پتہ ہی نہیں جن کی ڈالوں میں
زخمی دل کی حالت بنا کس کیسے
بھونے عمر کسے کی من سولوں میں
اہمات زخمی۔ کراچی

غزل

بست تھی آس جن کی ہم کو وہ آج پرانے ہو گئے
فرزدست تھی پائے کی جن کو وہ فوج پرانے ہو گئے
نہیں جیتا شہرے بھیرے صدا دی بہت دل نے ہم کو
سدا عمر بھر ساتھ رہیں یہ دعا دی میرے دل نے ہم کو
پیاد وفا کی باغی کرے والے فوج پرانے ہو گئے
کسی کو جا کر شب بجزی کا ہم سنا کس گبت
وہ تو ہم سے دو ٹوٹ گیا اب کس کو ہم بنا میں بہت
پیاد بھانے کے وعدے کر کے وہ آج پرانے ہو گئے
چاند نکلا ہے عبد کا چاند کجین وہ نہ آئے
ان کی پرچھا نہیں نہ ساتھ رہی لور رہے نہ ملے
باند وفا کا بٹے والے وہ آج پرانے ہو گئے
فوز بہ شیر۔ لاہور

غزل

آنکھوں میں نیری تصویر دہتی ہے
دکھ اور جہائی کا کوئی لمحہ بھی یاد نہیں
جگہ جگہ تم کو تلاش کیا ہے
منزل کا کوئی نشان بھی یاد نہیں
حاجی نور محمد۔۔۔۔۔ ضلع رحیم یار خان

غزل

نہیں کوئی فریق میرے توج اور کل میں
جی داماں جو تھی کل اگر میں
جی دست ہوں آج بھی میں
کل نہ تھے جذبے میری دسرس میں
فج نہیں ہیں الفاظ میرے افسانہ میں
بہم سے کچھ نیرے خط کے الفاظ تھے
کچھ بھی تو نہ آتا میری سمجھ میں
بہم سا جواب ملا مجھے میری باتوں کا
کھوئی رہی میں اپنے ہاتھوں کی لکیروں میں
جذبوں میں یہ اپنے مجھ کو بھی غائب نہیں
اور گم ہوئی تیری ذات کی بھول ملبوں میں
جب مجھ کو ڈمکا ہے نیری باتوں پر یقین
اب میں بھی نہیں ہوں خود اپنی دسرس میں
اباں آرزو۔۔۔۔۔

غزل

مرکزوی ہے غم اٹھانے میں
دخم کھائے بیت زمانے میں
کیسی بائی کڑی سزا ہم نے
ایک خودا سا سکرانے میں
میرے ایہوں کی سہانی سے
لگ گئی آگ اشیائے میں

۰۰۰ فیجی کہانی ۱۹۹۰ء ستمبر ۲۰۱۰ء

ہم نے چھوڑ دیا نصیحت کو اپنا لیا سوسپتی کو
یہی وجہ ہے آج کافروں نے بنا لیا غلام ہم کو
عزت ہے اللہ و رسول کی مدد سے
مگر ہم بے عزت ہوئے کافروں کی رو سے
کشمیر و پوٹنڈا میں ہے حرمتی ہو رہی ہے مسلمان
مورنوں کی

اور دیکھوں مسلمان کیسے مست ہیں خند میں
جذبہ قاسم، فتح علی اور غزنوی لے کر آگے بڑھوں
اے مسلمانوں کہاں چل گئی تمہاری غیرت آگے
محمد عمران۔۔۔۔۔ جھنگ

غزل

یہ مانا ہوں کہ میں تم کو پا نہیں سکتا
تیرا خیال مگر دل سے جا نہیں سکتا
میں کر رہا تھا فقط تجربہ محبت کا
گلی ہے آگ اب ایسی بجھا نہیں سکتا
نہیں نہیں میرے دل میں درد تو ہے
مگر میں چہرے کے پتلو دکھا نہیں سکتا
خدا کرے میرے آنسوؤں میں ہر جائے
یہ دل جو کہ تجھے پہنچا بنا نہیں سکتا
اس احتیاط سے جاوید کہ راز فاش نہ ہو
میں رو تو سکتا ہوں آنسو بہا نہیں سکتا
عبدالحمید۔۔۔۔۔ راولپنڈی

غزل

دست ہوئی تھرا صبر نہیں دیکھا
اب تو نیری سہلی بھی یاد نہیں
تیری یاد میں دن گزر رہے ہیں
گزرے لہوں کا شام و سحر یاد نہیں

کیا کریں ہم بھلا کمالی جانیں
کوئی اپنا نہیں زمانہ میں
اسے غم بار کیا نا غم کو
میری الفت کو اڑانے میں
ایسی عادت ہو گئی اب تو
لفظ آتا ہے زخم کھانے میں

﴿محمد اصغر عباسی-----کوٹلی (AK)﴾

مصور سبزواری

ریلیز کا بھی آخری پتھر اکڑ گیا
لوٹے ہو اب کینو جب گھر اجا گیا
منی میں جس کی بند تھا اس عہد کا سکون
وہ برکوں کا پتھر تو اندھی میں جھڑ گیا
طوفان ہلکرو میں کس کس کو روکنے
جب مسلح کی ہوا چلی تو مسند کڑ گیا
پھٹکارتی ہے وعدہ کی شام اڑوا۔ صفت
لگتا ہے اس کے رستے میں سلاب پڑ گیا
مصلوب اس غلوص سے اس نے کہا مجھے
سر میں وہ اپنی لاد کے ماتن بھی جڑ گیا
اوزن نگر کے دینے سے پہلے ہی سوچتے
پتھرے گا وہ سدا کے لیے گر چھڑ گیا
اب صرف راگزار ہے منزل میں ہے تو
اک تیز تیرے تیز سے آکے بھی کڑ گیا
تو سالم آسمان میں سیارہ حنیر
میرا زوال کیوں تیرے ماتنے پڑ گیا
پنے لگا ہے بھی ہوئی غلیوں کے رتک
شاید ہوس کا پودا کوئی جڑ پکڑ گیا

﴿ایم اشرف-----ابوظہبی﴾

غزل

کہاں مجھے وہ عہد وفا بھانے والے
راہ عشق پہ وفا کے گیت گانے والے
غم دوراں میں بھی جنھیں پاس وفا رہا
چشم کز کے ساتھ مسکرانے والے
نیا دور سپہ کے خود کو مٹا لیا
درد کی جاگیر بار سے چھانے والے
چھن مٹی بنائی کسی کی راہ نکلے نکلے
لوٹ کے آتے نہیں روٹھ کے جانے والے
وصل ضروری تو نہیں محبت میں
رسوا ہوئے ہیں کسی کو جو ہانے والے
شاہد کیونکر اسے ماضی میں ڈھونڈا ہوں
مکے دن نہیں ہیں اب لوٹ کے آنے والے

﴿خیر القساء-----کراچی﴾

غزل

کر دیا ہے وسوا زمانے نے ہمیں اک تیرے جانے سے
کتے بے ہوش ہو گئے ہیں ہم اک تیرے جانے سے
کتی خواہشیں تجھیں دل میں کتنے نئے املان
سب دھوڑے رہ گئے اک تیرے جانے سے
ہوئی تھیں آبد محفلیں کبھی ہم سے
اب اتنے تھا ہو گئے ہیں اک تیرے جانے سے
خوشیوں میں کھل رہے تھے ہر غم سے آزار تھے ہم
دیکھوں کی بچان ہو مٹی اک تیرے جانے سے
تجھے ہل کر بت کچھ بلا تھا ہم نے تاکتے دوست
لیکن سب کچھ ہم نے کھو دیا اک تیرے جانے سے
فوز یہ بھیرا لا دور

غزل

کہاں میں کہاں تیرا ساتھ بہ میری سوچ کتنی فضول مٹی
مجھے سدا کر میرے صبر تجھے چاہنا میری بھول مٹی

میں نے خود کو خود ہی مٹا دیا جو حسبِ قہار دو چکا دیا
جو بھری گئی میری ناگ میں وہ نیرے قدموں کی دھول تھی
نہ کھوکھو کیا زبان سے پس پرہہ بیٹھنے کے رو لیا
درا دیکھ اُکے کو سنگدل نیری بے رخی بھی قبول تھی
جلی ٹھوکریں تجھیں قدم قدم میں سیٹھ لوں نیرے سدا
ختم
کیوں نہ جان میں تجھ پر فدا کروں نو نونوعی کا حصول تھی
کبھی میرے دل کی تھی وہ آرزو کہ میں کرنا اس سے بھی
مستقل

[illegible]

غزل

پیار کرتے رہے ہم سے ہم جلیل بن کے
اور لٹنے رہے تھرے پیار میں کل بن کر
القاہ و بنا نے ہیں بخشے زندو و شرابی کے
پیاد مجھ سے ہی کیا خوب ہم نے گھاگل بن کے
دل میں غمی حسرت کہ قدم چوموں غمے
ہوئے رسا بھی بہت غمے پاؤں کی پائل بن کے
برسوں کی بجھو سے۔ مہلا خدا ڈبیل میں نے
لے گیا اسے ببا کہ دو عالم ساحل بن کے
لانا رہا جس پہ نو خوشیاں اپنی ریاض
سراگ لیا اس نے ہی حیرا ساکن بن کے

﴿عبدالجبار-----روحہ (قطر)﴾

عزل

محبت کی نسبت ادا کوئی کہا کرے گا
نہج سے ہو کر خفا کوئی کہا کرے گا

روٹنے سے ہوگا جسے کہا جائے
 نہیں تو پھر میرا کبھی نہ نام لیا
 اپنا سمجھا نہ سمجھوں گا پھر بھی تجھے
 یوسف خوری چاہتا ہے پھر بھی تجھے
 لاکھ خرقے کرد ہزار بنائے تاکہ
 زندگی میں ہمارے سے عفو تاکہ
 محمد یوسف خوری

بھی جبین وادوں کی سر زمین تھا
 مینا شہ فیلد تھا خوشی کی تصور تھا
 ان کو دنیا کی جنت کہتے ہیں وہ تھا
 ان کو کہنے ہیں وادی ہے نظیر وہ تھا
 بلی حسن پرورں چڑھتا تھا وہ تھا
 میں جنت کی خورشیں دینی ہیں وہ تھا
 نگر آج جو جل رہا ہے اجڑ رہا ہے وہ ہے
 جل نہیں بڑھ ہوئی ہیں مر رہے ہیں دروہ ہے
 جل ونا بھی لڑیکہ رات میں آئے ہیں وہ ہے
 جل موت رخصت کرنی ہے زندگی ہے بل گرد ہے
 کہاں ہوش میں آؤ گے جب نہ رہے گا
 جب! اجڑ جائے گا اٹ جائے گا بے
 محمد رسول کی محمد رسول

• میں نہ مانوں گا

تم کچھ بھی کہہ لو اسے ہے وہاں میں نہ ہوں گا
 وہ میرا اور وہ ہے بد و عاصی نہ ہوں گا
 ایک لمحے میں مل جاتی ہیں عمر بھر کی خوشبختی
 تم کہتے ہو زندگی کو سزا میں نہ ہوں گا
 سزا فری کی روشنی سب کے لئے ہے
 ہو ایسی میرے بلوئی ضیائی نہ ہوں گا
 کرنا ہے یہ وہ فانی بھی نہ احترام کر ساتھ

ماہنامہ نئی کہانی: روزانہ 2014ء نمبر 2014ء

WWW.PAKSOCIETY.COM

مجلہ سہارا

انچارج
روبینہ کوثر

کوہن ماہ ستمبر 2014ء

اس عنوان کے تحت آپ ہمیں اقوال و ذریعہ الطیفیہ اور معلوماتی تحریریں بھیج سکتے ہیں۔ اس کے لیے آپ اس ماہ کا کوہن کٹ کر ارسال کریں۔ اگر آپ کوہن نہ بھیجتا چاہیں تو 10 روپے کے غیر استعمال شدہ ڈاک ٹکٹ ارسال کریں۔ اگر آپ اپنی تحریر کے ساتھ تصویر شائع کروانا چاہیں تو 50 روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال کریں۔ جو خوانین اپنی تحریر کے ساتھ تصویر شائع کروانا چاہیں تو اپنے شناختی کارڈ کی فوٹو کافی لازمی روانہ کریں۔

کھٹہ گلستان..... ماہنامہ گچی کہانی 29 صیب بینک بلڈنگ چوک اردو بازار لاہور

زبان

✽ ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔

✽ نضام ماہرہ۔ پشاور

ہنس مٹی

ہم ریل گاڑی کے ذریعے پشاور جا رہے تھے۔ گاڑی کی رفتار انتہائی سست تھی۔ تمام مسافر اس سسر سے بور اور اکتائے ہوئے لگ رہے تھے۔ ایک صاحب جو میرے پاس بیٹھے تھے۔ ٹھوڑی ٹھوڑی دیر بعد مجھ سے دریافت کرتے۔

”کیا پشاور آگیا ہے؟“ میں نفی میں جواب دے دیتا۔ وہ مایوس ہو کر بیٹھ جاتے۔ کئی مرتبہ پوچھنے کے بعد ایک مرتبہ پھر انہوں مجھ سے پوچھا تو میں نے پھر انہیں نفی میں جواب دیا۔ تو وہ اس مرتبہ یڈیو لگا کر بیٹھ گئے۔ اچانک یڈیو سے آواز گونجی۔

”یڈیو یڈیو پاکستان پشاور ہے۔“ وہ دیوانہ وار مجھ سے بولے۔

”لو پشاور آگیا ہے۔“

✽ چوہدری قمر جہاں علی پوری۔ ملتان

😊 زبان گوشت کا ایک ٹکڑا ہے مگر یہ انسان کو ذلیل بنوا کر دیتا ہے۔

😊 یاد رہے زبان ہی انسان کو عظیم بناتی ہے۔

😊 تین انچ کی زبان چوہے کے ٹکڑی کو مارنے کی طاقت رکھتی ہے۔

😊 انسان کی قابلیت اس کی زبان میں پوشیدہ ہوتی ہے۔

😊 زبان کی ذرا سی غلطی انسان کو بناہ و برباد کر دیتی ہے۔

✽ اس نضام۔ پشاور

ماں

✽ اپنی ماں کی خدمت کرنا بھی ایک جہاد ہے۔

✽ جس نے ماں کی خدمت کی وہ شخص سب سے خوش نصیب اور خوش قسمت ہے۔

✽ ماں کے بغیر گھر ایک ویران قبرستان ہے۔

✽ جس شخص کو اپنی ماں کا ورہ برابر بھی خیال نہ آیا وہ شخص اس دنیا میں ذلیل رہے گا اور آخرت میں بھی۔

ذیلہ: گچی کہانی، ستمبر 2013ء تا ستمبر 2014ء

دولت دنیا کا حاصل کرنا کوئی بڑی بات نہیں اگر تم سے ہو سکے تو کسی کا دل قابو میں کر لو۔

کسی کا دل مت دکھاؤ ہو سکتا ہے وہ آنسو تمہارے لیے سزا میں جائیں۔

قدر رکھو ریتا ہے روز کا آتا جاتا۔

کسی کے چہرے کی طرف مت جا بے کیونکہ وہ ایک بند کتاب ہے۔

خاموشی دل اور روح کا سکون ہے۔

خاموش رہو با ایمی بات کرو خاموشی سے بہتر ہو۔

بڑے سین بشارت۔ لاہور

معلومات برائے خوانین

☆ مردوں سے ملجور ہو کر چلیں

☆ راستوں کے درمیان سے نہ گزرو جس جگہ کناروں پر چلیں۔

☆ چاندی کے زہور سے کام چلانا بہتر ہے۔

☆ جو عورت نشان (بڑائی) ظاہر کرنے کے لیے

سونے کا زہور پہنے گی تو عذاب ہو گا۔

☆ عورت کو اپنے ہاتھ میں مندی لگاتے رہنا

چاہیے۔

☆ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ عورت کی

خوشبو ایسی ہو جس کا رنگ ظاہر ہو اور خوشبو نہ

آئے یہی بہت معمولی خوشبو ہو۔

☆ ایک کپڑا نہ پہنیں۔

☆ اگر روپہ باریک ہو تو اس کے نیچے موٹا کپڑا لگا

لیں۔

☆ بچنے والا زہور نہ پہنیں (ابوروا)

☆ جو عورتیں مردوں کی شکل و صورت اختیار

کریں ان پر اللہ کی لعنت ہے۔

☆ اور فرمایا رسول اکرم ﷺ نے کہ ہرگز



شرعے اصول

☆ انصاف کو ہر حال میں مد نظر رکھو۔

☆ خدا سے نیک انجام کی دعا کرتے رہو۔

☆ اپنے گناہوں سے پیشہ تو یہ کرتے رہو۔

☆ دنیا کو دین پر غالب نہ آئے۔

☆ کسی کی عیارت کو جاؤ تو زبانونہ چنبھو۔

☆ کسی کو تکلیف میں نہ کہہ کر نہ بنو۔

☆ کسی کا پوشیدہ راز ظاہر مت کرو۔

☆ کسی پاک کتاب کو بے وضو نہ چھوؤ۔

☆ انہوں کا کلام آنہوں سے مت لو۔

☆ گاڑی میں بند کر مسافروں سے نہ لڑو۔

☆ دوست کی صلاح کے بغیر کوئی کام نہ کرو۔

☆ اپنے محوں اور بہروں سے مذاق نہ کرو۔

☆ ریاضتیں جہاں تک ہو سکے تعلقات قائم کرو۔

☆ بشارت صدیقین۔ لاہور

اقوال زوریں

دل بھی کیا خوب چیز ہے جو درد چھپا کر دھڑکنا

ہے جو لوگ دوسروں کے لیے دل کا درد داغ بند رکھتے

ہیں شاید وہ ان کے لیے گھر کا درد داغ بھی بند ہو گا۔

ہو جاتے ہیں۔ اور اس طرح شمع تیارہ جاتی ہے اس کے پاس کوئی پروان نہیں رہتا۔

اس بات سے ہند چلتا ہے کہ پروان شمع سے محبت نہیں کرنا۔ اگر پروانے کو زرا بھر بھی شمع سے محبت ہوئی تو وہ شمع کے فران میں مرنا۔ شمع کی جدائی میں پروان مرنا۔ نہ کہ شمع کی موجودگی میں مرنا۔ فرار اور شہر میں کو محبت کی مثال سے پیش کیا جاسکتا ہے کہ کوئٹہ فریاد کو جب اس بات کا پتہ چلا کہ شہر میں مرگئی ہے تو اس نے یہ سوچ کر خودکشی کی کہ جس کی خاطر میں زندہ تھا تو نہ رہی تو میں کس لئے زندہ رہوں۔

محبت میں شمع پرانے کی کوئی حقیقت نہیں پروان تو فقط دل لگی کرنا ہے تاکہ محبت محبت کے اصولوں سے پروان واقف نہیں۔ اور اگر واقفیت ہونے کے ساتھ اتے محبت ہوتی تو یہ فران میں جان رہتا۔ وصال میں نہ رہتا۔ امید کرنا ہوں کہ شمع پروانے کی مثال رے کہ محبت کو بدنام نہ کیا جائے گا۔

عشق تو نام ہے خود کو قسم کر دینے کا خودی رہی تو عشق رہے گا کہاں ساجد محمود خان قاصر۔ نری خیل ماہوالی

مولانا، موتی

☆ اگر اٹھتا ہے تو خدا سے مانگ جس نے تجھے پیدا کیا۔

☆ اگر روزی عقل سے حاصل کی جانی تو رہا کے مارے بے خوف بھوکے سر جانے۔

☆ بے خوف دوست سے عقل مند دشمن ہمنہ ہے۔

☆ زندگی غم کا دوسرا نام ہے اسے برداشت کرنا سیکھ۔

ہمدردی کی نرم و لطیف آب و ہوا میں خوب بھلتا بھولتا ہے۔ اسے شکوک و شبہات اور بدگمانیوں کی بادِ موسم سے محفوظ رکھیں ورنہ حسدِ بغض و کینہ جیسے امراض اسے تباہ و برباد کر رہتے ہیں۔ وگنہ چٹیاں مگر کر سوکھ جاتی ہیں۔ اور بے جان مٹھنیاں شمعِ بادلوں کی مانند رہ جاتی ہیں۔

غلام اصغر خان۔ پروان شرفی

شمع پروانہ

شاعر ارب اور مفکر نیز جتنے بھی میں نے "ارب" سے فطرت رکھنے والے افراد دیکھے ہیں۔ جنہی بھی غریب، غریب اور نظریں میں نے پڑھی اور سنی ہیں ان سب میں شاعروں انہوں اور مفکاروں نے شمع کو محبوب اور پرانے کو عاشق بنا کر پیش کیا ہے۔ یا جوں کہہ لیں کہ شاعر اور اویب حضرات شمع پروانے کو محبت کی مثال بنا کر پیش کرتے ہیں۔ مجھے ان مفکاروں سے اختلاف ہے میں یہ کہتا ہوں کہ پروان شمع سے محبت نہیں کرنا اور میں یہ بات ثابت کرنا ہوں اور قارئین سے امید کرنا ہوں کہ وہ میری بات سے اتفاق کریں گے۔

شمع جب جلتی ہے تو نموداری در میں پروانے شمع کے ارد گرد جمع ہو جاتے ہیں۔ شمع کے واسطے میں پہنچ کر لطفِ زندگی پاتے ہیں۔ نموداری در کے بعد پروانے مرنے لگ جاتے ہیں۔ اور یوں شمع کے پاس پرانوں کا ڈھیر لگ جاتا ہے۔ شاعروں اویبوں اور مفکاروں نے بس یہیں تک دیکھا ہے۔ اس سے آگے کہا ہوتا ہے اس کا مطالعہ ان لوگوں نے نہیں کیا اس سے آگے بھی نئے کیا ہوئے۔

جب شمع بجھ جاتی ہے تو پروانے زندہ ہوتے ہیں۔ وہ آہستہ آہستہ شمع سے دور ہوتا شروع

قارئین سچی کہانی کے لیے ایک دینی سلسلہ

سچی کہانی کوئیز

☆ کوپن برائے ماہ ستمبر 2014ء ☆

تین افسانہ نویسوں کے جوابات دے کر ماہنامہ سچی کہانی! پور کی طرف سے 1000 روپے کا انعام حاصل کریں۔ پوچھے گئے سوالات کے جوابات اس ماہ کے کوپن پر لکھ کر اپنے شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی اور اس کے ہمراہ 10 روپے کے غیر استعمال شدہ ڈاک ٹکٹ ارسال کریں۔ ایک سے زیادہ درست جوابات موصول ہونے کی صورت میں قرعہ اندازی کی جائے گی۔ جتنی زیادہ انگریز اساتذہ فنی زیادہ انعام جیتنے کے مواقع..... کنگ یا اور رائلٹنگ فوٹو کاپی قابل قبول نہ ہوگی۔ کوپن میں ہر ماہ کی 7 تاریخ تک موصول ہو جانا چاہیے۔

1- سوال..... جامع مسجد "استقلال" کس ملک میں ہے.....؟

جواب

2- سوال..... پاکستان کے کس صوبے میں سب سے زیادہ جنگلات ہیں.....؟

جواب

3- سوال..... زمین کے سب سے نزدیک سیارے کا نام بتائیں.....؟

جواب

نام و پتہ

موبائل نمبر

دی گئی تھی (3) سب سے پہلے مسلمانوں نے

ملک "شام" فتح کیا۔

اس ماہ کی وز ہیں "آمد حق" سیالکوٹ۔

سب کو بہت بہت مبارک ہو۔

ماہ اگست 2014ء کے درست جوابات

(1) کرہ ہوائی میں سب سے زیادہ گیس نائٹروجن

موجود ہے (2) عمرو و ہشمرہ سے مراد وہ دس صحابہ

کرام ہیں جنہیں زندگی ہی میں جنت کی بشارت

کے..... سچی کہانی کوئیز۔ 29 حبیب بینک بلائنگ چوک اردو بازار لاہور

موبائل نمبر 0314-4008530

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :-

- ✧ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ✧ ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ✧ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
- ✧ ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور ریزیوم ایبل لنک
- ✧ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- ✧ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ✧ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل ریج
- ✧ ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ✧ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ✧ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں
- ✧ سہریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- ✧ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل ریج
- ✧ ایڈ فری لنکس، لنکس کو میسج کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

➡ ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

➡ ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library for Pakistan



Like us on
Facebook

fb.com/paksociety



twitter.com/paksociety1